الدین النصیحۃ

دِین خیر خواہی کرنے کا نام ہے۔ (حدیث)

8755602256 دین کی باتیں گروپ محمد شہزاد کیرانوی

تقارِیرُتفسِیرقرآن

مَواعِظ

حضرت مَولانامُفتی اِفتِخارُالحَسن صاحب کاندھلوی مدّظلّھم

ترتیب

ابوالعرفات مُحمد ناصِر تاولوی

ناشر

مَدرسہ اِسلامّیہ سُلیمانیہ

عید گاہ۔ کاندھلہ 247775 (ضلع مُظفّرنگر) یوپی

فون:۔ (01392)22128

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نام کتاب:۔ تقاریر تفسیر قرآن

صاحبِ کتاب:۔ مولانا مُفتی اِفتِخارُ الحَسَن
صاحب کاندھلوی مدّظِلّہُم

جمع و ترتیب:۔ ابوالعرفات مُحمّدناصر تاولوی

مُعاونت:۔ مولانا ابوالحسن ارشدکاندھلوی

اِشاعتِ اوّل:۔ سنہ ۱۴۲۲ھ مطابق سنہ ۲۰۰۱ء

تعداد:۔ ۱۱۰۰

طباعت:۔ لاثانی پرنٹرس
تمباکو اسٹریٹ۔ مرادآباد۔244001
فون:(0591)320452/322697

ملنے کے پتے

دارُالاِشاعت، محلہ مولویان، کاندھلہ (ضلع مظفرنگر) یوپی فون:۔ ۲۲۷۲۵

مُفتی اِلٰہی بخش اکیڈمی۔ کاندھلہ۔فون ۲۲۹۱۲

مکتبہ اِفتخاریہ۔ ٹنکی چوک، کھالا پار، مظفرنگر (یوپی) فون: ۴۳۱۴۹۴

مکتبہ حفاظتِ اسلام، مرکزی مسجد، اسارہ (ضلع باغپت) فون: ۴۳۸۱۴

☆ فہرست عنوانات ☆

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ
۱	کتاب کا تعارف	۳۴
۲	تحریر لطیف	۳۸
۳	کتاب پڑھیے	۴۵
۴	انتساب	۴۶
۵	ابتدائے کلام	۵۰
۶	قرآن کریم کی شان عظمت	"
۷	بنی نوع انسان کے تین طبقے	"
۸	سورتوں کے مکی اور مدنی ہونے کی پہچان	۵۱
۹	سورۂ فاتحہ، قرآن عظیم	۵۲
۱۰	سورۂ فاتحہ، دس ہزار مسائل کا مجموعہ	۵۳
۱۱	سورۂ فاتحہ، قرآن کریم کا خلاصہ	"
۱۲	مخلوقات کی تین اقسام	"
۱۳	خیر کا ٹھکانہ	۵۴
۱۴	شر کا ٹھکانہ	"
۱۵	مکھی اور عورت، خیر اور شر کا مجموعہ	"
۱۶	نیک عورت کی علامتیں	۵۵

۱۷	دنیا کی بھلائی سے مراد، نیک عورت ہے	۵۶
۱۸	عورت کا شر، جس سے پناہ مانگی گئی	،،
۱۹	ہر چیز رب العالمین کی تسبیح کناں ہے	۵۷
۲۰	ایک بزرگ کے خادم کا واقعہ	،،
۲۱	آپؐ کے قبرستان سے گزرنے کا واقعہ	۵۸
۲۲	ایک غلط رسم کی اصلاح	،،
۲۳	عذاب قبر کی دو وجہیں	۵۹
۲۴	آپؐ کا قبر پر ہری شاخ لگانے کی وجہ	،،
۲۵	حضرت عبداللہ بن عمرو کی وصیت	۶۰
۲۶	عذاب قبر سے نجات کا مسنون طریقہ	،،
۲۷	حقیقی عالم کی عظیم برکت	۶۱
۲۸	خواجہ عبدالاحد، ایک تعارف	،،
۲۹	جمعہ کے دن ایصال ثواب کی فضیلت	۶۲
۳۰	خانوادۂ کاندھلہ کا ایک قدیم معمول	،،
۳۱	سورۂ یٰسین شریف کے انوارات	۶۳
۳۲	مجدد الف ثانی کی دعا کی برکت	،،
۳۳	حضرت آدم پر چار مخصوص انعامات	۶۴
۳۴	حضرت آدم کی پیدائش کا منشا	،،
۳۵	احکام الٰہی زندہ ہونے کی برکت	۶۵

۳۶	چور کے ہاتھ کاٹے جانے کا واقعہ	٦٦
۳۷	رسول کریمؐ کی امت پر شفقت	,,
۳۸	فتح مکہ اور پیغمبرانہ شفقتوں کا ظہور	٦٧
۳۹	قول نبوی اور اس کی عظمت تاثیر	,,
۴۰	سفیان بن حارث کی معافی	٦٨
۴۱	عرب کا دستور اور ابن حارث کے اشعار	,,
۴۲	حضرت حسّان کے چند اشعار	٦٩
۴۳	حضرت حسّان کے اشعار کا بدلہ	٧٠
۴۴	فتح مکہ اور ابن حارث کی گھبراہٹ	,,
۴۵	سفیان بن حارث کا اقرار خطا	٧١
۴۶	فاتح مکہ، نبی رحمتؐ کا اعلانِ معافی	,,
۴۷	سردار دو جہاں کا عاجزانہ داخلہ	٧٢
۴۸	فتح مکّہ کے وقت حمد الٰہی کے الفاظ	,,
۴۹	مشرکین مکہ پر آپؐ کا رحم و کرم	٧٣
۵۰	گیارہ اشخاص کے لیے قتل کا حکم	٧٤
۵۱	حضرت عکرمہ کا راہ فرار	,,
۵۲	بچانے والی ذات اللہ کی ہے	,,
۵۳	موجوں کے بیچ میں حضرت عکرمہ کا اقرار	٧٥
۵۴	کافر بھی زبان کے پکے تھے	,,

۵۵	حضرت عکرمہ کی خدمت اسلام	۷۵
۵٦	حضرت عمر اور فقرائے صحابہ کی قدر دانی	۷٦
۵۷	حضرت عمرؓ کے سامنے ابن حزام کی تقریر	۷۷
۵۸	جنت میں فقرائے صحابہ کی رفاقت	۷۸
۵۹	قبیلہ بنی مخزوم کا اللہ کی راہ میں نکلنا	۷۹
٦۰	بنی مخزوم کی اللہ کی راہ میں قربانی	۸۰
٦١	بنی مخزوم کے واقعے کا حاصل	,,
٦٢	حضرت خالد اور عمرو بن العاص کا قبول اسلام	۸١
٦٣	حضرت عمرو بن العاص کا واقعہ بیعت	۸٢
٦۴	گناہوں کو مٹانے والی چیزیں	۸٣
٦۵	لا الہ الا اللہ کی عظیم تاثیر	,,
٦٦	ایک جلیل القدر محدث، ابو حاتم رازی	۸۴
٦۷	ابو حاتم رازی کے تعلیمی اسفار	,,
٦۸	ابو حاتم رازی کے انتقال کا واقعہ	۸۵
٦۹	انسان اور فرشتوں کا نصب العین	,,
۷۰	حضرت آدم کا دوسرا شرف	۸٦
۷١	ہمارے نبیؐ کو سب سے زیادہ علم تھا	,,
۷٢	علم کے سمندر کا کوئی کنارہ نہیں	۸۷
۷٣	حضرت آدم کو تعلیم اسماء	,,

۷۴	نبوّت کے بعد علم کا درجہ ہے	”
۷۵	سجدے کا واقعہ تخلیق آدم کے فوراً بعد کا ہے	”
۷۶	علم کو مال پر برتری حاصل ہے	۸۸
۷۷	اہل علم کی صحبت کی برکات	۹۰
۷۸	اسماء سے کیا مراد ہے؟	۹۳
۷۹	حضرت آدم کا تیسرا شرف، سجدہ	”
۸۰	سجدے کی تعریف	۹۴
۸۱	سجدہ صرف اللہ کے لیے ہے	”
۸۲	اب سجدۂ تعظیمی بھی جائز نہیں	”
۸۳	بیوی پر شوہر کے حقوق واجبہ	۹۵
۸۴	بغیر اجازت بالغہ عورت کا نکاح جائز نہیں	۹۶
۸۵	وکیل کے طلب اجازت کے احکام	۹۷
۸۶	خلافت فاروقی کا ایک واقعہ	۹۸
۸۷	اور جب سارے شہر والے سجدے میں گر گئے	”
۸۸	کیسا مبارک زمانہ تھا!	۱۰۲
۸۹	صحابہ کرام کا ایثار و ہمدردی	۱۰۳
۹۰	قرآن سے غفلت اور بے جا، دنیا طلبی	۱۰۴
۹۱	دنیا کے مقابلے میں دین کی ناقدری	۱۰۵
۹۲	حضرت اسرائیل پر انعام خداوندی	”

۹۳	سجدے کے خطاب کی تفصیل	"
۹۴	ابلیس کے ملائکہ کے ساتھ رہنے کا عرصہ	۱۰۶
۹۵	ابلیس کا اصل نام عزازیل تھا	۱۰۷
۹۶	سجدۂ آدم کی حیثیت	"
۹۷	اب سجدۂ تحیہ بھی جائز نہیں	۱۰۸
۹۸	علم حدیث کا ایک ضابطہ	۱۰۹
۹۹	عالم کا سب سے پہلا گناہ	۱۱۰
۱۰۰	تکبر اور اس کا انجام بد	"
۱۰۱	متکبر ولی نہیں ہو سکتا	"
۱۰۲	کبر کی گندگی کا ایک واقعہ	۱۱۱
۱۰۳	شاہ اسماعیل شہید کی دینی محنت	۱۱۲
۱۰۴	رنڈیوں کے مجمع میں شاہ اسمٰعیل کی تقریر	۱۱۳
۱۰۵	خاندان ولی اللٰہی کا ایک معمول	۱۱۴
۱۰۶	مسلمانوں کی اصل عزت	"
۱۰۷	**حق تعالیٰ کی مصنوعات و مخلوقات**	۱۱۵
۱۰۸	شب معراج میں نبیؐ کا آپریشن	"
۱۰۹	قاضی عیاض کی شفا، ایک تعارف	۱۱۶
۱۱۰	۲۷؍رجب معراج کی رات	"

۱۱۱	نماز کب فرض ہوئی؟	۱۱۷
۱۱۲	جب آپ کمبل اوڑھ کر لیٹ گئے	,,
۱۱۳	تکبیر تحریمہ کی فرضیت کی دلیل	۱۱۸
۱۱۴	نماز کے شرائط وارکان کی تعداد	,,
۱۱۵	واجبات نماز کا بیان	۱۱۹
۱۱۶	نماز کی سنتوں کا بیان	۱۲۰
۱۱۷	تکبیرات چھ جگہ فرض ہیں	۱۲۱
۱۱۸	تکبیر قنوت کا حکم	,,
۱۱۹	لفظ وتر میں، دو لغتیں	,,
۱۲۰	تکبیر تحریمہ میں قیام فرض ہے	۱۲۲
۱۲۱	معراج کا تفصیلی واقعہ	۱۲۳
۱۲۲	قلب عالی کا آپریشن، قدرت الٰہی کا نظارہ	۱۲۴
۱۲۳	اور جب قلب عالی ایمان وحکمت سے بھر اگیا	۱۲۵
۱۲۴	سونے کی آرسی اور تعویذ کا حکم	,,
۱۲۵	سونے کے تشلے کے استعمال کی حکمت	۱۲۶
۱۲۶	آب زمزم کے استعمال کی حکمت	,,
۱۲۷	پانی کی مختلف اقسام	۱۲۷
۱۲۸	نبی کی انگلیوں سے نکلنے والا پانی	,,
۱۲۹	صحابہ کرام کی فراست کا واقعہ	۱۲۸

۱۳۰	زمزم کے پانی کا دوسرا درجہ	۱۲۸
۱۳۱	لفظ ''مَرْضِیّاً'' کا ترجمہ	۱۲۹
۱۳۲	صحرائے عرب میں ایک معصوم کی بے کسی	,,
۱۳۳	معصوم بچے کے لیے پانی کی تلاش	,,
۱۳۴	دینی محنت کی بارگاہ الٰہی میں قبولیت	۱۳۰
۱۳۵	دینی محنت کا ثمرہ، نصرت الٰہی کا ظہور	۱۳۱
۱۳۶	آب گنگا کے بارے میں بعض مکاشفے	۱۳۲
۱۳۷	حکیم صدیق صاحب کا مکاشفہ	۱۳۳
۱۳۸	زمزم اور آب گنگا کی مشترک خوبی	۱۳۴
۱۳۹	نبی کریمؐ کی ایک صفت اور خوبی	۱۳۵
۱۴۰	براق، جنت کی سواری	,,
۱۴۱	براق، سواری کی شوخی	,,
۱۴۲	براق، سواری کی تیز رفتاری	۱۳۶
۱۴۲	سفر معراج کے بعض مشاہدے	,,
۱۴۳	شب معراج میں مسجد اقصیٰ کا منظر	,,
۱۴۴	سیدنا جبرئیل امین کی خدمت اذان	۱۳۷
۱۴۵	خاتم الانبیاءؐ کی امامت انبیاء	,,
۱۴۶	سید الانبیاءؐ کی خدمت میں خوان کی پیشی	,,
۱۴۷	جناب رسول اللہؐ پر امت کے گناہوں کا اثر	۱۳۸

۱۴۸	شاہ سکندر کیتھلی کا نورانی سینہ	۱۳۹
۱۴۹	خدا تعالیٰ کی ذات بے نیاز	۱۴۰
۱۵۰	شاہ کمال کی قوت نسبت	۱۴۱
۱۵۱	شاہ کمال کا روحانی رعب وداب	,,
۱۵۲	شاہ کمال کی خانقاہ کی ابتری	,,
۱۵۳	شاہ کمال کی خانقاہ میں نماز جمعہ	۱۴۲
۱۵۴	صحت جمعہ کی شرط، اذن عام	,,
۱۵۵	شاہ جہاں اور عالم گیر کا معمول	,,
۱۵۶	کفر کی دنیا میں مجاہد کی اذان	۱۴۳
۱۵۷	نماز نے دل جیت لیے	,,
۱۵۸	کیتھل میں رضیہ بیگم کا مقبرہ	۱۱۴
۱۵۹	سب سے زیادہ نورانی دل	۱۴۵
۱۶۰	سب سے زیادہ سرکش دل	۱۴۶
۱۶۱	خدا کی خدائی کی نرالی شان	,,
۱۶۲	جلال الدین تھانیسری کا مختصر حال	,,
۱۶۳	جلال الدین تھانیسری کی کرامت	۱۴۷
۱۶۴	حق تعالیٰ کے انعامات لامحدود	۱۴۸
۱۶۵	سورج کی بے پناہ وسعت	,,

۱۶۶	فکر انسانی کی محدود پرواز	۱۴۹
۱۶۷	اب بھی بہت سے مقامات نامعلوم ہیں	۱۵۰
۱۶۸	آسٹریلیا کی ایک عجیب دریافت	”
۱۶۹	آسمان، قدرت خداوندی کا مظہر	۱۵۱
۱۷۰	وَاِنَّا لَمُوْسِعُوْنَ کے معنی	۱۵۲
۱۷۱	زمین انسان کا بچھونا ہے	۱۵۲
۱۷۲	قاضی صاحبان کے مورث اعلی	”
۱۷۳	جنّات کا مدفن کہاں ہے؟	۱۵۳
۱۷۴	تیمّم وضو اور غسل کا نائب کیوں ہے؟	”
۱۷۵	حضرت علیؓ کی کنیت ابوتراب	۱۵۴
۱۷۶	مٹی سے عاجزی پیدا ہوتی ہے	”
۱۷۷	تیمّم کس کس چیز سے کیا جاسکتا ہے؟	۱۵۵
۱۷۸	نعمائے الٰہی کا مراقبہ اور فکر	”
۱۷۹	پہلے زمانے کے ایک عابد کا قصہ	۱۵۶
۱۸۰	عابد کے پہاڑی پر پہنچنے کا واقعہ	”
۱۸۱	عرق انار، نعمت بھی اور قوت بھی	۱۵۷
۱۸۲	مکہ مکرمہ کا ایک عجیب قصہ	”
۱۸۳	مکہ مکرمہ کے ایک بزرگ کی کرامت	۱۵۸
۱۸۴	اور جب پتھر انار بن گئے	۱۵۹

۱۸۵	مکہ مکرمہ کا دوسرا عجیب قصہ	۱۶۱
۱۸۶	اور جب مردہ زندہ ہوا	,,
۱۸۷	اور جب سارا شہر سنسان ہو گیا	۱۶۲
۱۸۸	میت کو غسل دینے کا اجر وثواب	۱۶۳
۱۸۹	نہلانے والے کے لیے دو ہدایتیں	,,
۱۹۰	مردے کی غیبت کے متعلق ایک واقعہ	۱۶۳
۱۹۱	غسل میت کا ایک ضروری مسئلہ	,,
۱۹۲	جب غسال عورت کا ہاتھ چپک گیا	۱۶۴
۱۹۳	شکریہ ادا کرنے کا پہلا طریقہ	۱۶۷
۱۹۴	دعائے ماثور کے متعلق ایک تحقیق	۱۶۸
۱۹۵	شکریہ ادا کرنے کا دوسرا طریقہ	,,
۱۹۶	نذر پوری کرنے کا ایک طریقہ	۱۷۰
۱۹۷	شیخ سلیمان جمل، ایک تعارف	,,
۱۹۸	جمل، نام رکھنے کی وجہ	,,
۱۹۹	اونٹ کی خاصیت	,,
۲۰۰	اصل شکریہ کیا ہے؟	۱۷۲
۲۰۱	گناہوں کو مٹانے والی دعا	,,
۲۰۲	میّت کا چہرا قبلہ رخ کرنے کی حکمت	۱۸۰
۲۰۳	بیت اللہ کو دیکھنا بھی عبادت ہے	,,

۲۰۴	میّت کی ہر طاقت بڑھ جاتی ہے	۱۸۰
۲۰۵	میت سے ہونے والے تین سوال	۱۸۱
۲۰۶	میت کے چلانے کی آواز	,,
۲۰۷	پرانی میّت بیت اللہ کو کیسے دیکھتی ہے؟	,,
۲۰۸	قبور کے نشانات باقی رکھنے کی حکمت	۱۸۲
۲۰۹	استقبال میت کا فائدہ	۱۸۳
۲۰۱	حضرت عبداللہ بن عمروؓ کی وصیت	۱۸۴
۲۱۱	خَمْسِیْنَ اَلْفَ سَنَةٍ. یہ مقدار کس چیز کی ہے؟	۱۸۶
۲۱۲	قاری قرآن اور صاحب قرآن کا فرق	,,
۲۱۳	ہر نعمت انسان کے لیے ہے	۱۹۰
۲۱۴	حرام چیز بھی نفع سے خالی نہیں	,,
۲۱۵	حق تعالیٰ کی صفات لامحدود	۱۹۱
۲۱۶	حق تعالیٰ کی صفات کے مظہر	,,
۲۱۷	ایک صحابیہ کے سوال وجواب کا واقعہ	۱۹۲
۲۱۸	عذاب کن لوگوں کو ہوگا؟	,,
۲۱۹	حق تعالیٰ کے عذاب دینے کی وجہ	۱۹۳
۲۲۰	عبد اور معبود کی محبت کا فرق	۱۹۴
۲۲۱	پہلی اُمّتوں پر اُمّت محمّدیہ کی برتری	۱۹۵
۲۲۲	پہلی امتوں کا مشاہدہ	,,

۲۲۳	بنی اسرائیل کا معائنہ	۱۹۵
۲۲۴	امت محمدیہ کی کثرت	۱۹۶
۲۲۵	صدیق اکبر کی امت کے حق میں سفارش	,,
۲۲۶	حضرت عمرؓ کی مغفرت کی درخواست	۱۹۷
۲۲۷	افضلیت عمرؓ کے ایک شبہ کا جواب	۱۹۷
۲۲۸	حضرت ابو بکرؓ ہی افضل ہیں	۱۹۸
۲۲۹	امّت کا حساب ہونے کی حکمت	,,
۲۳۰	امّت محمدیہ کے کارنامے	,,
۲۳۱	حق تعالیٰ کا ایک اہم ضابطہ	۱۹۹
۲۳۲	خواجہ اجمیری کے ہاتھ پر قبول اسلام	۲۰۰
۲۳۳	آخری دور کے ایک عظیم مبلغ	,,
۲۳۴	بڑوں کی دعاؤں کا حسن نتیجہ	۲۰۱
۲۳۵	مشائخ کاندھلہ کی بے مثال قربانی	,,
۲۳۶	مرکز نظام الدین دہلی کا ابتدائی حال	۲۰۲
۲۳۷	مجاہدات کا ثمرہ اور برکت	۲۰۳
۲۳۸	خواجہ اجمیری، سلطان الہند	۲۰۴
۲۳۹	روحانی سلطنت کا رعب وداب	,,
۲۴۰	نُصِرتُ بِالرُّعبِ کا ظہور	,,
۲۴۱	نصرت الٰہی دین کے ساتھ ہے	۲۰۵

۲۴۲	دولت سے مسائل حل نہیں ہوتے	۲۰۵
۲۴۳	حضرت رفاعی، ایک عظیم شخصیت	,,
۲۴۴	حضرت رفاعی کا مسجد نبوی کا واقعہ	۲۰۶
۲۴۵	حضرت رفاعی اور علاج کبر	۲۰۷
۲۴۶	اصحاب الیمین کی دو قسمیں	۲۰۸
۲۴۷	قبروں سے اٹھنے کا منظر	۲۰۹
۲۴۸	بی بی آمنہ کی قبر کی جگہ	,,
۲۴۹	جنت کے دروازوں کی تعداد	۲۱۰
۲۵۰	قبر کے سوال وجواب کی حیثیت	۲۱۲
۲۵۱	اصل حساب حشر میں ہوگا	,,
۲۵۲	**تخلیق انسان کی غرض وغایت**	۲۱۴
۲۵۳	تخلیق انسانی کی غرض وغایت	۲۱۵
۲۵۴	قدر پہچاننے کا اصول	,,
۲۵۵	اللہ کے رب ہونے کا مفہوم	۲۱۶
۲۵۶	آخرت کی فکر اصل ہے	۲۱۷
۲۵۷	سمجھ دار آدمی کون ہے؟	,,
۲۵۸	اچھائی کے مختلف معیار	,,
۲۵۹	حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا مقام	۲۱۹

۲۶۰	نبی کریمؐ کا پاجامہ کو پسند فرمانا	۲۱۹
۲۶۱	ابن مسعود کی جسمانی کمزوری	۲۲۰
۲۶۲	جبل احد ہمارا محبوب ہے	,,
۲۶۳	احد پہاڑ کی میزبانی	۲۲۱
۲۶۴	اور جب احد پہاڑ خوشی میں جھوم اٹھا	۲۲۱
۲۶۵	اعمال کیسے تولے جائیں گے؟	۲۲۲
۲۶۶	پاکی آدھا ایمان ہے	۲۲۳
۲۶۷	تیسرے کلمے کا اجر و ثواب	,,
۲۶۸	دین کی نیکیاں بے شمار ہے	۲۲۵
۲۶۹	کسی کا جوتا ہاتھ میں اٹھانا بھی نیکی ہے	,,
۲۷۰	قطب عالم بننے کا نسخہ	۲۲۶
۲۷۱	علم حاصل کرنے کا عجیب شوق	,,
۲۷۲	ایک حدیث مسلسلات کی سند	۲۲۷
۲۷۳	مدد الٰہی حاصل کرنے کا طریقہ	,,
۲۷۴	ابن عباس اور مسلمان کی ہم دردی	۲۲۸
۲۷۵	خدمت اور نفلی اعتکاف کا ثواب	,,
۲۷۶	ایک دن کے نفلی اعتکاف کا ثواب	۲۲۹
۲۷۷	مسلمان کی ضرورت پوری کرنے کا اجر	,,
۲۷۸	مولانا مظفر صاحب کا جذبۂ خدمت	۲۳۰

۲۷۹	مرد حقانی کی پیشانی کا نور	۲۳۰
۲۸۰	حضرت شیخ الحدیثؒ کا ایک واقعہ	,,
۲۸۱	شیخ زکریاؒ سے لیا گیا ایک اقرار	۲۳۱
۲۸۲	قمر عنایت علی، ایک تعارف	,,
۲۸۳	شامی کا نام اور اس کے معنی	۲۳۲
۲۸۴	وہ اشخاص جن سے سوال نہیں ہوگا	,,
۲۸۵	صدیقیت کا مرتبہ کب ملتا ہے؟	,,
۲۸۶	شاہ عبد الرحیم رائے پوری صدیق تھے	,,
۲۸۷	شاہ عبد الرحیم کا مرثیہ	۲۳۳
۲۸۸	حضرت موسیٰ کے دو وصف	۲۳۵
۲۸۹	نبی را نبی می شناسد	۲۳۶
۲۹۰	حضرت موسیٰ کے نکاح کا مہر	,,
۲۹۱	حضرت موسیٰ کی بکری پر شفقت	۲۳۷
۲۹۲	حق تعالیٰ کی لامحدود مخلوقات	۲۴۲
۲۹۳	فرشتوں کی تقابلی تعداد	,,
۲۹۴	یاجوج ماجوج کی کثرت	,,
۲۹۵	یاجوج ماجوج کی عمریں	۲۴۳
۲۹۶	ایک سفر کا نصیحت آموز واقعہ	۲۴۴
۲۹۷	قرب قیامت کے بعض احوال	,,

۲۹۸	جنتیوں اور جہنمیوں کی تقسیم	۲۴۶
۲۹۹	انسان کی آنکھیں کب کھلیں گی؟	۲۴۷
۳۰۰	زلزلہ قیامت سے پہلے ہے یا بعد میں؟	"
۳۰۱	دوبارہ زندہ ہونے کی صورتیں	۲۴۸
۳۰۲	امّت محمدیہ کے جنتیوں کی تعداد	۲۵۰
۳۰۳	جنّت میں جانے والوں کی صفیں	۲۵۱
۳۰۴	اہل جنت کی صفوں کی لمبائی	"
۳۰۵	مخلوق کے حساب کا وقت	۲۵۲
۳۰۶	یاجوج ماجوج کی عجیب کیفیت	۲۵۵
۳۰۷	مخلوقات کی تخمینی تعداد	۲۵۶
۳۰۸	کمپیوٹر والوں کی عاجزی	"
۳۰۹	فرشتوں کے رکوع و سجدے کی تسبیح	۲۶۱
۳۱۰	سجدے میں پڑھی جانے والی دعا	"
۳۱۱	حضرت داوٗد کا لمبا سجدہ	۲۶۲
۳۱۲	خلافت اور اُسکے متعلقات	۲۶۳
۳۱۳	خلیفہ کے معنی	"
۳۱۴	جنّات سے پہلے کی دو عجیب مخلوق	"
۳۱۵	لفظ خلیفہ کا قرآن میں استعمال	"

۳۱۶	امتحان اور آزمائش کی چیز	۲۶۴
۳۱۷	لفظ خلف کی تحقیق	,,
۳۱۸	اپنے بڑوں کے صحیح جانشین	۲۶۵
۳۱۹	اپنے بڑوں کو بدنام کرنے والے	۲۶۵
۳۲۰	مشائخ کی گدیوں کا حال	,,
۳۲۱	حضرت صابر کلیری، ایک تعارف	۲۶۶
۳۲۲	خواجہ صابر کی گم نامی	,,
۳۲۳	نمک کے گولروں سے میزبانی	۲۶۷
۳۲۴	بابا کا خادم سلطان کی خدمت میں	,,
۳۲۵	دومریدوں کے احوال پر شیخ کی عارفانہ نظر	۲۶۸
۳۲۶	خواجہ صابر کا عجیب استغراق	۲۶۹
۳۲۷	خانقاہ صابری میں شرمناک حرکتیں	,,
۳۲۸	کلیر شریف میں ایک اصلاحی کوشش	,,
۳۲۹	اہل اللہ کی زندگی کا اصل مقصد	۲۷۰
۳۳۰	حضرت والا کی اصلاحی کوشش کا ایک واقعہ	,,
۳۳۱	مزعومہ شہادت کی رات	۲۷۱
۳۳۲	کلیر شریف میں حق کی آواز	۲۷۲
۳۳۳	اصلاح کی ذمہ داری کس پر؟	,,
۳۳۴	بابا فرید کا اہتمام نماز	۲۷۳

۳۳۵	نماز مومن کی معراج ہے۔	۲۷۴
۳۳۶	ہر آدمی کے لیے یاد رکھنے کی بات	,,
۳۳۷	عرش الٰہی کے قریب ندائے صدیقی	۲۷۵
۳۳۸	لفظ صلات کے متعدد معنی	۲۷۵
۳۳۹	نبی کی طرف سے جناب باری میں ہدیہ	۲۷۶
۳۴۰	حق تعالیٰ کے تین انعامات	۲۷۷
۳۴۱	نبی رحمتؐ کی امت پر شفقت	,,
۳۴۲	انبیاء، اللہ کے خلیفہ ہیں	۲۷۸
۳۴۳	مسئلہ خلافت کی اہمیت	۲۷۹
۳۴۴	جسد آدم بنانے کا واقعہ	۲۹۰
۳۴۵	خاک آدم پر خوشی و غمی کی بارش	۲۸۱
۳۴۶	خاکی انسان کے خمیر کی کیفیت	,,
۳۴۷	جسم آدم کہاں بنایا گیا؟	۲۸۲
۳۴۸	پتلہ آدم کا ابلیسی معائنہ	,,
۳۴۹	انسان کے متعلق شیطان کا تاثر	,,
۳۵۰	جب جسم آدم میں روح ڈالی گئی	,,
۳۵۱	حضرت آدم اور فرشتوں کی سنت	۲۸۳
۳۵۲	جب حضرت آدم کی آنکھیں کھلیں؟	,,
۳۵۳	دعائے آدم کی قبولیت کا پہلا راز	۲۸۴

۳۵۴	مقام محمد اور شان محمد ﷺ	۲۸۴
۳۵۵	دعائے آدم کی قبولیت کا دوسرا راز	۲۸۶
۳۵۶	بنی نوع انسان کا اعزاز واکرام	۲۸۸
۳۵۷	حضرت آدم کے لیے آرائش عالم	”
۳۵۸	شیطان اور خدائے تعالی کا مکالمہ	۲۸۹
۳۵۹	حق تعالی کی لامحدود مغفرت	۲۹۰
۳۶۰	بعد وفات مومن کراما کاتبین کا ٹھکانہ	۲۹۱
۳۶۱	بعد وفات ثواب پانے والے تین اشخاص	۲۹۲
۳۶۲	اولاد کی دعا کا ثواب عظیم	۲۹۳
۳۶۳	دوسروں کے لیے دعا کرنے کا اجر	”
۳۶۴	۲۵/یا ۲۷/مرتبہ استغفار کی حکمت	۲۹۴
۳۶۵	نیکیاں کمانے کا آسان نسخہ	”
۳۶۶	دعا مانگنے سے پہلے استغفار	۲۹۵
۳۶۷	کمزوروں کے سبب روزی ملتی ہے	”
۳۶۸	عہد نبوی کے دو بھائیوں کا واقعہ	۲۹۶
۳۶۹	تخلیق آدم کے ذکر کی حکمت	۲۹۷
۳۷۰	امن کی دو چیزیں	۲۹۸
۳۷۱	انسان کے محافظ فرشتے	۲۹۹

۳۷۲	محافظ فرشتوں کی تعداد	۳۰۰
۳۷۳	بلوغ کا ابتدائی اور انتہائی وقت	۳۰۱
۳۷۴	بہشتی زیور کا ایک مسئلہ	۳۰۲
۳۷۵	نماز دوبارہ پڑھنے کی ایک صورت	,,
۳۷۶	نماز دوبارہ پڑھنے کی دوسری صورت	۳۰۳
۳۷۷	حج دوبارہ کرنے کی ایک صورت	,,
۳۷۸	حج کے فرائض کی وضاحت	,,
۳۷۹	حج کا رکن اعظم وقوف عرفہ	۳۰۴
۳۸۰	توبہ کے ارکان تین ہیں	,,
۳۸۱	توبہ کا پہلا رکن	۳۰۵
۳۸۲	توبہ کا دوسرا رکن	,,
۳۸۳	توبہ کے متعلق ایک واقعہ	۳۰۶
۳۸۴	آسمانوں کا دروازہ "باب التوبہ"	۳۰۷
۳۸۵	کس وقت کا ایمان فائدہ نہیں دے گا؟	۳۰۸
۳۸۶	اللہ تعالیٰ کے ہاتھ بڑھانے کے معنی	۳۱۰
۳۸۷	وقت موت کی دو حالتیں	۳۱۱
۳۸۸	حالت یاس کا ایمان معتبر ہے	,,
۳۸۹	حالت باس کا ایمان معتبر نہیں	,,
۳۹۰	ایمان بالغیب معتبر ہے	,,

۳۹۱	صحابہ اور ہمارے مزاج کا فرق	۳۱۲
۳۹۲	نیکی کی بہت سی قسمیں ہیں	۳۱۳
۳۹۳	راستے سے تکلیف دہ چیز کا ہٹانا	۳۱۴
۳۹۴	راستوں میں بیٹھنا منع ہے	”
۳۹۵	راستوں میں بیٹھنے کے حقوق	۳۱۵
۳۹۶	راستے کا پہلا حق	”
۳۹۷	راستے کا دوسرا حق	”
۳۹۸	جماعت تبلیغ کے ابتدائی احوال	”
۳۹۹	راستے کا تیسرا حق	۳۱۷
۴۰۰	راستے کا چوتھا حق	”
۴۰۱	راستے کا پانچواں حق	”
۴۰۲	راستے کا چھٹا حق	۳۱۸
۴۰۳	ہر زبان کا سیکھنا جائز ہے	۳۱۹
۴۰۴	اہل عرب سے محبت کی تین وجہیں	”
۴۰۵	زبانوں کا اختلاف، قدرت الٰہی کی نشانی	”
۴۰۶	عہد آدمؑ میں زبانوں کی تعداد	۳۲۰
۴۰۷	عہد آدم میں نکاح کا طریقہ	”
۴۰۸	روز اوّل سے ابد تک کی دو عبادتیں	۳۲۱
۴۰۹	جملہ انبیا ایمان اور نکاح کے مامور تھے۔	”

۴۱۰	حضرت یحییٰ کی خشیت الٰہی	۳۲۲
۴۱۱	نزول عیسیٰ کا مختصر واقعہ	۳۲۲
۴۱۲	فتح دمشق کی پیشین گوئی	۳۲۳
۴۱۳	سلمان فارسی کا مدبرانہ مشورہ	۳۲۴
۴۱۴	حضرت ابوعبیدہ، ایک مختصر تعارف	۳۲۵
۴۱۵	غزوۂ دمشق کا مختصر واقعہ	۳۲۶
۴۱۶	دمشق کا کنیسۂ مریم	۳۲۷
۴۱۷	اور جب کنیسۂ مریم تقسیم ہوا	۳۲۸
۴۱۸	خلفائے مسلمین کے اسمائے گرامی	۳۲۹
۴۱۹	مسجد دمشق کے تعمیری حالات	"
۴۲۰	مسجد دمشق کا تعمیری صرفہ	"
۴۲۱	جامع اموی کی عجیب شان	۳۳۰
۴۲۲	حضرت عمر بن عبدالعزیز کا فیصلہ	"
۴۲۳	شاہ عادل کی جامع اموی میں پہلی نماز	۳۳۱
۴۲۴	حضرت آدمؑ کو تعلیمِ اسماء اور اقوالِ علماء	۳۳۳
۴۲۵	فرشتوں کی عرض داشت کا منشا	"
۴۲۶	تعلیم اسما میں علما کے اقوال	"
۴۲۷	حضرت آدم کے دو سوال	۳۳۴

۴۲۸	حضرت موسیٰ کے تین سوال	۳۳۴
۴۲۹	حق تعالیٰ کا جواب باصواب	۳۳۵
۴۳۰	شکریے کی توفیق کب ہوتی ہے؟	”
۴۳۱	صحابہ کی تنگی معاش کا ایک واقعہ	۳۳۶
۴۳۲	کھجور کے بارے میں دو باتیں	۳۳۷
۴۳۳	سب سے زیادہ قوی غذا	۳۳۸
۴۳۴	والدین کے ذمہ اولاد کے حقوق	”
۴۳۵	اذان کے بعد صحبت کا اثر	۳۳۹
۴۳۶	بچے کے سامنے ننگے ہونے کا اثر	۳۴۰
۴۳۷	اولاد کا سب سے پہلا حق	”
۴۳۸	زرد رنگ کا حکم	”
۴۳۹	گیندے کے پھول کا رواج کیوں؟	۳۴۱
۴۴۰	مسلمانوں کے لیے اصل پھول	”
۴۴۱	اولاد کا دوسرا حق تحنیک	”
۴۴۲	اولاد کا تیسرا حق، عقیقہ	۳۴۲
۴۴۳	عقیقہ، اور اقوال فقہاء	”
۴۴۵	اولاد کا چوتھا حق، اچھا نام رکھنا	”
۴۴۶	اللہ تعالیٰ کے نزدیک پسندیدہ نام	”
۴۴۷	محمد نام والے کا احترام ضروری ہے۔	۳۴۳

۴۴۸	محمد کے مسمّی کو برا نہ کہو	۳۴۴
۴۴۹	محمد نام والے پر جہنم حرام ہے	۳۴۴
۴۵۰	نام تجویز کرنے کے متعلق ایک واقعہ	,,
۴۵۱	جبّار اور جابر کے معنی	۳۴۵
۴۵۲	اولاد کا پانچواں حق	,,
۴۵۳	کلمہ طیبہ بچے کو سکھانے کا فائدہ	,,
۴۵۴	موت علی الایمان کا آسان طریقہ	,,
۴۵۵	مولانا محمد یحییٰ کے حفظ قرآن کا واقعہ	۳۴۶
۴۵۶	روزانہ ختم قرآن کا معمول	,,
۴۵۷	بنو عبد المطلب کا ایک معمول	,,
۴۵۸	اولاد کا چھٹا حق	۳۴۷
۴۵۹	اولاد کا ساتواں حق	۳۴۸
۴۶۰	اولاد کا آٹھواں حق	,,
۴۶۱	نکاح میں وکیل و گواہ کا طریقہ کار	,,
۴۶۲	مہر کی تعیین کا درجہ	۳۴۹
۴۶۳	مہر مثل واجب ہونے کی ایک صورت	,,
۴۶۴	مہر مثل واجب ہونے کی دوسری صورت	۳۵۰
۴۶۵	عورت کا مہر دین قوی ہے۔	,,
۴۶۶	دین مہر میں عورت کو حق رجوع حاصل ہے۔	,,

۴۶۷	تخلیق آدم کی حکمت و مصلحت	۳۵۲
۴۶۸	ابن عطیہ کی عمدہ تفسیر	"
۴۶۹	معتزلہ کے اعتراض کا جواب	۳۵۴
۴۷۰	انبیاء اور اولیاء وجہ تخلیق کائنات	"
۴۷۱	ایک غیر معروف ولی کامل	۳۵۵
۴۷۲	حق تعالی کو نیکی بہت پسند ہے	۳۵۶
۴۷۳	حکمت الٰہی کا ایک واقعہ	"
۴۷۴	جنگل کے بادشاہ شیر کی خاصیت	۳۵۷
۴۷۵	حکمت الٰہی کی وضاحت	"
۴۷۶	بندوں کے معاملات میں تدبیر الٰہی	۳۵۸
۴۷۷	ایک آیت کا ترجمہ و مفہوم	"
۴۷۸	قرب حق دلانے والی چیز	۳۵۹
۴۷۹	ایک خادم صحابی کا واقعہ	۳۶۰
۴۸۰	خواجہ باقی باللہ کا تعارف	۳۶۱
۴۸۱	اکبر کے دور حکومت کا مختصر حال	"
۴۸۲	خواجہ باقی باللہ کا فقر و فاقہ	۳۶۲
۴۸۳	نان بائی کا واقعہ	"
۴۸۴	فقیری میں بادشاہی کا لطف	۳۶۳

۴۸۵	مجدد صاحب کی درگاہ کا سکون	۳۶۳
۴۸۶	غم دور کرنے والی دعا	”
۴۸۷	خواجہ باقی باللہ کی توجہ اتحادی	۳۶۵
۴۸۸	توجہ کی سب سے اعلیٰ قسم	۳۶۶
۴۸۹	اولیائے کرام کی توجہ اتحادی	”
۴۹۰	توجہ کی چار قسمیں ہیں	”
۴۹۱	وحی کی ابتدائی کیفیت	۳۶۸
۴۹۲	نبوت سے پہلے کی عبادت	”
۴۹۳	غور و فکر کرنے کی فضیلت	”
۴۹۴	عربی احادیث سنانے کا مقصد	۳۶۹
۴۹۵	شیخ عبدالعزیز دبّاغ کی احادیث کی پرکھ	۳۷۰
۴۹۶	حدیث نبوی کا نور	۳۷۱
۴۹۷	سورۂ آل عمران کے آخری رکوع کی فضیلت	”
۴۹۸	عبادت نبوی کا عجیب واقعہ	۳۷۲
۴۹۹	حضرت عائشہؓ کی فراست	۳۷۳
۵۰۰	جناب رسول اللہ ﷺ کے آنسو	”
۵۰۱	فجر کی سنتوں کی مسنون قرأت	۳۷۴
۵۰۲	نماز فجر کا وقت مسنون	”
۵۰۳	ابتداء وحی اور سبز رومال کی پیشی	۳۷۶

۵۰۴	حضرت جبرئیل کی توجہ اتحادی	۳۷۶
۵۰۵	مجھے کمبل اڑھادو	۳۷۷
۵۰۶	حضرت خدیجہؓ کی زبانی اخلاق نبی کا بیان	”
۸۰۷	پہلی وحی کے وقت خوف کی وجہ	۳۷۸
۵۰۸	خوف کے متعلق صوفیا کی توجیہ	”
۵۰۹	مولانا محمد الیاس صاحب کا خواب اور فکر	”
۵۱۰	ورقہ بن نوفل کی پیش گوئی	۳۸۰
۵۱۱	سلسلہ وحی کا انقطاع	”
۵۱۲	انقطاع وحی کے زمانے کا حال	”
۵۱۳	انقطاع کے بعد کی سب سے پہلی وحی	۳۸۱
۵۱۴	نوتے کا طریقہ اور اس کا حکم	”
۵۱۵	مرض الوفات کے بعض واقعات۔	۳۸۳
۵۱۶	آپؐ کا مسواک کو پسند فرمانا	۳۸۴
۵۱۷	حضرت تھانوی کا آخری حال	۳۸۵
۵۱۸	حضرت تھانوی کی وفات کا واقعہ	۳۸۶
۵۱۹	نزع کی تکلیف سب کو ہوتی ہے	۳۸۷
۵۲۰	حضرت موسیٰ کی نزاعی تکلیف	”
۵۲۱	انبیا پر شدائد کیوں آتے ہیں؟	۳۸۸
۵۲۲	مومن کی قبض روح کی کیفیت	۳۸۹

۵۲۳	موت کی خبر اور حضرت مولانا کی خوشی	۳۸۹
۵۲۴	مولانا محمد ادریس صاحب کا واقعہ	۳۹۰
۵۲۵	ڈاکٹری دواؤں کا حکم	”
۵۲۶	دوا میں الکحل ملانے کی وجہ	”
۵۲۷	جب حکیم کو بلوایا گیا	۳۹۱
۵۲۸	اطبا کا ایک اصول	”
۵۲۹	موت کی خبر اور حضرت مولانا کی خوشی	۳۹۲
۵۳۰	موت کی خبر سے خوشی کی وجہ	”
۵۳۱	بوقت موت مومن کی عجیب خوشی	۳۹۳
۵۳۲	موت کی نرمی اور سختی کی مثال	”
۵۳۳	اللہ جل شانہ، کے اسمائے صِفاتی	۳۹۵
۵۳۴	حق تعالی کے اسمائے گرامی	”
۵۳۵	اولیائے کرام کی ایک کرامت طی الآن	”
۵۳۶	سب سے زیادہ مذکور صفاتی نام	۳۹۶
۵۳۷	قرآن میں اسم رب کتنی جگہ آیا ہے؟	”
۵۳۸	قرآن میں سب سے پہلا صفتی نام	۳۹۷
۵۳۹	پالنے والی ذات اللہ کی ہے	”
۵۴۰	کھانا پانی بھی حکم الٰہی کا پابند ہے	”

۵۴۱	قبر کے سوال میں بھی رب کا لفظ ہے	۳۹۸
۵۴۲	سوال قبر کے وقت کافر کا حال	۳۹۹
۵۴۳	فرشتوں کے گرز کی کیفیت	,,
۵۴۴	ایمان کی لذت کب حاصل ہوگی؟	۴۰۰
۵۴۵	رب کی معنی اور مفہوم	,,
۵۴۶	خواہش پوری ہونے کی جگہ	۴۰۱
۵۴۷	امام ابوداؤد کا چار حدیثوں کا انتخاب	,,
۵۴۸	اعمال کا مدار نیت پر ہے۔	۴۰۲
۵۴۹	غیر اللہ کے لیے عمل کرنے کا انجام	,,
۵۵۰	اللہ کے لیے گھر چھوڑنے کا ثواب	۴۰۳
۵۵۱	نیت پر ثواب کے مدار کا ایک واقعہ	,,
۵۵۲	سیدنا حضرت عمرؓ کا معمول	۴۰۴
۵۵۳	دین کے لیے مکہ جانے کا ثواب	۴۰۵
۵۵۴	حجِ مبرور کا بدلہ	,,
۵۵۵	دین اور آبرو بچانے کی بات	۴۰۶
۵۵۶	انسان کے اسلام کی خوبی	,,
۵۵۷	وحی کے لغوی معنی	۴۰۸
۵۵۸	اساتذہ کی دعا اور برکت	,,
۵۵۹	حقیقی مولوی کون ہے؟	,,
۵۶۰	مولوی کتنے دنوں میں بنتا ہے؟	۴۰۸

کتاب کا تعارف

۱۔ زیر نظر کتاب حضرت اقدس مرشدی مد ظلہ العالی کی ان تقاریر کا مجموعہ ہے جو آپ نے مسجد محلّہ مولویان کاندھلہ میں ترجمہ قرآن کے دوران فرمائی تھیں۔ اور یہ تقاریر صرف ایک آیت

وَاِذْقَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةً

کے متعلق ہیں۔ اور اس ایک آیت کا مواد بھی مکمل نہیں بلکہ صرف نو دن کی تقریریں ہیں۔ حالاں کہ آپ نے صرف اس ایک آیت پر کم و بیش پینتالیس دن تک کلام فرمایا تھا۔ اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ کیا کیا نکات اور کتنی گراں قدر معلومات اور علمی لطائف آپ نے بیان فرمائے ہوں گے۔

۲۔ قارئین اس بات کو نظر انداز نہ کریں کہ یہ کتاب تفسیر کی کوئی مستقل تصنیف نہیں کہ جس میں از اول تا آخر صرف تفسیر ہی تفسیر ہو بل کہ یہ آپ کے وہ افادات ہیں جو آپ نے ترجمہ قرآن کے ذیل میں مجمع کے لحاظ سے بیان فرمائے ہیں۔ چوں کہ سامعین میں ہر طرح کے حضرات ہوتے تھے اس لیے ان فرمودات میں دینی، علمی، اصلاحی، فقہی، قومی، معاشرتی، سیاسی ہر طرح کے مسائل آگئے ہیں، اسی واسطے آپ دیکھیں گے کہ معمولی مناسبت

سے جو بات زبان پر آگئی اس کو آپ نے تشنہ نہیں چھوڑا، بلکہ اس پر مفصل کلام فرمایا ہے۔ نیز چوں کہ حق تعالی نے آپ کے دل پر علم کا چشمہ جاری فرمادیا ہے اس لیے بات میں سے بات نکلتی جاتی ہے اور مناسبت سے بہت سے مسائل زیر بیان آگئے ہیں۔

۳۔ یوں تو اللہ نے آپ کو تفسیر، حدیث، فقہ سب ہی علوم میں ملکہ اور رسوخ عطا فرمایا ہے۔ چناں چہ لمبی لمبی احادیث اور فقہ کی بڑی بڑی عبارتیں آپ کو از بر یاد ہیں ۔ اور ایسے پڑھتے چلے جاتے ہیں جیسے کوئی حافظ، قرآن پڑھ رہا ہو۔ لیکن ان سب میں علم تفسیر میں آپ کو خاص درک حاصل ہے۔ آپ نے باون سال تک ترجمۂ قرآن کا سلسلہ جاری رکھا۔ اور اس عرصے میں پانچ دور مکمل فرمائے۔ اور متقدمین و متاخرین کی تقریباً تیس پینتیس تفسیروں کا گہرائی اور گیرائی کے ساتھ مطالعہ فرمایا۔ جس کی بنا پر بلا مبالغہ کہا جا سکتا ہے کہ آپ علم تفسیر میں علمائے اقران میں سب سے ممتاز ہیں۔

۴۔ آپ نے ترجمہ قرآن کے سلسلے کے دوران دوسرے مذاہب کا بھی مطالعہ فرمایا۔ جس کی وجہ یہ ہوئی کہ ایک مرتبہ آپ کے شیخ و مرشد قطب العالم حضرت مولانا شاہ عبد القادر صاحب رائے پوریؒ نے رائے پور ہی میں آپ سے خلوت میں بلا کر معلوم کیا کہ کیا دیکھ رہے ہو؟ یعنی تفسیر کی کن کن کتابوں کا مطالعہ کر رہے ہو؟

آپ نے فرمایا: کہ تقریباً چودہ تفسیر زیر مطالعہ ہیں۔ دریافت فرمایا: مذاہب باطلہ کی کتابوں کا بھی مطالعہ کرتے ہو یا نہیں؟ عرض کیا: یہ تو ابھی نہیں کیا۔ فرمایا: اس موضوع کا بھی مطالعہ کرو۔

اس کے بعد آپ نے عیسائیت، ہندومت اور دوسرے گمراہ فرقوں کی کتابوں پر بھی عبور حاصل کیا۔

۵۔ غرض یہ کہ چوں کہ آپ نے کثرت سے بہت سے موضوعات کا مطالعہ کیا ہے اس لیے ناگزیر تھا کہ آپ کے افادات و فرمودات پر بھی اس کا اثر مرتب ہو۔ چناں چہ قارئین ملاحظہ فرمائیں گے کہ بات کی ابتدا کسی بات سے ہوئی۔ اور پھر بات میں سے بات نکلتی گئی یہاں تک کہ اختتام کسی اور بات پر ہوا۔ اسی لیے بہت سے مضمون ناتمام بھی رہ گئے۔ البتہ اس کو علمی کرامت کہیے یا زبان و بیان کی تاثیر کہ نہ تسلسل ختم ہوا اور نہ مضمون کی روانی میں کوئی فرق آیا۔

۶۔ بہر کیف! امت کے لیے سرمایۂ افتخار اور مصلح امت کی یہ علمی دستاویز حاضر خدمت ہے۔ مرتب سے زیادہ قارئین کی ناقد نظر اس کی رفعت شان کو ظاہر کرسکے گی۔

۷۔ بعض حضرات نے درسِ قرآن کے دوران تقاریر کو ٹیپ کرنے کا اہتمام کیا تھا۔ اور مولانا محمد اسجد صاحب سانجکی مدظلہ نے

قلم بند کرنے کا سلسلہ شروع کیا تھا۔ اس کتاب کا اکثر مواد انہی کیسٹوں اور مولانا محمد اسجد صاحب کی بیاض سے لیا گیا ہے۔ مولانا ابوالحسن ارشد صاحب نبیرہ حضرت مرشدی مد ظلہ العالی نے مسودہ اور کتابت کی تصحیح و تنقیح اور توضیح کے ذریعہ اس کتاب کی ترتیب میں خوب خوب تعاون فرمایا ہے۔ درحقیقت انہی حضرات کی توجہات اور کوششوں کا ثمرہ ہے کہ یہ کتاب تمام مراحل سے گزر کر قارئین کے ہاتھوں تک پہنچی ہے۔ حق تعالیٰ شانہ ان اہل علم کے علم و عمل میں ترقی عطا فرمائے، اور اپنی شایان ان حضرات کو جزائے جمیل عطا فرمائے۔

ابوالعرفات محمد ناصر تاولوی
خادم جامعہ حکیم الامت اسارا، ضلع باغپت
۲۰/رجب ۱۴۲۱ھ

تحریر لطیف از مولانا ابو محسن ارشد کاندھلوی

الحمد لله وحده، والصلاة والسلام على من لا نبی بعدہٗ وبعد.

عن عثمان بن عفانؓ قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم خيركم من تعلم القرآن وعلمه، اوكما قال عليه الصلوٰة والسلام.

آقاؤں کے آقا سرداروں کے سردار،اماموں کے امام مقتداؤں کے مقتدا سرکار دو عالم ﷺ جس ذات کی وجہ سے تمام عالم وجود میں آئے خواہ وہ عالم انسانیت ہو یا عالم الحیوان ہو، عالم دنیا ہو یا برزخ یا آخرت، عالم بر ہو یا بحر، عالم کا وجود جس ذات کے وجود پر موقوف ہے تو ظاہر ہے کہ وہ ذات تمام عالم میں افضل وارفع بھی ہوگی جب وہ افضل اور ارفع ہے تو اس کے تمام افعال واقوال بھی ہر اک سے بلند و بالا ہوں گے، تو یہ مختصر سی حدیث بھی اسی عظیم انسان اور عالی مرتبت ذات اقدس کی ہے جس نے تمام انسانیت میں اگر خیریت کو اور بلندی و برتری کو گردانا ہے تو اللہ رب العزت کے کلام پاک کو پڑھنے پڑھانے میں، یعنی تمام انسانوں میں افضل و بہتر اور اعلیٰ و بلند مقام پر وہ شخص ہے جس نے اللہ تبارک وتعالیٰ کے نازل کردہ کلام کو اپنا مقصد زندگی بنالیا، جس کا اوڑھنا بچھونا اٹھنا بیٹھنا سب کچھ اسی کام کی طرف لگا ہوا ہے، جس کا مشغلہ قرآن

کریم کو پڑھنا اور اس کو لوگوں کو پڑھانا اور سمجھانا اور اس کے مسائل سے عوام کو روشناس کرانا ہو۔ اس کے دقائق سے پردہ اٹھا کر عوام اور امت کو قرآن کی رغبت دلانا ہو اور اس کے مطابق عمل کرنے کا جذبہ پیدا کرنا، یہ سب امور جس شخص میں ہوں گے وہ اللہ رب العزت کے نزدیک سب انسانوں میں بہتر اور افضل ہے نیز نبی کریم ﷺ کا ایک معجزہ جوامع الکلم بھی ہے اور اس حدیث میں بھی عموم ہے اور یہ بھی بہت سی جہات کو جامع ہے!

یعنی مکتب کے ملاجی جو قاعدہ بغدادی پڑھا رہے ہیں وہ بھی اس میں داخل ہیں جو حافظ صاحب بچوں کو قرآن حفظ کرا رہے ہیں وہ بھی اس میں داخل ہیں اور جو قاری صاحب ترتیل قراءت کے قواعد بچوں کو سمجھا رہے ہیں وہ بھی اس میں داخل ہیں اور مولوی صاحب صرف و نحو، بلاغت و معانی کے قواعد ان کی اصطلاحات طلبہ کو بتا رہے ہیں وہ بھی اس میں داخل ہیں، اور جو مفسر صاحب قرآن کی تفسیر لوگوں کو بتا رہے ہیں کہ آیتوں کا شان نزول کیا ہے؟ کس موقعہ پر؟ کہاں؟ کس صحابی یا اور کسی خاص شخص یا قبیلہ کے بارے میں یہ آیت اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے محبوب ﷺ پر نازل فرمائی؟ اور اس سے کتنے مسائل مستنبط ہوتے ہیں؟ کس قدر دقائق و حقائق اس میں پائے جاتے ہیں؟ اس آیت کی تفسیر میں مفسرین کا کتنا اختلاف پایا جاتا ہے؟ اس حرف کی تفسیر کس

مفسر نے کیا کی ہے ؟اور دوسرے نے اس کے خلاف کیا بات سامنے رکھی ہے، قرآن میں کس قدر فصاحت و بلاغت اور اعجاز ہے ؟اس طرح کی تمام باتیں اور اس کے گرد و بیش کے علمی نکات بیان کرنے والا بھی اسی بشارت میں داخل ہے اور وہ بشارت ہے اللہ کے نزدیک افضل و اخیر ہونے کی اور جو شخص اللہ کے نزدیک افضل و بہتر ہو گا اللہ اسے یقیناً اپنے جوار رحمت میں جگہ عطا فرمائے گا۔

آپ حضرات کے ہاتھوں میں بھی اس وقت ایک مختصر سی تفسیر کی کتاب ہے یہ کتاب کس طرح کی ہے اس کو جان کر آپ کو یقیناً مسرت ہو گی۔ کہ یہ تفسیر میرے دادا حضرت اقدس مولانا افتخار الحسن صاحب کاندھلوی دامت برکاتہم کی نایاب و نادر تقاریر تفسیر کا ادنی سا حصہ ہے جس کو ہم شائع کرنے کی سعادت حاصل کررہے ہیں۔ حضرت اقدس مدظلہ نے اپنے عنفوان شباب سے ہی حضرت عکرمہؒ کی حدیث من غدا الی مسجد لیتعلم خیرا اویعلمه، فله اجر کاجر حاج تامت حجتهٗ، اوکما قال علیه الصلاة والسلام کہ جو شخص صبح سویرے اس نیت سے مسجد کی طرف قدم اٹھائے تاکہ کوئی خیر کی بات سیکھے یا لوگوں کو سکھائے تو اس کو مقبول حج کا ثواب دیا جائے گا، اس پر عمل کرنے کی غرض سے کہ روزانہ ایک مقبول حج کا ثواب ملے اور الحج المبرور لیس لهٗ جزاء الا الجنة، اوکما قال علیه السلام.

یعنی مقبول حج کا بدلہ سوائے جنت کے اور کچھ ہے ہی نہیں تو گویا روزانہ جنت کا وعدہ حضور ﷺ کی بشارت کے پیش نظر تازہ ہوتا رہے، اس غرض سے درس تفسیر کا سلسلہ شروع فرمایا روزانہ فجر بعد اپنی مسجد میں ایک ڈیڑھ گھنٹہ تفسیر کا معمول بنا لیا آہستہ آہستہ لوگوں کی تعداد میں اضافہ ہوتا گیا تو پھر جامع مسجد میں تفسیر شروع کر دی پہلا قرآن پانچ سال میں مکمل ہوا دوسرا چالیس سال کے دراز عرصہ میں مکمل ہوا اس کے اختتام میں حضرت مولانا علی میاںؒ اور حضرت جی مولانا انعام الحسنؒ کاندھلوی وغیرہ بہت سے اکابر تشریف لائے مولانا اظہار الحسن صاحبؒ جو حضرت اقدس کے بڑے بھائی تھے انہوں نے اسی مجلس میں دوسرا قرآن شروع کرادیا، حضرت اقدس نے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے جیسا کہ ہمیشہ حضرت اقدس کا شیوہ رہا ہے پھر تفسیر شروع فرمادی مگر مخاطب چونکہ عوام وغیر تعلیم یافتہ (جو علم تفسیر کے رموز و نکات سے نابلد نا و آشنا ہیں وہ) لوگ تھے البتہ وقتاً فوقتاً علماء وذی علم حضرات بھی اس درس سے فیض حاصل کرنے کی خاطر دور دراز سے سفر کر کے شریک درس ہوتے رہتے تھے مگر پھر بھی زیادہ تر عوام ہوتے تھے اسی لحاظ سے گفتگو اور خطاب کا انداز ہوتا تھا، ان کی فہم پر اتر کران کو سمجھانا پڑتا تھا، زبان بعض اوقات بالکل انہی کے طرز پر وہی الفاظ گاؤں والے استعمال کرنے پڑتے تھے، اس سے ہی عوام کو

فائدہ ہوتا تھا حتی کہ فجر کی نماز ہوتے ہی قصبہ کے چاروں طرف سے لوگ جوق در جوق جامع مسجد پہنچنا شروع ہو جاتے مسجد پوری بھر جاتی درس شروع ہوتا درمیان میں کوئی بھی شخص کسی مسئلہ کی وضاحت چاہتا تو بس پھر پورا درس اسی مسئلہ کی وضاحت میں ہوتا اس کے نظائر اس کے متعلق حضرات اکابر یا صحابہ کرام کے واقعات سناتے رہتے حتی کہ وقت تمام ہو جاتا، اور بعض مرتبہ تو قاری آیت تلاوت بھی نہ کرپاتا تھا کہ کسی نے اپنی ضرورت کے مسئلہ کو دریافت کیا اسی مسئلہ پر پورا گھنٹہ ختم ہو جاتا، یہاں تک کہ ایک ایک آیت کی تفسیر میں مہینوں گذر جاتے مگر اس کی تفسیر مکمل نہ ہو پاتی اس لئے کہ درمیان میں کسی اور موضوع کی طرف رخ ہو گیا تو بس وہی موضوع چلا جا رہا ہے۔ کلام ہے کہ ختم ہونے کو ہی نہیں آتا جس وقت کلام ہوتا ہے تو لگتا ہے کہ بس پورا زور مطالعہ اسی موضوع پر خرچ کیا ہے مگر پھر جب دوسرا موضوع چھڑا تو اس کا بھی یہی حال ہے اس بلا کا حافظہ اللہ نے عطا فرمایا ہے کہ فوراً ہر بات کا حوالہ زبان کی نوک پر رہتا ہے فلاں مصنف نے اپنی فلاں کتاب کے فلاں صفحہ پر اس بات کو یوں لکھا ہے، اس بات کو دیکھ کر اچھے اچھے علماء ششدر رہ جاتے ہیں کہ جس شخص کا کسی مدرسہ سے ایسا کوئی تعلق نہیں رہا کہ وہاں کے طلبہ کو بڑی بڑی کتابیں پڑھائی ہوں یا ہر وقت مطالعہ کرتا ہو بلکہ دن بھر دار دین و

متعلقین و متوسلین کا تانتا لگا رہتا ہے اتنی مصروفیات کے باوجود یہ باتیں کس طرح یاد رہتی ہیں، اور احادیث کا تو گویا ایک ذخیرہ ذہن میں موجود ہے ہر بات پر ایک حدیث سنا نے اس کا انطباق کرنے میں حضرت اقدس کو جو مہارت اور ملکہ حاصل ہے وہ دیکھنے میں نہیں آتا لمبی لمبی حدیثیں ایسی زبان زد ہیں کہ فر فر سناتے چلے جاتے ہیں ذی علم حضرات دانتوں میں انگلیاں دبائے بیٹھے رہتے ہیں یہ اوصاف ایسے ہیں جو زبان زد خاص و عام ہیں، آپ حضرات بھی مطالعہ سے اسکا بخوبی اندازہ کرلیں گے، اس کے علاوہ نہ جانے کتنے شیریں ترنکتے مسائل و احادیث صیحہ اکابرین امت کے واقعات آپ کو اس درس میں ملیں گے مگر بہت ہی افسوس ہے کہ تمام علمی دروس صرف اس وقت لوگوں کو وقتی فائدہ پہنچاتے رہے کسی نے ان علمی جواہر پاروں کو آئندہ نسلوں کے لیے محفوظ کرنے کی طرف توجہ نہ کی یہ بہت ہی بڑا نقصان ہے جس کا ہمیشہ افسوس ہی رہے گا کسی صاحب نے سورۂ بقرہ کی ایک آیت کی تفسیر کو ٹیپ ریکارڈ کے ذریعہ سے محفوظ کر لیا تھا اب جناب مولانا محمد ناصر صاحب نے اس کو ٹیپ سے نقل کر کے ترتیب دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کو جزائے خیر عطاء فرمائے۔ اور حضرت سے پوچھ پوچھ کر ان کے حوالجات بھی لکھے ہیں تاکہ ان مراجع سے علمی ذوق رکھنے والے حضرات کو بھی خاطر خواہ فائدہ حاصل ہو۔

مگر یہ دروس تفسیر بر سبیل تفسیر نہیں بلکہ بر سبیل خطاب ہے اس لئے اس میں علمائے مفسرین کے اقوال کا تذکرہ کتب تفسیر کے طرز پر بکثرت نہیں ملے گا، اسی لئے ہم نے اس کا نام تقاریر تفسیر قرآن رکھا ہے اور حضرت اقدس مد ظلہ کے خطبات کو شائع کرنے کا جو ہم نے سلسلہ شروع کیا ہے یہ بھی اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے۔

آپ حضرات سے درخواست ہے کہ اگر آپ کے یا آپ کے ملنے والے کسی صاحب کے پاس حضرت اقدس کی کوئی بھی کیسٹ ہو تو اس کو ہم تک پہنچانے کی زحمت فرمائیں۔ تاکہ اس سے دوسرے لوگ بھی فائدہ اٹھا سکیں اور اس کو کتابی شکل میں شائع کیا جاسکے۔ اللہ تعالی سب حضرات کو بہترین بدلہ عطا فرمائے اور ہماری ان حقیر سی کوششوں کو قبول فرما کر توشۂ آخرت بنائے۔

وصلى الله تعالىٰ علىٰ خير خلقه محمد وآله وصحبه اجمعين.

ابوالحسن ارشد

۱۰؍ محرّم الحرام ۱۴۲۲ھ

پڑھیے........اور بار بار پڑھیے

ایمان میں تازگی، یقین میں پختگی، زندگی میں صالح انقلاب، عمل وکردار میں اخلاص کے استحضار، اور طبیعت میں دینی فکر و شعور اور عملی جذبہ بیدار کرنے کے لیے حضرت مولانا شاہ افتخار الحسن صاحب خلد اللہ ظلالہ کے مواعظ و خطبات اور آپ کی نگرانی میں لکھی جانے والی مندرجہ ذیل کتابیں ضرور پڑھیں۔

۱۔ آخرت کی یاد
۲۔ دعا کی حقیقت اور فوائد و ثمرات
۳۔ ذکر کے فضائل اور بعض مسنون اذکار
۴۔ درود شریف کے فضائل اور فوائد و ثمرات
۵۔ اسلام میں امانت داری کی حیثیت اور مقام
۶۔ نماز کی اہمیت اور اجر و ثواب
۷۔ تقاریر تفسیر قرآن
۸۔ درود شریف کے فائدے اور پڑھنے کے مواقع
۹۔ آخری سفر (یعنی موت کا سفر)
۱۰۔ سچ کے فائدے اور جھوٹ کے نقصانات
۱۱۔ اسلام میں غیر مسلموں کے حقوق

ناشر
مدرسہ اِسلامیّہ سُلیمانیہ، عیدگاہ، کاندھلہ (ضلع مظفر نگر)

انتساب

مکرم والدین، معظم اساتذہ اور اپنے شیخ و مرشد حضرت اقدس الحاج مولانا مفتی افتخار الحسن صاحب کاندھلوی خلد اللہ ظلالہ کی طرف اپنی اس کاوش کی نسبت کرتا ہوں جن کی دعاؤں محنتوں اور فیضان نظر و صحبت نے اس خدمت کی توفیق بخشی، رب کریم میری جانب سے اور پوری امت کی جانب سے سب محسنین کو جزائے جمیل اور اجر جزیل عطا فرمائے۔ اور ان کے فیض علم و صحبت کو ہمیشہ قائم رکھے۔

ایں دعا از من واز جملہ جہاں آمین باد

ابو العرفات محمد ناصر تاولوی

۴/ ذی الحجہ ۱۴۲۱ھ

بَلَغَ العُلیٰ بِکَمالِہٖ

کَشَفَ الدُّجیٰ بِجَمالِہٖ

حَسُنَتْ جَمِیعُ خِصَالِہٖ

صَلُّوا عَلَیْہِ وَ آلِہٖ

یَا رَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّہِمِ

الدین النصیحۃ

دین خیر خواہی کرنے کا نام ہے (حدیث نبوی)

تقاریرِ تفسیرِ قرآن

مَواعِظ

حضرت مولانا مفتی افتخار الحسن صاحب کاندھلوی مدظلہم

جمع و ترتیب

اَبُوالعَرفات مولانا مُحمّد نَاصِر تالوی

ناشر

مَدرسہ اِسلامِیہ سُلیَمانِیہ

عید گاہ۔ کاندھلہ 247775 (ضلع مُظفّرنگر) یوپی

فون:۔ 22128(01392)

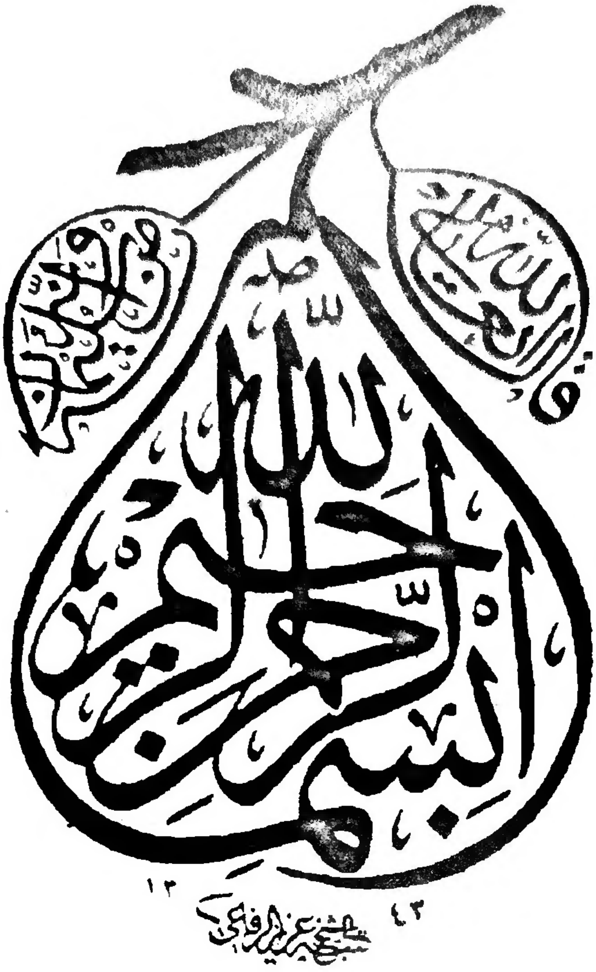

خدا کے نام سے آغاز کر رہا ہوں میں

وہ مہربان بہت اور رحم والا ہے

وَاِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةً قَالُوْٓا اَتَجْعَلُ فِیْهَا مَنْ یُّفْسِدُ فِیْهَا وَیَسْفِكُ الدِّمَآءَ وَنَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ وَنُقَدِّسُ لَكَ قَالَ اِنِّیْٓ اَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ○

ترجمہ: اور وہ وقت بھی قابل ذکر ہے جب کہ تیرے رب نے فرشتوں سے کہا کہ میں زمین میں اپنا نائب بنانے والا ہوں۔ انہوں نے کہا کیا آپ زمین میں ایسی مخلوق کو خلیفہ بنائیں گے جو روئے زمین میں فساد برپا کرے گی۔ اور خون خرابہ کرے گی۔ اور ہم آپ کی تعریف کی پاکی بیان کرتے ہیں۔ اور آپ کی پاکیزگی بیان کرتے ہیں۔ حق تعالیٰ نے فرمایا: جو کچھ میں جانتا ہوں تم نہیں جانتے۔ ☆

ابتدائے کلام

شروع سورۂ بقرہ میں حق تعالی نے ارشاد فرمایا:

ذَالِكَ الْكِتَابُ لاَ رَيْبَ فِيْهِ۔(۱)

اس کتاب میں کوئی شک نہیں ہے یعنی یہ کتاب یقیناً اللہ کی کتاب ہے۔ اوراس کے من جانب اللہ ہونے میں کوئی شک نہیں ہے۔

قرآن کریم کی شان عظمت یہ اللہ کا کلام ہے اور جس کی چیز ہوتی ہے وہ اپنی چیز کے کھرے کھوٹے اور اچھے یا برے ہونے کو خوب جانتا ہے۔ اس مالک الملک نے اپنے کلام کی شان تو یہ بیان فرمائی کہ اس کے کلام الٰہی ہونے میں کوئی شبہ نہیں۔ اور اس کی عظمت یہ بیان فرمائی کہ یہ اللہ کے نزدیک آسمانوں اور زمینوں اور ان کے درمیان کی تمام چیزوں سے زیادہ محبوب ہے۔(۲)

بنی نوع انسان کے تین طبقے تو پہلے حق تعالی نے اس کتاب کی قیمت بتلائی اور پھر اس جماعت کا ذکر کیا جو ماننے والی ہے۔ یعنی مومنین اور پھر ان کی صفات بیان کرنے کے بعد میں فرمایا:

اُولٰٓئِكَ عَلٰى هُدًى مِّنْ رَّبِّهِمْ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ۔(۳)

پس یہ لوگ ٹھیک راہ پر ہیں جو ان کے پروردگار کی طرف سے

---

(۱)سورۂ بقرہ آیت ۱

(۲) القرآن احب الی الله من فی السموات والارض ومن فیهن۔ مسند دارمی ج ۲ ص ٤٤١

(۳)سورۂ بقرہ آیت ٥

ملی ہے اور یہ لوگ پورے کامیاب ہیں۔

اور پھر نہ ماننے والوں کا ذکر کیا جو کفار ہیں اور مشرک ہیں۔

اور ان کا انجام بیان فرمایا:

خَتَمَ اللّٰہُ عَلٰی قُلُوبِہِمۡ وَعَلٰی سَمۡعِہِمۡ وَعَلٰۤی اَبۡصَارِہِمۡ غِشَاوَۃٌ وَّلَہُمۡ عَذَابٌ عَظِیۡمٌ۔ (٤)

ترجمہ: ان کے دلوں پر اور ان کے کانوں پر اللہ نے بند لگا دیا ہے۔ اور ان کی آنکھوں پر پردہ ہے۔ اور ان کے لیے سزا بڑی ہے۔

اور پھر منافقین کا تذکرہ فرمایا: جو زبان سے۔ اٰمَنَّا بِاللّٰہِ وَبِالۡیَوۡمِ الۡاٰخِرِ — ہم اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان لائے کہتے تھے۔ مگر ان کے دل اس حقیقت سے خالی تھے۔ اور پھر تمام بنی نوع انسان کو مخاطب کر کے ارشاد فرمایا:

یٰۤاَیُّہَا النَّاسُ اعۡبُدُوۡا رَبَّکُمُ الَّذِیۡ خَلَقَکُمۡ وَالَّذِیۡنَ مِنۡ قَبۡلِکُمۡ لَعَلَّکُمۡ تَتَّقُوۡنَ (۵)

ترجمہ: اے لوگو! اپنے رب کی بندگی اختیار کرو جس نے تم کو پیدا کیا اور ان لوگوں کو بھی جو تم سے پہلے گزر چکے ہیں۔

سورتوں کے مکی اور مدنی ہونے کی پہچان یہاں درمیان میں ایک بات اور عرض کیے دیتا ہوں علمائے تفسیر نے سورتوں کے مکی اور

(۴) سورۂ بقرہ آیت ۷

(۵) سورۂ بقرہ آیت ۲۱

مدنی ہونے کی پہچان میں مختلف اقوال بیان کیے ہیں۔

ایک قول یہ ہے کہ جن سورتوں میں اہل مکہ کو خطاب کیا وہ مکی ہیں۔ اور جن میں اہل مدینہ کو خطاب کیا وہ مدنی ہیں۔

دوسرا قول یہ ہے کہ جن سورتوں میں یٰاَیُّهَا النَّاسُ سے خطاب کیا وہ مکی ہیں۔ اور جن سورتوں میں یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا سے خطاب کیا ہے وہ مدنی ہیں۔

تیسرا قول یہ ہے کہ ہجرت سے پہلے نازل ہونے والی تمام سورتیں اور آیتیں مکی ہیں۔ خواہ وہ خاص مکے میں نازل ہوئی ہوں۔ یا مکے سے باہر سفر کے دوران نازل ہوئی ہوں۔ جیسے آپ نے طائف کا سفر کیا۔ یا معراج کا سفر آپ کو پیش آیا۔

اور ہجرت کے بعد نازل ہونے والی تمام سورتیں اور آیتیں مدنی ہیں۔ خواہ خاص مدینہ شہر میں ان کا نزول ہوا ہو۔ یا کسی سفر میں وہ نازل ہوئی ہوں۔ مثلاً غزوات کے اسفار جو آپ نے فرمائے۔ اور حج و عمرے کا سفر اور فتح مکہ کا سفر وغیرہ وغیرہ۔

اور بعض سورتیں ایسی بھی ہیں جو مکی بھی ہیں اور مدنی بھی۔ مثلاً سورۂ فاتحہ ایک قول کے مطابق اس کا ایک نزول مکے میں ہوا ہے اور ایک مرتبہ یہ سورت مدینے میں نازل ہوئی ہے۔

سورۂ فاتحہ، قرآنِ عظیم اور یہ اس کے عظیم الشّان ہونے کی طرف اشارہ ہے۔ سورۂ حجر میں ہے:

وَلَقَدْ اٰتَیْنٰکَ سَبْعًا مِّنَ الْمَثَانِیْ وَالْقُرْاٰنَ الْعَظِیْمَ (۶)

اس آیت میں سورۂ فاتحہ کو قرآن عظیم فرمایا گیا ہے۔

سورۂ فاتحہ دس ہزار مسائل کا مجموعہ امام رازی نے تفسیر کبیر میں دوسو نوے صفحات پر سورۂ فاتحہ کی تفسیر کی ہے۔ اور اس کے بعد فرمایا ہے: میں اس سورت سے دس ہزار مسائل نکال سکتا ہوں۔ اس وجہ سے اس کو قرآن عظیم کہا گیا۔ (۷)

سورۂ فاتحہ، قرآن کریم کا خلاصہ بعض علما نے بیان فرمایا ہے کہ قرآن کریم میں جو کچھ بیان فرمایا گیا ہے وہ خلاصے کے طور پر سورۂ فاتحہ میں آگیا۔ اور جو سورۂ فاتحہ میں بیان فرمایا گیا وہ آیت -اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ- کے اندر آگیا اس واسطے کہ اس کے پہلے جملے میں شرک سے بری ہونے کا اعلان ہے۔ اور دوسرے جملے میں اپنی عاجزی کا اظہار اور اپنی طاقت وقدرت کا انکار ہے۔ (۸) اور یہی چیز قرآن سے مقصود و مطلوب ہے۔

مخلوقات کی تین اقسام بہر کیف! اپنے رب کی عبادت کرو جس نے تم کو پیدا کیا۔ اس بات پر ہم سب کا اعتقاد ہے کہ یہ دنیا مشرق سے لے کر مغرب تک شمال سے لے کر جنوب تک، اور سب وہ چیزیں جو ہمیں نظر آرہی ہیں اور وہ چیزیں بھی جو ہمیں نظر نہیں آرہی ہیں

---

(۶) سورۂ حجر آیت ۸۷

(۷) تفسیر کبیر ج ۱ مقدمہ

(۸) معارف القرآن ج ۱ ص ۹۷ ابن کثیر ج ۱ ص ۳۶

ساری کی ساری پہلے معدوم تھیں۔ پھر حق تعالیٰ کے حکم کُن کے ذریعہ موجود کرنے سے وجود میں آئیں۔

خیر کا ٹھکانہ اور حق تعالیٰ کی مصنوعات ومخلوقات بے شمار ہیں۔ اور ان میں سے بعض ایسی ہیں کہ ان میں خیر ہی خیر ہے۔ مثلاً جنت۔ جنت کے بارے میں حدیث پاک میں ارشاد فرمایا گیا ہے:

اَلَا وَاِنَّ الْخَیْرَ کُلَّهٗ بِحَذَافِیْرِهٖ فِی الْجَنَّةِ

ترجمہ: سن لو! ہر طرح کی خیر اور بھلائی جنّت کے اندر ہے۔

اہل جنّت کو جنت میں چلے جانے کے بعد نہ بیماری آئے گی۔ نہ بڑھاپا آئے گا۔ نہ بھوک اور پیاس لگے گی۔ اور نہ کوئی خلاف طبیعت بات پیش آئے گی۔ وہاں ہر طرح سے خیر ہی خیر ہو گی۔

شر کا ٹھکانہ اور بعض چیزیں ایسی ہیں کہ ان میں شر ہی شر ہے۔ جیسے جہنم۔ حدیث پاک میں ہے:

اَلَا وَاِنَّ الشَّرَّ کُلَّهٗ بِحَذَافِیْرِهٖ فِی النَّارِ۔(۹)

ترجمہ: اے لوگو! سن لو؛ ہر طرح کی برائی جہنم میں ہے۔

جو جہنم میں چلا جائے گا وہ ساری زندگی کا عیش بھول جائے گا۔ اور یہ کہے گا کہ میں نے تو عیش کبھی دیکھا ہی نہیں۔ میں تو ہمیشہ سے پریشانی ہی میں رہا ہوں۔ غرض یہ کہ جہنم میں شر ہی شر اور برائی ہی برائی ہے۔

مکھّی اور عورت، خیر اور شر کا مجموعہ اور بعض چیزیں ایسی ہیں

(۹) مشکات ص ٤٤٤

کہ ان میں خیر اور شر دونوں چیزیں پائی جاتی ہیں۔ مثلاً مکھی اس کے ایک پر میں شفا ہے۔ اور ایک پر میں بیماری ہے۔ حدیث پاک میں وارد ہے:

اِذَا وَقَعَ الذُّبَابُ فِیْ طَعَامِ اَحَدِکُمْ فَامْقُلُوْهُ وَفِیْ رِوَایَةٍ ثُمَّ انْقُلُوْهُ فَاِنَّ فِیْ اَحَدِ جَنَاحَیْهِ دَاءً وَفِیْ اُخْرٰی شِفَاءً (۱۰)

ترجمہ: جب تم میں سے کسی کے کھانے میں مکھی پڑ جائے تو اس کو ڈبو کر نکالا کرو اس لیے کہ اس کے ایک بازو میں مرض ہے۔ اور ایک میں شفا ہے۔

اور یہ معلوم نہیں کہ کس میں بیماری ہے اور کس میں شفا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ اس نے گرتے وقت وہی بازو نیچے کر دیا ہو جس میں بیماری ہوتی ہے۔ کیوں کہ مکھی کی عادت ہوتی ہے کہ وہ ایک بازو کو اوپر رکھتی ہے اور ایک بازو کو نیچے برتن میں ڈال دیتی ہے۔ تو جب اس کو ڈبو کر نکالا جائے گا تو مرض اور شفا میں مل کر اعتدال پیدا ہو جائے گا۔ اور بیماری کا اندیشہ کم ہو جائے گا۔

نیک عورت کی علامتیں اور ایسے ہی عورت ہے کہ اس کے اندر خیر اور شر کے دونوں پہلو پائے جاتے ہیں۔ حدیث پاک میں ہے:

اَلدُّنْیَا کُلُّهَا مَتَاعٌ وَخَیْرُ مَتَاعِ الدُّنْیَا الْمَرْاَةُ الصَّالِحَةُ۔ (۱۱)

یعنی دنیا ساری کی ساری ایک متاع ہے۔ یعنی اس کا نفع کم ہے۔ اور جلد ہی فنا ہو جانے والا ہے۔ مگر اس سب کے باوجود دنیا کا

(۱۰) مسند احمد ج ۲ ص ۲۲۹، و ج ۳ ص ۲٤

(۱۱) مشکات بروایة مسلم، ص ۲٦۷

بہترین سامان نیک عورت ہے۔ اور نیک عورت وہ ہے کہ جب شوہر کسی کام کا حکم کردے تو اس کی اطاعت کرے۔ اور جب شوہر اس کی طرف دیکھے تو اس کو خوش کردے۔ اور اگر شوہر اس کے متعلق کسی چیز پر قسم کھالے تو اس کو پورا کردے۔ اور اگر شوہر کہیں پردیس چلا جائے تو اس کے پیچھے اپنے نفس کی اور شوہر کے مال کی حفاظت کرے۔ تو یہ نیک عورت ہے۔(۱۲)

دنیا کی بھلائی سے مراد نیک عورت ہے

اور قرآن کریم میں جو دعا تلقین فرمائی گئی ہے:

رَبَّنَآ اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً وَّ فِی الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ (۱۳)

ترجمہ: اے ہمارے رب! ہم کو دنیا اور آخرت میں بھلائی عطا فرما۔ اور ہمیں جہنم کے عذاب سے بچالے

ایک قول کے مطابق اس دعا میں دنیا کی بھلائی سے مراد نیک عورت ہے۔(۱۴) غرض یہ کہ عورت میں خیر بھی ہے اور شر بھی ہے۔

عورت کا شر جس سے پناہ مانگی گئی ہے

اور عورت کا شر یہ ہے کہ بے جانان ونفقہ اور خرچ کا مطالبہ کرنے لگے۔ مثلاً پانچ دس جوڑے کپڑوں کے شوہر نے بنا رکھے ہیں۔ مگر پھر مزید کا تقاضا کرتی رہتی ہے۔ دو چار جوڑی جوتے بھی اس کے پاس ہیں مگر اور عمدہ قسم

(۱۲) مشکات ص ۲۶۸ و ۲۸۳
(۱۳) سورۂ بقرہ آیت ۲۰۱
(۱۴) ابن کثیر ج ا ص ۳۰۳

کے جوتوں کا مطالبہ کرر کھا ہے شوہر اس کی یہ فرمائش پوری کردیتا ہے مگر پھر بھی جب کبھی کوئی ناگوار بات پیش آتی ہے تو یہ کہتی ہے کہ میں نے تیرے گھر میں دو چیتھڑوں، دو ٹھیکروں اور دو لیتھڑوں کے سوا دیکھا ہی کیا ہے؟ ایسی عورت سے پناہ مانگی گئی ہے۔ ایک دعا مشہور ہے:

اَللّٰھُمَّ اِنِّیٓ اَعُوْذُ بِكَ مِنِ امْرَاَۃٍ تُشَیِّبُنِیْ قَبْلَ الْمَشِیْبِ۔

ترجمہ: اے اللہ! میں ایسی عورت سے جو بڑھاپے سے پہلے بوڑھا بنادے تیری پناہ چاہتا ہوں۔

ہر چیز رب العالمین کی تسبیح کناں ہے بہر کیف! حق تعالی نے تمام بنی نوع انسان کو اپنی عبادت کا مخاطب بنایا ہے۔ اور اس آیت میں اگرچہ خطاب صرف انسانوں کو ہے۔ مگر حق تعالی کی تسبیح ہر ایک چیز بیان کررہی ہے۔ قرآن کریم کی آیت:

وَاِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا یُسَبِّحُ بِحَمْدِہٖ (۱۵)

میں اسی کا بیان ہے یہ الگ بات ہے کہ ہم ان کی تسبیح کو سمجھ نہیں پاتے۔

ایک بزرگ کے خادم کا واقعہ ایک بزرگ تھے ان کی خدمت میں بہت سارے خادم رہتے تھے۔ ایک خاص خادم تھا وہ کچھ نہیں کرتا تھا دوسرے خادموں نے بزرگ صاحب سے اس کی شکایت کی۔ بزرگ صاحب نے کہا کہ تم کرتے ہو یہ کھاتے ہیں۔

(۱۵) سورہ کھف آیت ٤٤

اور پھر خادموں کی شکایت پر کوئی توجہ نہیں کی۔ ایک روز حضرت نے فرمایا: آج جنگل سے گھاس لانا ہے۔ سارے خادم گھاس لینے کے لیے گئے۔ وہ خادم بھی گیا سب بڑے بڑے گٹھر گھاس کے لائے۔ وہ خاص خادم بہت تھوڑا گھاس لے کر آیا۔ ان سے بزرگ صاحب نے پوچھا کہ تم سب سے کم کیوں لے کر آئے؟ تب اس نے جواب دیا: جس گھاس پر میں ہاتھ ڈالتا تھا اسی کو تسبیح پڑھتے ہوئے پاتا تھا۔ بہت تھوڑی گھاس ایسی ملی جو تسبیح نہیں پڑھ رہی تھی اسی کو میں کاٹ کر لے آیا۔ تب خادموں کی آنکھ کھلی کہ یہ تو بڑے درجے کا خادم ہے۔

آپؐ کے قبرستان سے گزرنے کا واقعہ حدیث پاک میں بھی ایک واقعہ مذکور ہے کہ ایک مرتبہ آپ قبرستان سے گزر رہے تھے ایک روایت میں ہے کہ خچر پر سوار تھے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ پیدل تھے۔ یک بیک شانے لرزتے ہوئے محسوس ہوئے۔ آپ نے صحابہؓ سے سوال فرمایا:

مَنْ دَفَنْتُمُ الْيَوْمَ هٰهُنَا؟

آج تم نے یہاں کس کو دفن کیا ہے؟ صحابہؓ نے عرض کیا: فلاں فلاں کا انتقال ہو گیا تھا۔

ایک غلط رسم کی اصلاح اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ آپ ﷺ کے زمانے میں تجہیز و تکفین میں کسی کا انتظار نہیں کیا جاتا تھا۔ اور اطلاع کرنے کو ضروری نہیں سمجھا جاتا تھا۔ جیسا کہ آج ہمارا حال

ہے کہ مائک پر اعلان ہوتے ہیں۔اور ایک ایک رشتہ دار کا انتظار کیا جاتا ہے۔ یہ طریقہ انتہائی غلط اور قطعاً خلاف شریعت ہے (۱۶)

عذاب قبر کی دو وجہیں

بہر کیف! آپ نے فرمایا کہ ان دونوں کو عذاب قبر ہو رہا ہے اور کسی بڑی بات کی وجہ سے نہیں۔ بلکہ ایسی بات تھی کہ اگر اس سے بچنا چاہتے تو بآسانی بچ سکتے تھے۔ایک تو ان میں سے پیشاب کی چھینٹوں سے نہیں بچتا تھا۔ اور دوسرا چغلی کرتا تھا۔ یعنی ایک کی بات دوسرے کے پاس جاکر نقل کرتا تھا جس سے جھگڑے پھیلتے تھے۔ پھر ارشاد فرمایا: جو میں دیکھ رہا ہوں اگر تم دیکھ لو تو تم قبرستان میں آنا چھوڑ دو۔(۱۷)

آپ ﷺ کا، قبر پر ہری شاخ لگانے کی وجہ

پھر آپ نے ہری شاخ منگائی اور دونوں قبروں پر لگادی۔اور فرمایا: جب تک یہ شاخیں سبز رہیں گی جب تک عذابِ قبران سے ہٹا رہے گا۔

مگر سوال ہوگا کہ اس تحدید کی کیا وجہ ہے۔؟

بعض شراح حدیث نے اس کا یہ جواب دیا کہ ہر درخت اور ہر شاخ بلکہ ہر گھاس جب تک خشک نہ ہو وہ ذکر کرتا رہتا ہے۔اور جہاں اللہ کا ذکر ہو وہاں عذاب نہیں ہوتا۔(۱۸)

---

(۱۶) وکذا یستحب الاسراع بتجهیزه کله) ای من حین موته فلو جهز المیت صبیحة یوم الجمعة یکره تاخیر الصلاة علیه لیصلی علیه الجمع العظیم بعد صلاة الجمعة، مراقی ص ۳۳۲

(۱۷) بخاری ج ۱ ص ۶۲ ترمذی ج ۱ ص ۱۲؛ مشکات ص ۴۲

(۱۸) وفی الامداد بانه مادام رطبا یسبح الله تعالی فیونس المیت وتنزل بزکره الرحمة ۱ھ رد المحتار ج۳ ص ۱۵۵

حضرت عبداللہ بن عمرو کی وصیت

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص نے وصیت فرمائی تھی کہ جب مجھے دفن کرو تو جب تک میں فرشتوں کے سوال کا جواب نہ دے لوں تم وہیں اللہ کا ذکر کرتے رہنا تاکہ مجھے جواب میں تقویت رہے۔(١٩)

عذاب قبر سے نجات کا مسنون طریقہ

اور میت کو دفنانے کے بعد قبر کے سرہانے کی طرف سورۂ بقرہ کی ابتدائی پانچ آیتیں اور پائنتی (پیروں) کی جانب سورۂ بقرہ کی آخری آیتیں اٰمَنَ الرَّسُوْلُ سے آخر تک پڑھی جائیں۔

ترمذی شریف کی روایت ہے کہ جس قبر پر یہ آیتیں پڑھی جائیں گی تو وہ میت عذاب قبر سے محفوظ رہے گی۔(٢٠)

تو ایک وجہ تو یہ بیان فرمائی کہ تر شاخ چوں کہ ذکر کرتی ہے اس لیے وہ عذاب سے محفوظ رہیں گے۔

بعض شراح نے بیان کیا کہ شاخ کی خصوصیت نہیں بلکہ یہ تو آپ کے دست عالی کی برکت ہے مگر پھر سوال ہوگا کہ وقت کی تعیین کیوں فرمائی؟

اس کا جواب یہ ہو سکتا ہے کہ حکمتِ خداوندی عذاب کی تھی مگر آپ کی سفارش سے عذاب کو شاخ کے خشک ہونے تک اللہ نے موقوف فرمادیا۔

---

(١٩) ردالمحتار ج ٣ ص ١٤٣ مطبوعہ بیروت
(٢٠) مشکات ص ١٤٩، حصن حصین ص ١٨٥، الاذکار ص ١٣٧

حقیقی عالم کی عظیم برکت اور کسی عالم کا کسی قبرستان سے گزر جانا یہ بھی عذاب قبر کے دفع کرنے میں مؤثر ہے۔

حضرت مجدد الف ثانیؒ کے حالات میں روضۃ قیومیہ میں لکھا ہے کہ ایک مرتبہ حضرت مجدد صاحب اپنے والد محترم خواجہ عبد الاحد صاحب کی قبر کی زیارت کے لیے گئے۔

خواجہ عبد الاحد، ایک مختصر تعارف اور خواجہ عبد الاحد سلسلۂ چشتیہ کے بڑے بزرگوں میں سے ہیں۔ یہ خواجۂ خواجگان شیخ عبد القدوس گنگوہیؒ کی خدمت میں بیعت ہونے کے لیے حاضر ہوے۔ اور عرض کیا حضرت! مجھے بیعت فرمالیجیے۔ حضرت نے فرمایا: کچھ پڑھا لکھا بھی ہے؟ انھوں نے عرض کیا: ایک کتاب کے سوا سب کچھ پڑھ لیا ہے۔ پوچھا: وہ کتاب کون سی؟ عرض کیا: سراجی، فرمایا: اب تک تو لینے ہی لینے کا پڑھا ہے جو دینے کا ہے اس کو تو چھوڑ ہی دیا۔ یہ اس لیے فرمایا کہ اس کتاب میں میراث کی تقسیم کے مسئلے ہیں۔ جس میں میت کے تمام وارثوں کے حقوق بیان کیے گئے ہیں۔ تو فرمایا کہ پہلے یہ کتاب پڑھ کر آؤ۔ انھوں نے عرض کیا کہ حضرت! بیعت فرمالیجیے یہ کتاب بھی پڑھ لوں گا۔ حضرت کی عمر کافی ہو چکی ہے کہیں ایسا نہ ہو کہ میں کتاب پڑھ کر آؤں اور حضرت کو سفر آخرت پیش آجائے۔ فرمایا: اگر میں زندہ نہ رہا تو میرے بیٹے رکن الدین سے بیعت کرلینا۔ جو فیض مجھ سے حاصل ہونا ہے آپ کو وہی

فیض میرے بیٹے سے حاصل ہو جائے گا۔ چناں چہ یہ واپس آگئے۔ اور ایک سال کے بعد کتاب پڑھ کر دوبارہ بیعت کے لیے حاضر ہوئے خدا کی قدرت خدا کی شان کہ حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہیؒ کا انتقال ہو چکا تھا۔ یہ ان کے فرمانے کے مطابق خواجہ رکن الدین سے بیعت ہوئے۔ اور سلسلۂ چشتیہ کے بڑے بزرگوں میں سے ہوئے۔ انھیں اپنے والد ماجد کی قبر کی زیارت کے لیے مجدد الفِ ثانیؒ حاضر ہوئے۔

جمعہ کے دن ایصالِ ثواب کی فضیلت حدیث پاک میں ہے:

مَنْ زَارَ قَبْرَ اَبَوَیْهِ اَوْ اَحَدَهُمَا یَوْمَ الْجُمُعَةِ فَقَرَاَ سُوْرَةَ یٰسٓ غَفَرَ اللّٰهُ لَهٗ وَلِاَبَوَیْهِ (۲۱)

ترجمہ: جو شخص جمعہ کے دن اپنے مرحوم والدین یا ان میں سے کسی ایک کی قبر کی زیارت کے لیے حاضر ہوا۔ اور سورۂ یسین شریف پڑھی تو حق تعالیٰ اس کی بھی مغفرت فرما دیتے ہیں۔ اور اس کے مرحوم والدین کی بھی۔

خانوادۂ کاندھلہ کا ایک قدیم معمول خدا کا شکر ہے کہ ہمارے خاندان میں برابر اس کا معمول چلا آرہا ہے۔ اور اسی کی برکت ہے کہ ہم اب تک اپنے چھبیسویں دادا شیخ ابو سعید قادری کی قبر بتلا سکتے ہیں۔ ہمارے قدیمی وطن جھنجھانہ میں ایک لالہ کے مکان کے ایک کمرے میں ہے۔

---

(۲۱) جامع صغیر، اتحاف ج ۳ ص ۳۶۰

سورۂ یسین شریف کے انوارات

حضرت تھانوی نور اللہ مرقدہ کے ملفوظات میں ہے کہ ایک نوجوان روزانہ اپنی ماں کی قبر کی زیارت کے لیے جاتا تھا۔ اور سورۂ یسین شریف پڑھ کر ثواب پہنچاتا تھا۔ چھ ماہ کے بعد خواب میں ماں کو دیکھا۔ ماں کہہ رہی ہے کہ ایک دفعہ تو مجھے صورت دکھادے۔ میں تیری صورت دیکھنے کو ترستی ہوں۔ بیٹے نے کہا: ماں میں تو ہر روز تیری قبر پر آتا ہوں تو نے میری صورت نہیں دیکھی؟ ماں نے کہا: نہیں، تیرے آنے کی تو مجھے خبر ہے۔ اور تیرے آنے سے فائدہ بھی بہت ہے۔ مگر جب تو قبر پر آتا ہے تو تیرے اوپر سورۂ یسین کے انوار بہت ہوتے ہیں جس کی وجہ سے تیری صورت نظر نہیں آتی۔

بہر کیف! اللہ کے ذکر عالی کی بڑی برکتیں ہیں۔ جہاں اللہ کا ذکر ہو گا وہاں خداوند قدوس کا عذاب نازل نہیں ہو گا۔ تو میں عرض کر رہا تھا کہ مجدد الف ثانیؒ اپنے والد کے مزار کی زیارت کے لیے حاضر ہوئے۔ ان کو خیال آیا کہ حدیث پاک میں ہے کہ جس قبرستان سے کسی عالم کا گزر ہو جائے تو اس قبرستان سے عذاب اٹھالیا جاتا ہے۔ (۲۲)

مجددؒ الف ثانی کی دعا کی برکت

تب انھوں نے اللہ سے دعا مانگی کہ اے اللہ! اس قبرستان کے مردوں سے قیامت تک کے لیے

(۲۲) اس روایت میں محدثین کو کلام ہے بعض نے کہا ہے: لَا اَصْلَ لَہٗ، سند کے اعتبار سے اس کی کوئی اصل نہیں۔ از حضرت والا مد ظلہ العالی

عذاب اٹھالے۔ الہام ہوا کہ ہم نے تمہاری برکت سے یہاں کے مردوں سے عذاب قبر اٹھالیا۔ اور ان سے بھی جو قیامت تک اس قبرستان میں دفن ہوں گے۔

غرض یہ کہ اس سورت میں حق تعالی نے پہلے تو ان نعمتوں کا ذکر فرمایا جو انسان اور حیوان سب کو عام ہیں۔ مثلاً زمین و آسمان کی پیدائش، اور پھر ان میں پیدا ہونے والی چیزیں اور پھر حضرت آدم کی پیدائش کا تذکرہ فرماکر اس نعمت کا اظہار فرمایا جو انسان کے ساتھ خاص ہے۔ اور کسی دوسری مخلوق کی اس میں شرکت نہیں ہے۔

حضرتِ آدمؑ پر چار مخصوص انعامات انعامات تو بے شمار ہیں مگر چار نعمتیں ایسی ہیں جن کا بالخصوص حق تعالی نے فرشتوں کے سامنے ذکر فرمایا سب سے پہلا انعام تھا:

اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةً۔ میں زمین میں اپنا نائب بنانے والا ہوں

اللہ نے بے شمار مخلوقات پیدا کیں۔ چاند سورج، رات اور دن، مگر کسی کے بنانے سے پہلے ان کا ذکر نہیں فرمایا۔ اور حضرت آدم کے خلیفہ بنانے کا حضرت آدم کی پیدائش سے پہلے فرشتوں کے سامنے ذکر کیا۔

حضرت آدمؑ کی پیدائش کا منشا خلیفہ کے معنی اور اس کی حقیقت پر ہم آگے چل کر کلام کریں گے۔ یہاں یہ عرض کرنا ہے کہ اللہ عزاسمہ نے سیدنا آدم علیہ السلام کی پیدائش سے پہلے ہی ان کے

بعض کمالات کا فرشتوں کے سامنے تذکرہ فرمایا۔ سب سے پہلے سیدنا آدم علی نبینا وعلیہ الصلاۃ والسلام کا جو کمال ظاہر فرمایا وہ یہ تھا کہ ہم اپنے احکام نافذ کرنے کے لیے ان کو دنیا میں بھیجیں گے۔ ہمارے احکام پر وہ محنت کریں گے۔ اور وہ دنیا میں ہمارے احکام نافذ کریں گے۔ اور احکام کا زندہ ہونا اللہ کے نزدیک بے انتہا اہمیت رکھتا ہے۔

احکام الٰہی زندہ ہونے کی برکت

حدیث پاک میں ارشاد ہے کہ ایک حد (مجرم کو جو سزا دی جاتی ہے قرآن پاک اور احادیث میں ان کا تذکرہ ہے) کا دنیا میں قائم ہو جانا دنیا والوں کے لیے ایسی برکتوں کا سبب ہے کہ چالیس دن کی بارشوں سے وہ برکتیں حاصل نہیں ہو سکتیں۔ جو خدا کا ایک حکم عالی زندہ ہونے سے حاصل ہوتی ہے۔ (۲۳) مثلاً کسی نے چوری کی اور چور کی سزا ہے کہ اس کا ہاتھ کاٹ دیا جائے۔ دوسرے کے محترم مال کو اس نے ان ہاتھوں سے کیوں چھوا؟ قرآن کریم میں ہے:

اَلسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقۡطَعُوۡۤا اَيۡدِيَهُمَا جَزَآءًۢ بِمَا كَسَبَا نَكَالًا مِّنَ اللّٰهِ ‌ؕ وَاللّٰهُ عَزِيۡزٌ حَكِيۡمٌ (۲٤)

ترجمہ: چوری کرنے والا مرد اور چوری کرنے والی عورت ان کے ہاتھ کاٹ ڈالو۔ یہ بدلہ ہے ان کی کمائی کا یہ سزا خداوند قدوس کی جانب سے ہے۔ اور اللہ بڑے غلبے اور حکمتوں والے ہیں۔

---

(۲۳) لحد يقام على الارض خير لاهلها من ان يمطروا اربعين صباحاً۔ مسند احمد ج ۲ ص ۶۲ ۴/ ابن کثیر ج ۲ ص ۳۱۹

(۲٤) سورۂ مائدہ آیت ۳۸

چور کے ہاتھ کاٹے جانے کا ایک واقعہ حدیث پاک میں ایک واقعہ ارشاد فرمایا گیا ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ایک شخص پر چوری ثابت ہو گئی۔ ان کے ہاتھ کاٹنے کا آپ ﷺ نے فیصلہ فرمادیا۔ مسجد شریف کے اندر فیصلہ ہوا ہے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین ان کا ہاتھ کاٹنے کے لیے باہر لے گئے ان کا ہاتھ کاٹا گیا اور ہاتھ کاٹنے کے بعد داغ دیا گیا تاکہ پورے جسم کا خون نہ نکلے۔

رسول کریم ﷺ کی امت پر شفقت جب ہاتھ کاٹ کر صحابہ واپس آئے۔ تو دیکھا کہ رسول اکرم ﷺ مسجد کے ایک گوشے میں تشریف فرما ہیں۔ اور زار و قطار آنکھوں سے آنسو بہہ رہے ہیں۔ صحابہ ڈر گئے اور گھبرا گئے کہ جناب رسول اللہ ﷺ اس طریقے سے رنجیدہ ہیں اور زار و قطار آنسو بہہ رہے ہیں۔ نہ معلوم کیا حادثہ پیش آیا ہے؟ عرض کیا: اے اللہ کے نبی! کیا قصہ ہے؟ جناب والا کیوں آب دیدہ ہیں؟ ارشاد فرمایا: میں کیوں نہ روؤں؟ میری امت کے ایک فرد کا ہاتھ کاٹا گیا ہے۔ اور حشر کے میدان میں یہ اسی طریقے سے لنجا حاضر ہو گا۔ ہر ایک کی نگاہیں اس کے اوپر پڑیں گی۔ اور ہر ایک کے دل میں یہ خیال آئے گا کہ اس نے چوری کی ہو گی۔

رسول اکرم ﷺ کو امت کے ایک ایک فرد پر اتنی شفقت تھی کہ جو مجرم اور قصوروار ہیں ان کی وجہ سے بھی آپ رنجیدہ

ہوتے تھے۔ صحابہ کرام نے عرض کیا کہ جناب والا اشارہ کردیتے ہم اسے باہر لے جاکر چھوڑ دیتے۔ یا جناب والا ان کے فیصلے میں رعایت فرمادیتے۔ ارشاد فرمایا: توبہ توبہ میں کون ہوتا ہوں اللہ کے حکم عالی میں ترمیم اور رعایت کرنے والا۔

فتح مکہ اور پیغمبرانہ شفقتوں کا ظہور فتح مکہ کے موقعہ پر جناب رسول اللہ ﷺ کی ایسی شفقتوں کا اور رافتوں اور رحمتوں کا ظہور ہوا ہے کہ اس کا کوئی تصور نہیں کر سکتا۔ وہ اشخاص جنہوں نے جناب رسول اللہ ﷺ کو بے انتہا تکلیفیں پہنچائیں تھیں۔ اور تکلیفیں نہیں بلکہ شہید کرنے کا ارادہ کیا تھا وہ سب مجرم کی حیثیت سے سامنے تھے ایک نگاہ کے اشارے سے ان کو تہ تیغ کیا جاسکتا تھا لیکن سب کو معاف فرمادیا۔ اور جو سب کے سرغنہ تھے اور جن کے ہاتھوں میں برائی کا جھنڈا تھا ابوسفیان اس وقت تک وہ اسلام نہیں لائے تھے۔ ان کے اوپر تو اتنا کرم فرمایا۔ ارشاد فرمایا:

مَنْ دَخَلَ دَارَ اَبِیْ سُفْیَانَ فَھُوَ اٰمِنٌ (۲۵)

ابوسفیان کے لیے بھی امن ہے۔ اور جو شخص ان کے مکان میں داخل ہوجائے اس کے لیے بھی امن ہے۔

قولِ نبوی اور اس کی عظمت تاثیر حضرت اقدس مولانا عاشق الٰہی میرٹھی نور اللہ مرقدہ نے زیارت الحرمین میں تحریر فرمایا ہے

(۲۵) مسند احمد ج۲ ص ۲۹۲

کہ جہاں حضرت سفیانؓ کا مکان تھا ترکی حکومت نے وہاں ایک سرکاری ہسپتال بنوادیا ہے۔ خدا کی قدرت اس ہسپتال میں جو بھی مریض گیا ہے وہ ٹھیک ہی ہو کر نکلا ہے۔ بہت کم واقعات ایسے ہوئے ہیں کہ وہاں کسی کا انتقال ہوا ہو۔ اس کے بورڈ پر لکھا ہوا تھا:

مَنْ دَخَلَ دَارَ اَبِیْ سُفْیَانَ فَھُوَ اٰمِنٌ۔

یہ رسول پاک علیہ الصلاۃ والسلام کی زبان مبارک سے نکلے ہوئے الفاظ تھے۔ ان کا اتنا اثر تھا کہ اگر بیمار بھی اس ہسپتال میں چلا گیا تو اللہ نے اس کو بھی صحت عطا فرمادی۔ اور اس کو بھی امن وعافیت مل گئی۔ تو یہ ہیں ابوسفیان جن پر خاص کرم ہوا۔

سفیان بن حارث کی معافی

اور ایک ہیں سفیان بن حارث ان پر بھی خاص کرم ہوا۔ یہ رسول پاک علیہ الصلاۃ والسلام کے چچازاد بھائی بھی ہیں۔ اور دودھ شریک بھائی بھی ہیں۔ رسول اکرم ﷺ جس زمانے میں دودھ پیا کرتے تھے۔ اسی زمانے میں حلیمہ سعدیہ کا انھوں نے بھی دودھ پیا ہے۔ اور آپؐ کے بالکل مشابہ بھی ہیں۔ اور عرب کے شعرا میں سے بھی ہیں۔ اسلام لانے سے قبل معاذاللہ رسول پاک علیہ الصلاۃ والسلام کی ہجو میں اشعار کہا کرتے تھے۔

عرب کا دستور اور بن حارث کے اشعار

اور عرب کا دستور تھا کہ بڑے شاعر کا جو کلام ہوتا تھا وہ پورے عرب میں مشہور ہو جاتا تھا۔ عرب کے بچے بچے کی زبان پر وہ اشعار جاری ہو جاتے تھے۔

رسول پاک علیہ الصلاۃ والسلام کی تنقیص اور ہجو میں (معاذ اللہ) سفیان بن حارث نے کچھ اشعار کہے۔ وہ اشعار مدینے تک بھی پہنچے۔ صحابہ کرام کو بہت رنج ہوا۔ صحابہ کے رنج اور قلق کو دیکھ کر جناب رسول اللہ ﷺ نے حضرت عبد اللہ بن رواحہ کو جو ایک انصاری شاعر صحابی ہیں۔ ان سے کہا تم اس کا جواب دو۔ حضرت ابن رواحہؓ نے ان اشعار کا جواب دیا۔ مگر وہ فصاحت و بلاغت کے اعتبار سے ایسے نہیں تھے جو لوگوں کی زبان پر آتے۔

حضرت حسانؓ کے چند اشعار

پھر آپ ﷺ نے حضرت حسانؓ بن ثابت کو حکم دیا کہ تم جواب دو یہ ایک دم کھڑے ہوئے اور چالیس اشعار پڑھے۔ جن میں سے چند اشعار یہ ہیں:

هَجَوْتَ مُحَمَّداً فَاَجَبْتُ عَنْهُ ☆ وَعِنْدَ اللّٰهِ فِیْ ذَاكَ الْجَزَاءُ

هَجَوْتَ مُحَمَّداً بَرًّا تَقِياً ☆ وَعِنْدَ اللّٰهِ شِيْمَتُهُ الْوَفَاءُ

اَتَهْجُوْهُ وَلَسْتَ لَهُ بِكُفُوٍ ☆ فَشَرُّ كُمَا لِخَيْرِ كُمَا فِدَاءُ

وَقَالَ اللّٰهُ قَدْاَرْسَلْتُ عَبْداً ☆ يَقُوْلُ الْحَقَّ اِنْ نَفَعَ الْبَلَاءُ

فَاِنَّ اَبِیْ وَوَالِدَتِیْ وَعِرْضِیْ ☆ لِعِرْضِ مُحَمَّدٍ مِنْكُمْ وِقَاءُ

وَجِبْرِيْلُ رَّسُوْلُ اللّٰهِ فِيْنَا ☆ وَرُوْحُ الْقُدُسِ لَيْسَ لَهُ كِفَاءُ

لِسَانِیْ صَارِمٌ لَا عَيْبَ فِيْهِ ☆ وَبَحْرِیْ لَا تُكَدِّرُهُ الدِّلَاءُ

یہ اشعار حضرت حسان نے مسجد کے اندر فی البدیہہ پڑھے ہیں۔ یہ نہیں کہ پہلے سے سوچ رکھے تھے۔ یا پہلے سے ان کے ذہن

میں مضمون تھا۔ رسول پاک علیہ الصلاۃ والسلام کا ارشاد گرامی ہوا کہ حسان تم جواب دو ایک دم کھڑے ہوئے اور برجستہ انھوں نے یہ اشعار کہے۔ خدا کا فضل اور خدا کا کرم ہوا کہ پہلے ہی شعر پر ان کا تو کام بن گیا۔ جس کا مطلب یہ ہے:

اے سفیان بن حارث! تو نے جناب رسول اللہ ﷺ کی ہجو کی ہے میں اس کا جواب دیتا ہوں اور میں اور شاعروں کی طرح سے یہ نہیں کرتا کہ مال اور دولت کی وجہ سے جس کی چاہیں تعریف کردیں اور جس کی چاہیں مذمت کردیں۔ مجھے مال و دولت کی ضرورت نہیں۔ میرے ان اشعار کا بدلہ اللہ کے یہاں ہے۔

حضرت حسانؓ کے اشعار کا بدلہ رسول پاک ﷺ نے فرمایا

جَزَائُكَ يَاحَسَّانُ ! اَلْجَنَّةُ

اے حسان! تمہارا بدلہ جنت ہے۔ حضرت حسان نے عرض کیا:

فَاِنَّ اَبِیْ وَوَالِدَتِیْ وَعِرْضِیْ ☆ لِعِرْضِ مُحَمَّدٍ مِّنْكُمْ وِقَاءُ

میری عزت اور آبرو اور میری عزت و آبرو کیا میرے ماں باپ کی عزت و آبرو جناب محمد ﷺ کی عزت و آبرو کے لیے سپر بن جائے گی۔ یہ نہیں ہے کہ ہمارے ہوتے ہوئے کوئی ہمارے پیارے نبی جناب محمد ﷺ کی شان رفیع میں کوئی بھی گستاخانہ کلمہ کہہ سکے۔

فتح مکہ اور بن حارث کی گھبراہٹ غرض یہ کہ یہ سفیان بن حارث کے اشعار کا جواب ہے۔ سفیان جس وقت مکہ مکرمہ فتح ہوا

بڑے پریشان تھے کہ مجھ سے تو بڑی تکلیفیں پہنچی ہیں۔ میرا تو آج قیمہ کیا جائے گا۔ اپنے چچازاد بھائی حضرت علی کے پاس پہنچے کہ علی! تو میری سفارش کر دے۔ حضرت علیؓ نے مشورہ دیا کہ اس دربار عالی میں کسی کی سفارش کی ضرورت نہیں ہے۔ تن تنہا پہنچ جاؤ۔ ابھی رسول پاک علیہ الصلاۃ والسلام مکہ مکرمہ میں تشریف نہیں لائے ہیں۔ منیٰ میں تشریف فرما ہیں۔ وہاں چلے جاؤ اور اپنے جرم کا خود ہی اقرار کر لو۔

سفیان بن حارث کا اقرار خطا

سفیان بن حارث وہاں پر حاضر ہوئے۔ اور رسول پاک علیہ الصلاۃ والسلام کے سامنے ہاتھ باندھ کر کھڑے ہو گئے اور عرض کیا:

تَاللّٰهِ لَقَدْ اٰثَرَكَ اللّٰهُ عَلَيْنَا وَاِنْ كُنَّا لَخٰطِئِيْنَ۔ (۲۶)

اللہ کی قسم! اللہ نے آپ کو عزت مرحمت فرمائی۔ اور ہم ہی قصوروار ہیں۔ ہم نے آپ کی عزت نہیں پہچانی۔ ہم نے آپ کو تکلیفیں پہنچائی ہیں۔

فاتح مکہ، نبی رحمت کا اعلان معافی

اس کے جواب میں رسول پاک علیہ الصلاۃ والسلام نے ارشاد فرمایا:

لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ يَغْفِرُ اللّٰهُ لَكُمْ وَهُوَ اَرْحَمُ الرَّاحِمِيْنَ

(۲۶) سورۂ یوسف آیت ۹۱

آج میں تم میں سے کسی کو کوئی الزام نہیں دے رہا ہوں۔ اللہ تعالیٰ تم کو معاف فرمائیں وہ ارحم الراحمین ہیں۔ جاؤ میں نے سب کو معاف کردیا۔ یہ منیٰ کے میدان میں حضرت سفیان بن حارث کے ساتھ معاملہ ہوا۔

سردار دو جہاںؐ کا عاجزانہ داخلہ

اور جس وقت مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین فرماتے ہیں کہ آپؐ اونٹنی کے اوپر تشریف فرما ہیں۔ اور اس اونٹنی پر جو کمبل نمدے کے اوپر پڑا ہوا ہے جس کی چار تہیں کر دی گئی تھیں۔ اس کی قیمت ایک چونی بھی نہیں تھی۔ یہ نہیں کہ آج مکہ مکرمہ فتح ہوگیا ہے اور آج ہمارا جھنڈا اگڑ گیا ہے۔ اور آج ہمیں اقتدار حاصل ہوگیا ہے۔ بلکہ اپنے رب کریم کے آگے اس طریقے سے سر جھکائے ہوئے ہیں کہ بعض مرتبہ کاٹھی کی کھونٹی (آگے اور پیچھے ذرا سی جو لکڑی ابھری ہوئی ہوتی ہے) سر مبارک میں لگ جاتی ہے۔

فتح مکہ کے وقت حمدِ الٰہی کے الفاظ

اور زبان سے ان الفاظ کے ساتھ اللہ کی حمد اور تعریف فرما رہے ہیں:

لَاإِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ، اَنْجَزَ وَعْدَهٗ، وَنَصَرَ عَبْدَهٗ، وَهَزَمَ الْاَحْزَابَ وَحْدَهٗ، فَلَا شَیْءَ بَعْدَهٗ (۲۷)

ترجمہ: اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں تن تنہا وہ مالک ہیں۔ اس ذات عالی نے اپنا وعدہ پورا فرمادیا۔ اور اپنے بندے کی پوری پوری مدد

(۲۷) مسند احمد ج ۳ ص ۴۱۰

فرمائی اور تمام لشکروں کو تن تنہا اس ذات عالی نے شکست دے دی۔ اور کوئی شے اس کے بعد نہیں ہے۔ مشرکین کے جتنے بھی لشکر تھے اور جتنی فوجیں تھیں ساری کی ساری خود بخود پسپا ہو گئیں۔ بس اللہ ہی کی ذاتِ عالی سب سے پہلی ہے اور اسی کی ذات سب سے بعد میں ہے۔

مکہ مکرمہ میں جب داخل ہوے۔ وہاں پر مکہ کے بڑے بڑے اشخاص کھڑے ہوے ہیں۔ ادھر سے سواری گزری تو خود ہی ارشاد فرمایا: بتاؤ اب میں تمہارے ساتھ کیا معاملہ کروں گا؟ تم نے جو کچھ میرے ساتھ کیا ہے تمہیں سب معلوم ہے۔ اب بتلاؤ میں تمہارے ساتھ کیا برتاؤ کروں گا؟

مشرکین مکہ پر آپ کا رحم وکرم

سب نے یک زبان ہو کر کہا: آپ کریم ہیں اور کریم بھائی کے بیٹے ہیں۔ ارشاد فرمایا: کہ آج میں تمہارے ساتھ وہ معاملہ کرتا ہوں جو یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں کے ساتھ کیا تھا۔ بھائیوں نے سیدنا یوسف علی نبینا وعلیہ الصلاۃ والسلام کو حسد کی بنا پر برہنہ کرکے کنویں کے اندر ڈال دیا تھا۔ یہ تو بھائیوں کے اعمال تھے۔ لیکن سیدنا یوسف کو جب اللہ نے اقتدار عطا فرمایا اور وہ مصر کے وزیر خوراک بنے ہیں۔ بھائی سامنے کھڑے ہیں۔ اس وقت میں سیدنا یوسف نے یہ نہیں فرمایا کہ میں آج تم سے بدلہ لوں گا۔ تمہیں ننگے کرکے کنویں میں تو کیا ڈالا جائے تمہیں کوڑے لگوائے جائیں گے۔ تم نے مجھے

ننگا کر کے کنویں میں ڈالا تھا۔ بلکہ یہ فرمایا:

لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ يَغْفِرُ اللّٰهُ لَكُمْ وَهُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ (۲۸)

یہی جناب رسول اللہ ﷺ نے فتح مکہ کے موقعہ پر ارشاد فرمایا۔

گیارہ اشخاص کے لیے قتل کا حکم

البتہ چھ مرد اور پانچ عورتیں یا چھ عورتیں پانچ مرد گیارہ کے بارے میں ارشاد فرمایا کہ ان کے لیے معافی نہیں ان کو جہاں کہیں بھی پاؤ قتل کر دو۔ یہ سب سے زیادہ تکلیف پہنچانے والے تھے۔ لیکن ان گیارہ میں بھی پھر بعض کو معافی مل گئی۔

حضرت عکرمہ کا راہ فرار

ایک ان میں سے حضرت عکرمہ ہیں ابو جہل کے بیٹے۔ ان کے لیے بھی معافی ہو گئی تھی۔ انھیں جب پتا چلا کہ سارے اہل مکہ کو تو معاف کر دیا گیا ہے۔ مگر گیارہ آدمیوں میں میرا نام بھی ہے مجھے ضرور قتل کیا جائے گا۔ انھوں نے گھر سے ایک خالی بوری لی۔ اور جتنی بھی طاقوں میں، کھڑکیوں میں، اور گھر میں مورتیاں رکھی ہوئی تھیں سب کو بوری میں بھرا اور ان کو ساتھ لے کر وہاں سے بھاگ گئے۔ اور ارادہ کیا کہ مکہ چھوڑ کر کسی دوسرے ملک میں چلوں۔ یہ سمندر پر پہنچے۔ کشتی کرائے پر لی۔ اور کشتی میں وہ اپنی بوری رکھ کر چل دیے کہ مجھے حبشہ تک پہنچا دے۔ خدا کی شان کہ وہ کشتی جب دریا کے بیچ میں پہنچی ہے تو ڈانوا ڈول ہو گئی۔ اور ڈوبنے

(۲۸) سورۂ یوسف آیت ۹۲

لگی۔ یہ مطمئن تھے کہ ایک نہیں ہمارے پاس تو کئی سو دیوتا ہیں۔ انھوں نے جلدی سے بوری کا منہ کھولا اور ان دیوتاؤں کو نکال نکال کر ڈنڈوت کرنے لگے کہ مہاراج بچاؤ۔

بچانے والی ذات اللہ کی ہے

جو ملاح تھا اس نے پیچھے دیکھا تو کہا کہ کیا کر رہا ہے؟ انھوں نے کہا کہ ان سے بچاؤ کے لیے کہہ رہا ہوں۔ یہ بچادیں گے۔ ملاح نے کہا: انہیں کی وجہ سے تو کشتی ڈوب رہی ہے، یہ نہیں بچا سکتے۔ ارے اگر بچا سکتا ہے تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا خدا بچا سکتا ہے۔ بچانے کی کسی میں سکت اور طاقت نہیں ہے یہ تو ڈبونے والے ہیں۔ انھوں نے کہا اچھا یہ نہیں بچا سکتے؟ ملاح نے کہا کہ نہیں: حضرت عکرمہ نے کہا کہ میں تو ان ہی کو ڈھوئے ڈھوئے پھر رہا ہوں۔ ایک دم سب کو وہیں غوطہ دیا۔

موجوں کے بیچ میں حضرت عکرمہ کا اقرار

اور کہا کہ میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے خدا سے اس بات کا اقرار کرتا ہوں کہ اگر میں بچ گیا تو محمد ﷺ کی خدمتِ عالیہ میں حاضر ہو کر مسلمان ہو جاؤں گا۔ ڈوبتے ہوے انھوں نے اقرار کیا جب کہ کشتی ان کی ڈانواڈول ہو رہی تھی۔ خدا کی شان ایک دم کشتی درست ہو گئی۔

کافر بھی زبان کے سچے تھے

یہ لوگ اگر چہ کفر کر رہے تھے مگر زبان کے پکے تھے۔ جھوٹ نہیں بولتے تھے۔ صحیح سالم جب کشتی

کنارے پر لگ گئی تو پھر رسول پاک علیہ الصلاۃ والسلام کی خدمت عالیہ میں حاضر ہوئے اور مسلمان ہو گئے۔(۲۹)

حضرت عکرمہؓ کی خدمتِ اسلام اور پھر اسلام لانے کے بعد تو انھوں نے اسلام کی ایسی خدمت کی ہے حضرت جی مولانا محمد یوسف صاحب نور اللہ مرقدہ اپنی تقریروں میں اس کو سنایا کرتے تھے کہ ایک مرتبہ امیر المومنین حضرت عمرؓ کی خدمت میں قبیلۂ قریش کے بہت سے بڑے بڑے رؤسا حاضر ہوئے۔ جن میں عکرمہ ہیں۔ ابو جہل کے بیٹے جو پورے عرب کا سردار تھا۔ ابو سفیان ہیں رضی اللہ تعالیٰ عنہ، جو ابو جہل کے مرنے کے بعد عرب کے چودھری اور سردار بنائے گئے تھے۔ ابو سفیان کے بیٹے حضرت امیر معاویہؓ ہیں۔ حضرت حکیم بن حزام جو بڑے مدبر اور سنجیدہ صحابہ میں سے ہیں۔ ایسے ایسے حضرات کا ایک وفد آیا۔ اور حضرت عمرؓ کے مکان پر آکر آواز دی یا امیر المومنینؓ، اے ایمان والوں کے امیر! ہم آپ کی خدمت عالیہ میں حاضری چاہتے ہیں اور کسی مسئلے پر گفتگو کرنا چاہتے ہیں۔ اندر سے غلام آیا۔ اور کہا کہ ابھی امیر المومنین کسی کام میں لگے ہوئے ہیں۔ ابھی بات نہیں ہو سکے گی۔ اگر بات کرنی ہے تو دو گھنٹے انتظار کرنا ہو گا۔ آپس میں مشورہ ہوا کہ بات تو ہم سارے کے سارے اکھٹے کرنا چاہتے ہیں۔ دو گھنٹے کے بعد سب کا اکھٹا ہونا

(۲۹) الاصابہ ج۲ ص ۴۹۶

مشکل ہوگا۔ اس لیے یہیں بیٹھ کر انتظار کرلیں۔ چناں چہ سب انتظار کرنے لگے۔ کوئی اپنا کپڑا زمین پر ڈال کر بیٹھ گیا۔ کوئی کسی پتھر پر بیٹھ گیا۔ کوئی کسی لکڑی پر بیٹھ گیا۔ اور کوئی وہاں ٹہلنے لگا۔

حضرت عمرؓ اور فقرائے صحابہ کی قدردانی

دو چار ہی منٹ گزرے تھے کہ اتنے میں غریبوں کی جماعت آگئی۔ صہیب رومی ،بلال حبشی ٔ ابوذر غفاری، عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنھم جن کے، نہ سر پر ٹوپی ہے نہ پیر میں جوتا، کرتا ہے تو تہ بند نہیں۔ تہ بند ہے تو کرتا نہیں، اور حضرت عمرؓ کے دروازے پر کھڑے ہوکر للکارا او عمر! حضرت عمرؓ ننگے پیر بھاگے چلے آئے۔ اور دیکھتے ہی خوش ہوگئے کہ تشریف لائیے، تشریف لائیے اور فوراً ان کو اندر بلایا۔ رؤسا کی جماعت باہر کھڑی ہوئی ہے۔ اور انتظار میں ہے اور غربا کو حضرت عمرؓ نے اندر بلالیا۔ حضرت ابوسفیانؓ کی پیشانی مبارک پر شکن پڑگئی۔ اور یہ کہا کہ عمر نے انصاف کا معاملہ نہیں کیا۔ نمبر ہمارا تھا۔ لائن میں پہلے سے ہم لگے ہوئے تھے۔ پہلے ہمیں وقت ملتا پھر ان غریبوں کو بلایا جاتا۔ اور یہ بھی کہا کہ ابو بکر کے یہاں یہ بات نہیں تھی۔ عمر کے خلاف عدم اعتماد لے آؤ۔ ان کو معزول کردو۔ حضرت حکیم بن حزامؓ نے یہ بات سنی تو کہا کہ چلو باہر چلو ایسی بات نہیں کہا کرتے۔ اور فرمایا کہ بس اب ہم ملتے ہی نہیں۔ اب ایسی ایسی باتیں دل میں آنے لگی ہیں کہیں ایسا نہ ہو کہ وہاں زبان سے ایسی بات نکل جائے

اور بجائے لینے کے دینے پڑ جائیں۔ اب نہیں ملتے دو چار دن کے بعد جب بھائیوں کا یہ غصہ ٹھنڈا ہو جائے گا جب ملیں گے۔ پانچ سات دن کے بعد پھر سارے کے سارے اکھٹے ہو کر آئے۔ خدا کی شان کہ اندر جا کر بیٹھے ہی تھے جو کمزور سے تھے ان کا سانس بھی ٹھیک نہیں ہوا تھا کہ اتنے میں غریبوں کی جماعت پھر آ گئی۔ حضرت عمرؓ نے ان کو دیکھ کر ان ساتھیوں سے کہا کہ بھائی پیچھے کو سرک جاؤ۔ ان حضرات کے لیے آگے جگہ چھوڑ دو۔ اور ان غریبوں کے لیے اپنا کمبل بچھا دیا۔ اور یہ قریش کے بڑے بڑے روسا جن کی دھاک دور تک بندھی ہوئی تھی ان کو پیچھے سرکا دیا۔ حضرت ابو سفیان کو پھر ناگواری ہوئی۔

حضرت عمرؓ اور حکیم بن حزامؓ کی تقریر

حضرت حکیم بن حزامؓ بڑے مدبر اور بڑے سمجھ دار صحابی ہیں یہ کھڑے ہوئے اور کہا کہ اے عمر! تمہارے یہاں یہ بات ہے کہ جو تمہارے خاندان اور قبیلے کے لوگ ہیں ان کو تو تیری مجلس سے دودھ کی مکھی کی طرح نکال کر پھینک دیا جاتا ہے۔ اور یہ ایرے غیرے نتھو خیرے کوئی قبیلۂ غفار کا لٹیرا ہے۔ اور کوئی حبشہ کا غلام ہے یہ تیری برابر میں بیٹھتے ہیں۔ اور تیری ران سے ران ملا دیتے ہیں۔ اور تیرے باپ داداؤں کا جو خون ہے ان کو تو اپنے سے جدا کر رہا ہے۔ یہ دھواں دھار جوشیلی تقریر کی۔ اور پھر ایک دم اپنی تقریر کا رخ بدلا کہ مجھے تو اس پر کوئی اشکال نہیں۔ اور بعض کا جو خیال ہے کہ ابو بکر کے زمانے میں تو یہ

بات نہیں تھی؟ تو ان کا یہ خیال صحیح نہیں۔ بلکہ اگر ابو بکرؓ ہوتے تو وہ بھی یہی کرتے اور ابو بکر نہیں اگر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہوتے وہ بھی یہی کرتے۔ ان غریبوں کو آگے بڑھاتے اور ہمیں پیچھے ہٹاتے۔ اور اللہ کے دربار عالی میں بھی یہی ہوگا۔ مجھے اسی کی فکر ہے کہ اللہ کے یہاں بھی یہی ہونا ہے۔ میں تو آپ سے یہی پوچھنا چاہتا ہوں کہ کوئی تدبیر ایسی بھی ہے ہم سے قصور ہو چکا ہے۔ لیکن اس کی تلافی اب بھی ممکن ہے یا نہیں؟ کوئی تدبیر ایسی ہو کہ ہم دنیا میں ان غریبوں کے ساتھ بیٹھ سکیں۔ تاکہ ان کے ساتھ ہم بھی جنت میں جا سکیں۔ ہم تو یہ پوچھنا چاہتے ہیں۔

جنّت میں فقرائے صحابہ کی رفاقت

حضرت عمرؓ سر جھکا کر بیٹھ گئے۔ اور سوچنے لگے۔ پھر فرمایا کہ جس چیز کے اوپر انھوں نے اپنا خون اور پسینا بہایا ہے۔ تم اپنی جانیں قربان کردو گے تو تم ان کے ساتھ جنت میں جا سکو گے۔ تم صہیب رومی، بلال حبشی اور ابوذر غفاری کے ساتھ جنت میں جانا چاہتے ہو تو اگر تم اسلام کی راہ میں ان کی طرح جانیں قربان کر دو گے تو تم بھی ان کے ساتھ جنت میں جا سکتے ہو۔ ایک دم نوجوان صحابی حضرت عکرمہؓ کھڑے ہوئے اور کہا کہ میں چاہتا ہوں کہ ابوذر غفاریؓ، بلال حبشیؓ، اور صہیب رومیؓ کے ساتھ جنت میں جاؤں۔ ہمارے خاندان کے بڑے چھوٹے مرد اور عورت اسّی افراد ہیں آپ حکم دیں جہاں آپ حکم دیں گے وہاں ہم جانے

کے لیے اور جانیں قربان کرنے کے لیے تیار ہیں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا: نیکی اور پوچھ پوچھ، جاؤ اللہ کی زمین بڑی وسیع ہے۔

قبیلہ بنی مخزوم کا اللہ کی راہ میں نکلنا اسی دن بنی مخزوم کے اسّی افراد کا قافلہ اور جماعت نکل گئی۔ نہ اپنے گھروں کو کسی کے حوالے کیا ہے اور نہ اپنی دکانیں پنساری کے سپرد کی ہیں۔ نہ اپنے کھیت رکھوالی کے حوالے کیے ہیں۔ یہ کہا کہ ہمیں تو اللہ کے راستے میں سے واپس نہیں آنا۔ ہمیں تو اتنی محنت کرنی ہے کہ وہیں اپنی جانیں قربان کرنی ہیں۔ اور ابوذر غفاریؓ، بلال حبشیؓ اور صہیب رومیؓ کے ساتھ ہمیں جنت میں جانا ہے۔ وہ اس ارادے سے اپنی ہر چیز کو کھڑی پڑی چھوڑ کر چلے گئے ہیں۔

بنی مخزوم کی اللہ کی راہ میں قربانی پونے تین سال کے بعد میں کارگزاری آئی کہ بنو مخزوم کا قبیلہ جو فلاں سمت میں گیا تھا وہ سارے کے سارے اللہ کو پیارے ہو چکے ہیں۔ سب نے اپنی جانیں قربان کر دی ہیں۔ صرف ایک چھوٹی بچی دو سال کی اور ایک چھوٹا بچہ پونے تین سال کا باقی رہ گیا ہے ورنہ اسّی میں سے اٹھتر افراد جان قربان کر چکے ہیں۔ جب یہ کارگزاری آئی تو حضرت عمرؓ پھوٹ پھوٹ کر روئے۔ اور یہ فرمایا کہ سارا کا سارا قبیلہ دین کے لیے قربان ہو گیا۔ اور فرمایا:

زَوِّجُو االْفَرِیْدَ الْفَرِیْدَةَ

ترجمہ: اس تنہا بچے کا اس اکیلی بچی سے نکاح کردو۔

شاید اللہ عزاسمہ ان کو جوان کردے۔ اور اس خاندان کو پھر دوبارہ دنیا کے اندر پھیلا دے۔ یہ ہیں عکرمہ رضی اللہ تعالی عنہ وارضاہ۔ جن پر فتح مکہ کے موقعہ پر خاص کرم اور نبوی شفقتوں کا ظہور ہوا۔

قبیلۂ بنی مخزوم کے واقعہ کا حاصل اس واقعہ سے اگر غور کیا جائے تو بہت سی باتیں معلوم ہوتی ہیں۔

ا۔ یہ جو ہمارے اکابر کا عقیدہ ہے کہ غیب کا علم کسی کو نہیں۔ اس کی ایک دلیل یہ بھی ہے۔ رسول پاک علیہ الصلاۃ والسلام نے تو فیصلہ فرمادیا تھا کہ ان کو جہاں بھی پاؤ قتل کردو۔ لیکن اللہ کی طرف سے ان کے لیے سعادت کا فیصلہ پہلے ہو چکا تھا۔ اس مالک الملک کے علم میں تھا کہ عکرمہ ایمان لائیں گے، اور ایمان لانے کے بعد میں اس جوہر ایمانی کا اظہار ہوگا، اور اس طریقے سے دین کی خدمت کریں گے کہ رہتی دنیا تک ان کے کارنامے روشن رہیں گے۔

حضرت خالد اور عمرو بن العاص ایسے ہی سیدنا خالد بن ولید اور حضرت عمرو بن العاص۔ یہ بھی اسلام کے بڑے مخالفین میں سے تھے۔ خالد احد کی لڑائی میں کافروں کی طرف سے آئے تھے۔ اس وقت تک مسلمان نہیں ہوے تھے۔ انھیں کی سیاست تھی کہ مسلمانوں کو کامیابی کے بعد پھر نقصان ہوا۔ ستر صحابہ شہید ہوے۔

اور رسول پاک علیہ الصلاۃ والسلام کا ایک دانت شہید ہوا۔ اور سر مبارک میں زخم آیا۔ اس وقت رسول پاک علیہ الصلاۃ والسلام نے بددعا فرمانے کا ارادہ فرمایا کہ انھوں نے ظلم کیا ہے ان کے لیے بددعا کی جائے۔ حق تعالی نے آیت شریفہ نازل فرمائی:

لَيۡسَ لَكَ مِنَ الۡاَمۡرِ شَىۡءٌ اَوۡ يَتُوۡبَ عَلَيۡهِمۡ اَوۡ يُعَذِّبَهُمۡ فَاِنَّهُمۡ ظٰلِمُوۡنَ (۳۰)

ترجمہ: آپؐ کو حق نہیں کہ آپ بددعا فرمائیں۔ اللہ تعالی مالک ہیں وہ بااختیار ہیں جس کو چاہیں گے ایمان کی توفیق عطا فرمائیں گے اور جس کو چاہیں گے جہنم کی سزا دیں گے۔ آپ ان کے لیے بددعا نہ کریں۔ بے شبہ وہ ظلم کرنے والے ہیں۔

عمرو بن العاص کا واقعۂ بیعت

خالد بن الولید اور عمرو بن العاص یہ مسلمان ہوے۔ اور عمرو بن العاصؓ نے مسلمان ہونے کے بعد عرض کیا کہ مجھے بیعت بھی فرمالیجیے۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیعت کے لیے ہاتھ بڑھایا انھوں نے ہاتھ کھینچ لیا۔ ارشاد فرمایا: —مَالَكَ يَا عَمۡرُو!— کیا بات پیش آئی تم تو بیعت ہونے کے لیے کہہ رہے تھے؟! انھوں نے عرض کیا، بیعت ہو جاؤں گا لیکن ایک شرط ہے کہ میری ساری برائیاں اور خطائیں معاف ہو جائیں۔ اگر بیعت ہونے کے بعد بھی میری پچھلی برائیوں پر

(۳۰) سورہ ال عمران آیت ۱۲۸

گرفت ہوئی تو پھر بیعت ہونا، نہ ہونا برابر ہے۔

گناہوں کو مٹانے والی چیزیں

تب ارشاد فرمایا:

اَمَا سَمِعْتَ یَا عَمْرُو! اِنَّ الْاِسْلَامَ یَهْدِمُ مَا كَانَ قَبْلَهٗ۔ وَاِنَّ الْهِجْرَةَ تَهْدِمُ مَا كَانَ قَبْلَهَا، وَاِنَّ الْحَجَّ يَهْدِمُ مَا كَانَ قَبْلَهٗ (٣١)

اے عمرو! کیا تم نے یہ بات نہیں سنی کہ اسلام ان تمام گناہوں کو مٹادیتا ہے جو اسلام سے پہلے کی ہیں۔ اسلام لانے سے پہلے کفر کی حالت میں جو پاپ کیے ہیں ایک مرتبہ کلمہ پڑھتے ہی وہ سارے کے سارے معاف ہو جاتے ہیں۔

لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کی عظیم تاثیر

حضرت اقدس مولانا عبد الحی صاحب نور اللہ مرقدہ نے حصن حصین کے حاشیے میں ایک روایت نقل کی ہے کہ جس شخص نے ایک مرتبہ پڑھا:

لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَمَدَّبِهَا صَوْتَهٗ، یعنی لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ بلند آواز کے ساتھ پڑھا تو اس کے چار ہزار کبیرہ گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ مگر اس روایت پر کچھ کلام بھی نقل کیا ہے کہ اس روایت میں نعیم کذاب ہے۔ اس کی روایت کو علماء نے قبول نہیں کیا۔ یہ بات اس نے اپنی طرف سے چلادی ہے (٣٢)

بہر کیف! یہ تو احادیث صحیحہ کے اندر فرمایا گیا ہے:

---

(٣١) مشكات ص ١٤ براوية مسلم

(٣٢) كذا فى كنز العباد فى تذكرة الموضوعات من قال لا اله الا الله مدبها صوته غفرله اربعة الاف ذنب من الكبائر، فيه نعيم كذاب، حصن حصين ص ٢٦ حاشيه ١٥

مَنْ كَانَ اٰخِرُ كَلَامِهٖ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ دَخَلَ الْجَنَّةَ۔ (۳۳)

ترجمہ: جس کا آخری کلام لا الہ الا اللہ ہو گا وہ جنت میں جائے گا۔

ایک جلیل القدر محدّث

ابو حاتم رازیؒ بڑے جلیل القدر محدثین میں سے ہیں۔ ایک مرتبہ ان کے زمانے میں دو آدمیوں میں گفتگو ہو رہی تھی، ایک نے کہا کہ بھائی ان کو تو بہت حدیثیں یاد ہیں۔ لاکھوں حدیثیں یاد ہیں۔ دوسرے نے کہا لاکھ کی تعداد تو بہت ہوتی ہے ہوں گی دو چار ہزار، دونوں میں بحث لمبی ہوئی۔ یہاں تک کہ جو لاکھوں کہہ رہا تھا اس نے کہا کہ اگر حاتم رازی کے تین لاکھ سے ایک حدیث بھی کم یاد ہوئی تو میری بیوی پر تین طلاق، پھر بے چارے کو فکر ہوئی کہ طلاق پڑی یا نہیں؟ علماء سے رجوع کیا۔ علما نے کہا کہ بھائی ہم اس کا جواب نہیں دے سکتے۔ حاتم رازی کے پاس ہی جاؤ۔ اور ان سے پوچھو کہ آپ کو کتنی احادیث یاد ہیں؟ ان سے پوچھا تو انہوں نے کہا کہ اللہ کا شکر ہے مجھے تین لاکھ سے زیادہ احادیث یاد ہیں۔

ابو حاتم رازی کے تعلیمی اسفار

مگر اتنی احادیث کیسے یاد ہوئیں؟ یہ خود کہتے ہیں کہ احادیث کے سیکھنے کے لیے نو ہزار میل سے زیادہ میں نے پیدل سفر کیا ہے۔ مکہ مکرمہ یہاں سے تین ہزار میل سے کچھ زائد ہے۔ نو سو میل تو یہاں سے بمبئی ہے۔ اور آگے دو ہزار سے کچھ زائد مکہ ہے۔ لیکن حاتم رازی کا جو سفر تعلیم حدیث کے لیے ہوا ہے وہ نو ہزار میل

(۳۳) مسند احمد ج ۵ ص ۲۴۷

سے کچھ زائد کا ہے۔ یہ پیدل کا سفر تھا جب کہ راستے بھی متعین نہیں تھے۔ لیکن جہاں پتہ چل گیا کہ فلاں جگہ محدث ہے وہیں جاتے تھے۔ اور فرمایا کہ یہ نہ سمجھ لینا کہ یہی میرا سفر ہے۔ اس کے بعد میں نے میلوں کی شمار کرنی چھوڑ دی۔ سفر پھر بھی میرے بہت ہوئے۔ یہ ہیں حاتم رازیؒ۔

ابو حاتم رازی کے انتقال کا واقعہ جب ان کا انتقال ہوا ہے نزاعی کیفیت ان کے اوپر طاری ہے۔ پورا جسم ان کا ٹھنڈا ہو چکا ہے۔ روح گلے میں اٹکی ہوئی ہے۔ انھوں نے حدیث پڑھنی شروع کی:

حَدَّثَنَا فُلَانٌ عَنْ فُلَانٍ عَنْ فُلَانٍ عَنْ فُلَانٍ اَنَّهٗ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ كَانَ اٰخِرُ كَلَامِهٖ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ

اتنا کہنے پائے تھے کہ جو جان اٹکی ہوئی تھی وہ ایک دم نکل گئی۔ اور علماء فرماتے ہیں کہ — دَخَلَ الْجَنَّةَ — جنت میں جا کر ہی پورا کیا ہے۔ یہ تھا حدیث پاک سے عشق، یہ تھا حدیث پاک سے تعلق، یہ تھا حدیث پاک کا دل کے اندر اتر جانا۔ ابو حاتم رازی کے واقعات حافظ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں اور دوسرے مصنفین نے بڑی وضاحت اور تفصیل سے لکھے ہیں۔

انسان اور فرشتوں کا نصب العین بہر کیف! بات دور چلی گئی میں تو یہ عرض کر رہا تھا کہ اللہ عزاسمہ نے سیدنا حضرت آدم علی نبینا وعلیہ الصلاۃ والسلام کی پیدائش سے پہلے ان کا کمال اور ان کا شرف جو

فرشتوں کے سامنے ظاہر فرمایا وہ یہ تھا کہ میں روئے زمین میں اپنا خلیفہ بنانے والا ہوں۔

یعنی ایسی مخلوق پیدا کروں گا جو میرے احکام کو دنیا کے اندر نافذ کرے۔ ورنہ عبادت کرنے والے فرشتے لاکھوں اور کروڑوں سال سے بعض سجدے میں پیشانی رکھے ہوئے ہیں۔ بعض رکوع میں جھکے ہوئے ہیں۔ بعض ہاتھ اٹھائے ہوئے ہیں۔ بعض ہاتھ باندھے ہوئے ہیں۔ مختلف جماعتوں کا رسول پاک علیہ الصلاۃ والسلام نے تذکرا فرمایا۔ لیکن احکام کی تنفیذ کے کام میں وہ مشغول نہیں ہیں۔ ایسا نہیں ہے کہ فرشتے، جو برائی کر رہا ہے اسے برائی سے روکیں۔ وہ یہ نہیں کہتے کہ نماز کو چلو سنیما دیکھنے کے لیے نہ جاؤ۔ یہ کام اللہ نے انسان کے سپرد فرمایا ہے۔ اور اسی کے لیے انسان کو پیدا فرمایا۔

حضرت آدمؑ کا دوسرا شرف دوسرا افضل جو سارے کمالات میں اعلا و افضل ہے وہ آدم علیہ الصلاۃ والسلام کے علم کا اظہار ہے۔ فرشتوں کو جس چیز کا علم عطا فرمادیا وہ ہی ان کو علم ہے۔ یہ نہیں ہے کہ فرشتوں کے علم میں اضافہ ہو۔

ہمارے نبیؐ کو سب سے زیادہ علم تھا اور علم کا سمندر اتنا بڑا ہے کہ اس کی کوئی انتہا نہیں۔ جناب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو سب سے زیادہ علم تھا۔ کسی شاعر نے کہا ہے:

فَاقَ النَّبِيِّيْنَ فِيْ خَلْقٍ وَفِيْ خُلُقٍ ☆ وَلَمْ يُدَانُوْهُ فِيْ عِلْمٍ وَّلَا كَرَمٍ

جناب محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اخلاق حمیدہ میں اور اپنے اوصاف جمیلہ میں تمام انبیاء سے فوقیت لے گئے اور کوئی بھی جناب رسول اللہؐ کے ہم پلہ نہیں ہو سکا نہ علم میں اور نہ جود و سخا میں۔

علم کے سمندر کا کوئی کنارہ نہیں لیکن پھر بھی ارشاد فرمایا کہ دعا مانگا کرو: رَّبِّ زِدْنِیْ عِلْمًا (۳۴)

اے میرے رب کریم! میرے علم کو اور بڑھا دیجیے۔

علم کی کوئی انتہا نہیں ہے۔ علم ایسا کمال ہے اور علم کا ایسا درجہ ہے کہ نبوت کے بعد تمام کمالات میں سب سے فائق تر علم کا کمال ہے۔

حضرت آدم کو تعلیم اسماء جس کو حق تعالیٰ ارشاد فرما رہے ہیں۔

وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا (۳۵)

اللہ نے آدمؑ کو سب چیزوں کے نام سکھلا دیے۔

نبوت کے بعد علم کا درجہ ہے امام فخر الدین رازی فرماتے ہیں کہ نبوت کے بعد علم سے بڑھ کر حضرت آدم علیہ السلام کے اندر اگر کوئی اور کمال ہوتا تو پہلے اس کو بیان کیا جاتا۔ لیکن چوں کہ سب سے اہم اور سب سے اونچا علم کا کمال تھا اس لیے علم کے کمال کو سب سے پہلے بیان فرمایا۔

سجدہ کا واقعہ تخلیق آدم کے فوراً بعد کا ہے حالاں کہ حضرت

(۳۴)سورۂ طٰہٰ آیت ۱۱۴
(۳۵)سورۂ بقرہ آیت ۱۳۱

آدم علیہ السلام کی پیدائش کے بعد فوری طور پر جو حضرت آدم کا اعزاز ظاہر کیا گیا وہ یہ ہے کہ حضرت آدم کو فرشتوں سے سجدہ کرایا گیا۔ جیسا کہ قرآن کریم میں ہے:

فَاِذَا سَوَّيْتُهٗ وَنَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِيْ فَقَعُوْا لَهٗ سٰجِدِيْنَ (۳۶)

ترجمہ: جب ہم نے آدم کے جسم میں (اپنی قدرت کاملہ سے) روح ڈالی تو فرشتے ایک دم سجدے میں گر گئے۔

تو سجدے کا جو حکم فرشتوں کو دیا گیا وہ پیدائش کے فوری بعد کا ہے (اس پر مفصل کلام آگے آرہا ہے) اور فرشتوں کے مقابلے میں حضرت آدم کی علمی برتری کا جو اظہار ہے وہ اس کے بعد کا ہے۔ لیکن چوں کہ سب سے بڑا، سب سے اونچا، اور سب سے اعلا شرف اور کمال علم کا تھا اس لیے پہلے اس کو بیان فرمایا۔

علم کو مال پر برتری حاصل ہے

حضرت علی فرماتے ہیں کہ علم کو مال کے اوپر سات وجہ سے فضیلت حاصل ہے۔ ایک تو اس وجہ سے

اَلْعِلْمُ مِيْرَاثُ الْاَنْبِيَآءِ وَالْمَالُ مِيْرَاثُ الْفَرَاعِنَةِ

کہ علم انبیاء علیھم الصلاۃ والسلام کی میراث ہے۔ اور مال فرعون، ہامان اور قارون کی میراث ہے۔

دوسرے اس وجہ سے

(۳۶) سورۂ ص آیت ۷۲

اَلعِلْمُ لَا یَنْقُصُ بِالنَّفَقَةِ وَالْمَالُ یَنْقُصُ۔
کہ علم خرچ کرنے سے کم نہیں ہوتا اور مال کم ہوتا رہتا ہے۔
تیسرے اس وجہ سے
یَحْتَاجُ الْمَالُ اِلَى الْحِفْظِ وَالْعِلْمُ یَحْفَظُ صَاحِبَهٗ۔
مال کی خود حفاظت کرنی پڑتی ہے جب کہ علم خود علم والے کی حفاظت کرتا ہے۔
چوتھے اس وجہ سے
اِذَا مَاتَ الرَّجُلُ یَبْقٰى مَالُهٗ وَالْعِلْمُ یَدْخُلُ مَعَ صَاحِبِهٖ قَبْرَهٗ۔
کہ جب آدمی مر جاتا ہے تو مال ساتھ چھوڑ دیتا ہے جب کہ علم اپنے ساتھی کے ساتھ قبر میں داخل ہو کر ساتھ رہتا ہے۔
پانچویں اس وجہ سے
اَلْمَالُ یَحْصُلُ لِلْمُؤْمِنِ وَالْکَافِرِ وَالْعِلْمُ لَا یَحْصُلُ اِلَّا لِلْمُؤْمِنِ۔
کہ مال مومن اور کافر سب کو حاصل ہو جاتا ہے جب کہ علم (مراد علم معرفتِ الٰہی) صرف ایمان والے ہی کو حاصل ہو سکتا ہے۔
چھٹے اس وجہ سے
جَمِیْعُ النَّاسِ یَحْتَاجُوْنَ اِلٰى صَاحِبِ الْعِلْمِ فِیْ اَمْرِ دِیْنِهِمْ وَلَا یَحْتَاجُوْنَ اِلٰى صَاحِبِ الْمَالِ۔

کہ دینی معاملات میں سارے کے سارے لوگ اہل علم کے محتاج ہیں جب کہ ایسی عمومی حاجت مال والوں سے لوگوں کی وابستہ نہیں ہے۔

ساتویں اس وجہ سے

اَلعِلمُ یُقَوِّی الرَّجُلَ عَلَی المُرُوْرِ عَلَی الصِّرَاطِ وَالمَالُ یَمْنَعُهٗ

کہ علم پل صراط پر گزرنے میں قوت دے گا اور مال وہاں گزرنے سے مانع بن جائے گا۔(۳۷)

اہل علم کی صحبت کی برکات

فقیہ ابواللیث سمرقندیؒ فرماتے ہیں کہ جو شخص اہل علم (علماء) کی صحبت میں بیٹھے گا اگر اپنے عذر کی وجہ سے ان سے علم کی کوئی بات یاد بھی نہ کرسکا تو پھر بھی صرف بیٹھنے کی وجہ سے مرنے کے بعد اس کو سات اعزاز حاصل ہوں گے۔

۱۔ ایک یہ کہ طالب علم کی فضیلت اس کو حاصل ہوگی۔ اور طالب علم کی فضیلت یہ ہے کہ فرشتے اس کے لیے محبت کی وجہ سے اپنے بازو بچھادیتے ہیں۔ اور زمین و آسمان کی جتنی مخلوقات ہیں وہ عالم کے لیے استغفار کرتی رہتی ہیں۔ حتیٰ کہ سمندر کی مچھلیاں بھی۔ اور جو شخص علم سیکھتا ہوا مرگیا وہ شہید مرے گا۔ اور شہیدوں کا سا اجر اس کو عطا کیا جائے گا۔

---

(۳۷) تفسیر کبیر ج ۲ ص ۱۸۲

۲۔ دوسرے یہ کہ جب تک ان کی مجلس میں بیٹھا رہے گا گناہوں سے بچا رہے گا۔

۳۔ تیسرے یہ کہ جب اپنے گھر سے طلب علم کے لیے نکلے گا تو رحمتِ الٰہی اس کے اوپر نازل ہوگی۔

۴۔ چوتھے یہ کہ جب تک وہ علما کی مجلس میں بیٹھا رہے گا تو جو رحمت ان کے اوپر نازل ہوگی اس میں سے اس شخص کو بھی ضرور حصہ پہنچے گا۔

۵۔ پانچویں یہ کہ جب تک وہ غور سے عالم کا کلام سنتا رہے گا تو اس کے لیے اطاعت کا ثواب لکھا جائے گا۔

۶۔ چھٹے یہ کہ جب یہ عالم کا کلام سنے گا اور سمجھنے سے قاصر رہے گا تو علم کی بات نہ سمجھ پانے کی وجہ سے اس کا دل تنگ اور رنجیدہ ہوگا۔ یہی غم اس کے لیے حضور اور قربِ الٰہی کا سبب بن جائے گا۔ کیوں کہ حق تعالیٰ کا ارشاد عالی ہے:

اَنَا عِنْدَ الْمُنْكَسِرَةِ قُلُوْبُهُمْ لِاَجْلِىْ

میں ان لوگوں کے ساتھ ہوں جن کے دل میرے خوف اور میری عظمت کے استحضار کی وجہ سے ٹوٹ چکے ہوں۔

۷۔ ساتویں یہ کہ جب وہ دیکھے گا کہ مسلمان اہل علم کا کس درجہ اعزاز کرتے ہیں اور فاسقوں کو کس طرح ذلیل کرتے ہیں تو اس کے دل میں فسق (گناہوں) سے نفرت اور طاعت کی رغبت پیدا ہوگی۔

اور یہی مقصود و مطلوب ہے۔(۳۸)

اسی لیے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے علماء صلحاء (نیک لوگوں) کی صحبت اور ہم نشینی اختیار کرنے کا حکم دیا ہے۔ ارشاد عالی ہے:

اِذَا مَرَرْتُمْ بِرِيَاضِ الْجَنَّةِ فَارْتَعُوْا۔

جب جنت کے باغوں میں سے گزرو تو کچھ کھالیا کرو۔ صحابہ کرامؓ نے سوال کیا: وہ باغ کیا ہیں؟

ارشاد فرمایا: مَجَالِسُ الْعُلَمَاءِ۔ یہ باغیچے علما کی مجلسیں ہیں۔(۳۹)

ایک اور حدیث میں ہے:

كُنْ عَالِمًا اَوْ مُتَعَلِّمًا اَوْ مُسْتَمِعًا اَوْ مُحِبًّا وَلَا تَكُنِ الْخَامِسَ (۴۰)

یا تو عالم بنو یا طالب علم بنو، یا ان کی بات سننے والے بنو، اور آخری درجہ یہ ہے کہ کم از کم ان سے محبت کرنے والے بنو۔ اور پانچویں نہ بنو۔ صحابۂ کرام نے سوال کیا: پانچواں کیا ہے؟ فرمایا: ان سے دشمنی کرنے والا۔ تو ان اہل علم سے دشمنی کرنے والے نہ بنو۔

بہر کیف! دوسرا اعزاز حضرت آدم علی نبینا وعلیہ الصلاۃ والسلام کا علم تھا۔ فرشتوں کے سامنے جس کا اظہار فرمایا۔

---

(۳۸) تفسیر کبیر ج ۲ ص ۱۸۲

(۳۹) مسند احمد ج ۲ ص ۴۵، مجمع الزوائد ج ۱ ص ۱۲۶

(۴۰) مجمع الزوائد ج ۱ ص ۱۲۲، وقال رجاله موثقون

اسماء سے کیا مراد ہے؟ اور وہ اسما جو حضرت آدم علیہ السلام کو سکھائے گئے تھے ان سے کیا مراد ہے؟ اس میں مفسرین کے مختلف اقوال ہیں۔

ایک قول یہ ہے کہ حضرت آدم کو نسل در نسل اولاد کے نام اور دوسری چیزوں کے نام سکھائے گئے تھے۔ مثلاً یہ کہ یہ گھوڑا ہے، یہ گدھا ہے، یہ اونٹ ہے، یہ پہاڑ ہے، یہ دریا ہے وغیرہ وغیرہ

دوسرا قول یہ ہے صحیفوں اور قضا اور قدر کا علم دیا گیا تھا۔ یہاں تک کہ یہ بھی بتلایا گیا تھا کہ انسان پیچھے کے راستے سے گوز مارے گا۔

تیسرا قول یہ ہے کہ اولاد کا، فرشتوں کا، اور ستاروں کے نام اور ان کے خواص وحالات کا علم دیا گیا تھا۔

اور صحیح ہے کہ کل چیزوں کے نام ان کی ذات، صفات اور افعال سب کا علم حضرت آدم کو دیا گیا تھا۔ (۴۱)

حضرت آدم کا تیسرا شرف اور تیسرا فضل وشرف فرشتوں سے سجدہ کرانے کا تھا جس کا بیان اس آیت میں ہے۔ حق تعالی ارشاد فرماتے ہیں:

وَ اِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِکَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِیْسَ اَبٰی وَاسْتَکْبَرَ وَکَانَ مِنَ الْکَافِرِیْنَ (۴۲)

(۴۱) ابن کثیر ص ا ص۹۵
(۴۲) سورۂ بقرہ آیت ۳۴

اور وہ وقت بھی قابل ذکر ہے جب ہم نے فرشتوں سے کہا کہ آدم کو سجدہ کرو۔ پس سوائے ابلیس کے سب نے سجدہ کیا۔ ابلیس نے انکار کیا۔ اور اپنے آپ کو بڑا سمجھا۔ اور وہ کافروں میں سے ہو گیا۔

سجدے کی تعریف زمین پر پیشانی رکھنے کو سجدہ کہا جاتا ہے جو انتہا درجے کی عاجزی ہے۔ اور یہ انتہا درجے کی عاجزی اسی ذات عالی کے آگے ہو سکتی ہے جس میں انتہا درجہ کے کمالات ہوں۔ اور وہ اللہ عزاسمہ کی ذات عالی ہے۔

سجدہ صرف اللہ کے لیے ہے حضرتِ آدم علیہ الصلاۃ والسلام سے لے کر جناب محمد صلی اللہ علیہ وسلم تک جتنے بھی انبیا علیھم الصلاۃ والسلام تشریف لائے ہیں عبادت کا سجدہ کسی بھی دور میں غیر اللہ کے لیے جائز نہیں رہا۔

اور اب سجدۂ تعظیمی بھی جائز نہیں بعض صحابہ نے رسول پاک علیہ الصلاۃ والسلام کی طرف سجدہ کرنے کا ارادا فرمایا۔ حضرتِ معاذ بن جبل رضی اللہ تعالی عنہ ملکِ شام تشریف لے گئے وہاں دیکھا کہ وہاں کے اشخاص اپنے علما کو اور مشائخ کو اور اپنے درویشوں کو سجدہ کرتے ہیں۔ حضرت معاذؓ نے اپنے دل میں سوچا کہ ہمیں بھی چاہیے کہ ہم بھی اپنے پیارے نبی جناب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو سجدہ کریں۔

جب ملک شام سے واپس تشریف لائے تو رسول پاک علیہ الصلاۃ والسلام کو سجدہ کرنے کا ارادہ فرمایا۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے معاذ! یہ کیا؟ عرض کیا: میں نے ملک شام میں دیکھا کہ وہ اپنے علما اور درویشوں کو سجدہ کرتے ہیں تو آپ اس کے زیادہ مستحق ہیں کہ آپ کو سجدہ کیا جائے۔ تب ارشاد فرمایا: اگر تم میری قبر کے پاس سے گزرو تو کیا تم میری قبر کو سجدہ کروگے؟ عرض کیا: نہیں ارشاد فرمایا: پھر زندگی میں بھی سجدہ نہ کرو۔ سجدہ کرنا غیر اللہ کے لیے جائز نہیں۔ اگر کسی مخلوق کو سجدہ کرنا جائز ہوتا تو میں عورتوں کو حکم دیتا کہ اپنے شوہروں کو سجدہ کریں۔(۴۳) اس لیے کہ بیوی پر شوہر کے بہت زیادہ حقوق ہیں۔

بیوی پر شوہر کے حقوقِ واجبہ اور بیوی پر شوہر کے کتنے حقوق ہیں اس کا اندازا اس واقعے سے ہو سکتا ہے۔ ایک صحابی اپنی نوجوان صاحب زادی کو جو کہ چادر میں لپٹی ہوئی تھی لے کر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوے۔ اور عرض کیا: اے اللہ کے رسول! یہ میری بیٹی ہے میں اس کا نکاح کرنا چاہتا ہوں۔ لیکن یہ نکاح کے لیے تیار نہیں ہے۔ جناب والا اس کو سمجھادیں۔ میں اس کو اسی غرض سے لے کر آیا ہوں۔ رسول پاک علیہ الصلاۃ والسلام نے ارشاد فرمایا:

(۴۳) مشکات شریف ص ۸۲ ۲ زواجر ج ۲ ص ۳۲ ابن کثیر ج ا ص ۱۰۰

يَابُنَيَّ اَطِيْعِي اَبَاكِ!

اے پیاری بیٹی! اپنے باپ کی اطاعت کر۔

لڑکی کھڑی ہوئی اور عرض کیا: اے اللہ کے نبی! میں اس وقت تک نکاح نہیں کروں گی جب تک کہ مجھے معلوم نہ ہو جائے کہ شوہر کے بیوی پر کیا کیا حقوق ہیں؟

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

بیوی کے ذمے شوہر کے اتنے حقوق ہیں کہ اگر شوہر کے پورے جسم میں پھنسیاں ہو جائیں۔ کیڑے پڑ جائیں۔ اور عورت نے ان کو کپڑوں سے صاف نہیں کیا۔ بلکہ اپنی زبان سے چاٹ کر صاف کیا ہے تب بھی عورت نے اپنے شوہر کا حق ادا نہیں کیا۔ یہ سن کر ان بی بی صاحبہ نے عرض کیا: اے اللہ کے نبی! میرے اندر اتنی سکت اور طاقت نہیں ہے کہ شوہر کے حق ادا کر سکوں۔

بغیر اجازت بالغہ عورت کا نکاح جائز نہیں

اس وقت جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

لَا تُزَوِّجُوْهُنَّ اِلَّا بِاِذْنِهِنَّ

جوان لڑکیوں کا ان کی اجازت کے بغیر نکاح نہ کرو۔ (۴۴)

اگر ولی اجازت طلب کرے یعنی باپ ہے یا باپ کی عدم موجودگی میں دادا ہے اور دادا نہ ہونے کی صورت میں بھائی ہیں، تایا

(۴۴) زواجر ج ۲ ص ۳۲

ہیں، چچا ہیں۔ تو لڑکی کا خاموش رہنا بھی کافی ہے۔ اور اس کا خاموش رہنا ہی اجازت کا دینا ہے۔ (۴۵) اور اگر باپ یا کسی اور ولی کے ہوتے ہوئے کسی اور نے اجازت طلب کی۔ یا باپ نے اس کو بھیجا ہے۔ اور اس نے ان الفاظ سے اجازت طلب کی ہے کہ بی بی تمہارے باپ نے مجھے بھیجا ہے وہ تمہارا نکاح فلاں کے ساتھ اتنے مہر میں کر رہے ہیں۔ اگر ان الفاظ سے اجازت طلب کرنے پر لڑکی خاموش رہی تو یہ بھی اجازت ہے۔ (۴۶)

وکیل کے طلب اجازت کے احکام

اور اگر اس آنے والے اور اجازت طلب کرنے والے نے یہ الفاظ نہیں کہے کہ مجھے تمہارے باپ نے بھیجا ہے۔ یا باپ نے نہیں بھیجا بلکہ قاضی صاحب نے مجلس نکاح میں سے بھیجا تھا کہ جا کر اجازت لے آؤ کوئی رشتے دار ہی تھا۔ اس نے جا کر اجازت مانگی تو لڑکی کا خاموش رہنا اجازت نہیں۔ بلکہ ایسی صورت میں صراحتًا اجازت کا دینا ضروری ہے۔ (۴۷)

ایسے ہی اگر لڑکی بیوہ ہو گئی ہے۔ یا اس کو طلاق مل گئی ہے اور دوبارہ اس کا نکاح کیا جا رہا ہے تو اس کے لیے بھی صراحتًا اجازت کا دینا ضروری ہے۔ سکوت اس وقت اجازت ہے جب کہ ولی یا ولی کا

(۴۵) واذاستاذنها الولی فسکتت او ضحکت بغیر صوت فذالك اذن منها۔ قدوری ص، ۱۵۹
(۴۶) فان استاذنها هو ای الولی وهو السنة او وکیله او رسوله او زوّجها ولیها واخبرها رسوله او فضولی عدل فسکتت عن رده مختارة او ضحکت غیرمستهزئة او تبسمت او بکت بلا صوت فهو اذن ۱ھ رد المحتار ج ٤ ص ۱۵۹
(۴۷) فان استاذنها غیرالاقرب کاجنبی او ولی بعید فلا عبرة بسکوتها بل لا بد من القول ۱ھ شامی ج ٤ ص ٤ ۱٦

وکیل اجازت طلب کرے اور لڑکی بے نکاحی ہو۔

بہر کیف! جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر غیر اللہ کے لیے سجدہ کرنا جائز ہوتا تو میں عورت کو حکم دیتا کہ اپنے شوہر کو سجدہ کرے۔ مگر سجدہ کرنا کسی کے لیے بھی جائز نہیں۔

خلافت فاروقی کا ایک واقعہ

حضرت عمرؓ کے زمانۂ خلافت میں ملک شام فتح ہو گیا تھا۔ حضرتِ عمر نے ایک صحابی کو وہاں کا گورنر بنایا وہ تشریف لے گئے۔ ملک شام والوں کو اطلاع ہو گئی کہ گورنر صاحب تشریف لا رہے ہیں۔ انھوں نے پورے شہر کے اندر اعلان کرادیا کہ سارے شہر والے شہر سے باہر اکھٹے ہو جائیں۔ گورنر صاحب کا شہر سے باہر ہی استقبال کیا جائے۔

اور جب سارے شہر والے سجدہ میں گر گئے

مدینہ پاک سے اونٹ پر بیٹھ کر گورنر صاحب تشریف لائے تو سارے شہر والے ان کے سامنے سجدے میں گر گئے۔ گورنر صاحب بھی اونٹ سے اترے اور سجدے میں گر گئے۔ دیر تک سب سجدے میں پڑے رہے۔ لوگوں نے کچھ دیر کے بعد سر اٹھایا۔ گورنر صاحب نے بھی سر اٹھالیا۔ اور چل دیے۔ چلتے چلتے گورنر صاحب سے کسی نے پوچھا کہ جناب والا نے کس کو سجدہ کیا؟ گورنر صاحب نے فرمایا: تم نے کسے کیا؟ انہوں نے کہا کہ ہم نے تو آپ کو کیا، فرمایا: توبہ توبہ، تم نے مجھے سجدہ کیا۔ میں تو یہ سمجھا کہ اللہ عز اسمہ کو سجدہ کر رہے ہو۔ اسی لیے میں

بھی سجدہ کرنے میں شریک ہو گیا تھا۔ بھائی چلو مجھے ایسی گورنری کی ضرورت نہیں۔ شہر میں داخل نہیں ہوئے تھے کہ اسی وقت واپس ہوگئے۔ اور امیر المومنین حضرت عمرؓ کے سامنے مدینہ جاکر وہ گورنری کا فرمان جیب سے نکالا اور چاک کر دیا۔ اور غصے میں یہ کہا کہ مجھے ایسی گورنری کی ضرورت نہیں جس میں لوگ میری پوجا کریں۔

غرض یہ کہ انھوں نے گورنر بننے سے انکار کر دیا۔ حضرت عمرؓ نے ایک اور صحابی کو گورنر بنا کر بھیجا۔ وہ صحابی جب وہاں پہنچے تو ملک شام والوں نے مشورہ کیا کہ بھائی پہلے جو گورنر تھے وہ تو ناراض ہوگئے تھے۔ اس مرتبہ کوئی بھی سجدہ نہ کرے۔ چناں چہ کسی نے بھی سجدہ نہیں کیا۔ اور گورنر صاحب خیریت سے ملک شام میں پہنچ گئے۔ وہاں محلے کے کچھ اشخاص آئے اور کہنے لگے کہ جی دوپہر کی ہمارے یہاں دعوت ہے۔ اور میں کھانے پکانے کا انتظام کروں گا آپ کھانے کے لیے تشریف لے آئیں۔ گورنر صاحب نے دوپہر کا کھانا ان کے یہاں کھایا۔ ابھی شام نہیں ہوئی تھی کہ شام سے پہلے ہی دوسرے لوگ آگئے کہ جی شام کی ہمارے یہاں دعوت ہے۔ انھوں نے کہا: اچھا یہاں ایک دن میں دو دو وقت کھانا کھایا جاتا ہے؟ میں یہاں نہیں رہوں گا۔ اونٹ پر بیٹھ کر سیدھے مدینہ پہنچے۔ اور حضرت عمرؓ کی مجلس مبارک میں حاضر ہو کر کہا: عمر! تو نے ہم سے کب کی عداوت نکالی؟ ہم نے جو کچھ تھوڑی بہت نیکی رسول پاک

علیہ الصلاۃ والسلام کی صحبت کی برکت سے کمائی تھی کیا تو یہ چاہتا ہے کہ اس کا بدلہ ہمیں دنیا ہی میں مل جائے؟ ہم ایک دن میں دو دو مرتبہ کھانا کھائیں۔ ہمیں ایسی گورنری کی ضرورت نہیں۔ ہم تو تنگی ترشی سے اور فقر وفاقے میں یہیں اپنی زندگی گزار لیں گے۔ یہ کہہ کر گورنری پروانہ وہیں مجلس مبارک میں چاک کر دیا۔

یہ دیکھ کر حضرتِ عمرؓ نے غصے سے ارشاد فرمایا: اچھا بھائی آج ہماری طرف سے بھی خلافت سے دست برداری ہے۔ میں بھی خلافت سے الگ ہوتا ہوں۔ تم تو سارے کے سارے متقی اور زاہد بن گئے۔ تو مجھے ہی کیا ضرورت پڑی کہ تم سب کی خدمت کروں۔ میری جانب سے بھی انکار ہے۔ جس کا جی چاہے اس بار کو اٹھائے۔ تب صحابہ کرام گھبرائے کہ اگر حضرت عمرؓ نے انکار کر دیا اور خلافت سے جواب دے دیا تو بڑی دشواری ہو گی۔ بہت سی حکومتیں اسلام کے خلاف لڑنے اور اس کو زیروزبر کرنے کی کوشش میں ہیں۔ یہ تو حضرت عمرؓ کا دم ہے کہ ان کو ہمت نہیں ہوتی۔ صحابہ نے منت اور سماجت کی۔ اور ایک صحابی آگے بڑھے اور کہا کہ امیر المومنین! آپ استعفانہ دیں۔ میں گورنری کے لیے تیار ہوں۔ مگر میری تین شرطیں ہیں۔

ایک شرط یہ ہے کہ میں تن تنہا جاؤں گا۔ میرے ساتھ نہ کوئی غلام ہو گا۔ نہ کوئی باندی ہو گی۔

دوسری شرط یہ ہے کہ میں دن میں مقدمات کے فیصلے کروں گا۔ رات کو فیصلے نہیں کروں گا۔ یہ نہیں کروں گا کہ ہر وقت میرا دروازہ کھلا رہے۔ اور جس وقت جس کا جی چاہے میرے یہاں جا کر دعویٰ دائر کردے۔

تیسری شرط یہ ہے کہ جمعہ کے روز چھٹی رکھوں گا۔

حضرت عمرؓ نے تینوں شرطیں منظور فرمالیں۔ اور ان کو وہاں کا گورنر بنا کر بھیج دیا۔ کچھ عرصے کے بعد ملک شام والوں نے شکایت کی۔ کیوں کہ ان کو شرائط کا علم نہیں تھا۔ اس لیے انھوں نے شکایت کی کہ ہمارے گورنر صاحب دن چڑھے تو اپنے گھر سے نکلتے ہیں۔ یہ نہیں کہ سورج نکلتے ہی آکر بیٹھ جائیں۔

دوسری شکایت یہ کی کہ صرف دن میں فیصلے کرتے ہیں رات کو بات بھی نہیں کرتے۔ اور تیسری شکایت یہ کی کہ ہفتے میں ایک دن کی چھٹی کرتے ہیں۔

حضرت عمرؓ نے ان سے بلا کر سوال فرمایا تو عرض کیا کہ میں نے پہلے ہی یہ عرض کر دیا تھا۔ اور میرے سامنے مجبوری یہ ہے کہ میرے پاس کوئی غلام باندی نہیں ہے اس لیے کھانے کی تیاری میں دیر لگتی ہے اور دیر سے گھر سے نکلنا ہوتا ہے۔

دوسرے یہ کہ میرے پاس یہی ایک جوڑی کپڑے ہیں ہفتہ میں جمعہ کے دن کپڑے دھوتا ہوں اور جب تک کپڑے نہیں سوکھتے

باہر نہیں نکلتا۔ اور رات کو میں نے اللہ کی عبادت کے لیے خاص کر رکھا ہے۔ اور دن کو مخلوق کی خدمت کے لیے۔

کیسا مبارک زمانہ تھا؟

کیسا مبارک زمانہ تھا؟ حضرتِ عمرؓ نے ایک صحابی کو مدینہ منورہ کا قاضی مقرر فرمایا کہ اگر یہاں کسی کے درمیان نزاع ہو جائے تو اس کے فیصلے کے لیے آپ کو متعین کیا جاتا ہے۔ پھٹا ہوا ان کا ایک بوریا تھا گھر کے سامنے کچے ڈھیلوں کی ایک دیوار (چبوتری) تھی یہ ان کا دار القضا تھا۔ روزانہ ان کا معمول تھا کہ فجر کی نماز پڑھی اور وہیں اپنی دیوار کے نیچے بوریا بچھا کر بیٹھ گئے۔ ظہر کی اذان ہوئی مسجد میں چلے گئے۔ نماز پڑھ کر گھر گئے۔ جو کچھ کھانے کو ملا وہ کھایا اور پھر اسی بوریے پر آکر بیٹھ گئے۔ عصر کی اذان ہوگئی پھر مسجد میں چلے گئے۔ نماز پڑھ کر پھر آکر بیٹھ گئے۔ اور پھر مغرب کی نماز کے وقت اس بوریے کو لپیٹ کر وہیں دیوار سے لگا کر کھڑا کر دیا۔ اسی طریقے سے ایک سال گزر گیا۔ سال گزرنے کے بعد امیر المومنین سیدنا حضرتِ عمرؓ کی خدمتِ عالیہ میں خود ہی حاضر ہوے۔ اور کہا: میں اب بیت المال سے وظیفہ نہیں لوں گا۔ کہا: کیوں؟ کیا بات پیش آئی؟ آپ کا تو بیت المال سے وظیفہ مقرر ہو گیا ہے۔ تب انھوں نے عرض کیا کہ میرے پاس ایک سال سے کوئی مقدمہ نہیں آیا۔ میں کس چیز کی محنت کا وظیفہ لوں۔

اندازہ لگاؤ کہ کتنا مبارک زمانہ تھا کہ دو شخصوں میں بھی ایک

سال تک کوئی اختلاف نہیں ہوا۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے اور اللہ کے احکام پر عمل کرنے کی وجہ سے یہ فضا بن گئی تھی۔ قرآن کریم میں اس احسان عظیم کو بیان فرمایا گیا ہے۔ ارشاد عالی ہے:

وَاذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ كُنْتُمْ اَعْدَآءً فَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖٓ اِخْوَانًا(۴۹)

ترجمہ: اور یاد کرو اللہ کے اس انعام کو جو تمہارے اوپر کیا گیا ہے۔ جب تم آپس میں ایک دوسرے کے دشمن تھے پس اللہ نے تمہارے دلوں میں الفت اور محبت پیدا فرمادی۔ اور تم اللہ کے کرم سے بھائی بھائی ہوگئے۔ اور ایسے بھائی بھائی بنے کہ ہر آدمی اپنے آپ پر دوسرے کو ترجیح دیتا تھا۔

صحابہ کرام کا ایثار وہم دردی

حضرت قتادہؓ جنگ یرموک کا واقعہ بیان فرماتے ہیں کہ لڑائی ختم ہوجانے کے بعد میں ایک چھوٹے سے مشکیزے میں پانی لے کر اس خیال سے نکلا کہ شاید میرے چچازاد بھائی جو لڑائی میں شریک تھے وہ شہید ہوگئے ہیں بہت ممکن ہے کہ ابھی ان کے اندر کچھ رمق باقی ہو اور پانی کا انتظار کر رہے ہوں۔ کیوں کہ اخیر وقت میں انسان کو پیاس لگتی ہے۔ تو میں ان کو پانی پلادوں گا۔ لاشوں میں اپنے چچازاد بھائی کو تلاش کیا تو پڑے

---

(۴۹) سورہ نسلہ، آیت ۱۰۳

ہوے ملے۔ پوچھا کہ پانی پینا چاہتے ہو؟ انھوں نے آنکھوں سے اشارہ کیا کہ ہاں۔ انھوں نے جلدی سے مشکیزے سے پیالے میں پانی نکالا۔ ان کے برابر میں ایک اور صاحب زخمی پڑے ہوے تھے۔ وہاں سے آواز آئی بھائی مجھے بھی پانی دینا۔ یہ اپنے بھائی کو پانی پلا رہے ہیں۔ بھائی کا بھی آخری وقت ہے مگر بھائی نے انکار کر دیا۔ اور اشارے سے کہا: پہلے ان کو پلاؤ، وہ ادھر گئے۔ اور انھیں پانی پلانے لگے۔ ان کے برابر میں بھی ایک صاحب زخمی پڑے ہوے تھے۔ انھوں نے آواز دی بھائی مجھے بھی پانی پلانا۔ ان دوسرے صاحب نے بھی انکار کر دیا۔ اور کہا کہ ان کو پلاؤ۔ یہ تیسرے کے پاس پہنچے تو اتنے میں ان کی روح پرواز کر چکی تھی۔ یہ لوٹ کر دوسرے کے پاس پہنچے تو وہ بھی انتقال کر چکے تھے۔ حضرت قتادہؓ اپنے چچازاد بھائی کے پاس پہنچے تو وہ بھی اس دنیا سے رخصت ہو چکے تھے۔ ہر ایک نے پیاسے جان دے دی مگر دوسرے کو پلائے بغیر انھیں خود پینا پسند نہیں تھا۔ قرآن پر عمل کرنے کی وجہ سے یہ فضا بن گئی تھی۔

قرآن سے غفلت اور بے جا دنیا طلبی آج ہم نے قرآن پر عمل کرنا چھوڑ دیا۔ عالم ہو یا غیر عالم، شہر کا ہو یا گاؤں کا ہو۔ پڑھا لکھا ہو یا جاہل ہو ہر ایک کی تمنا یہ ہے کہ سب سے زیادہ دولت میرے پاس ہو۔ کسی کا کوئی حال ہو رہا ہو۔ کسی کو کفن کا چیتھڑا نصیب ہو رہا ہے یا نہیں؟ اس کی پروا نہیں۔ بس یہ ہے کہ میرے پاس دولت کے انبار کے

انبار ہو جائیں۔ ہر آدمی کا ذہن اور ہر آدمی کا نظریہ یہ ہو رہا ہے۔

دنیا کے مقابلے میں دین کی ناقدری اور اب تو ہماری حالت اس قدر گر گئی ہے اللہ تعالیٰ معاف فرمائے ابھی دو مہینے پہلے جو الیکشن ہوئے تھے ہمارے پاس ایک صاحب کے متعلق خبر آئی کہ فلاں صاحب الیکشن میں کامیاب ہونے کے بعد جس طرح مسجد میں سلامی کے لیے گئے اسی طرح مندر میں بھی گئے۔ مندر کے پجاری نے تلک بھی لگایا اور وہاں کی مورتی کے لیے پندرہ ہزار روپے بھی دیے۔ محض اس ممبری کے لیے اپنے ایمان کو کھویا جا رہا ہے۔ اور احساس بھی نہیں بس یہ ہے کہ کرسی مل جائے۔ اور ہمارے اسلاف وہ تھے جو ایمان کے لیے حکومت کو ٹھوکر مار دیتے تھے۔

حضرتِ اسرافیل پر انعام خداوندی بہر کیف! حق تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِکَۃِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ۔

اور جب ہم نے فرشتوں سے کہا کہ آدم کو سجدہ کرو۔ علما نے بیان فرمایا ہے کہ سب سے پہلے حضرت اسرافیل نے سجدہ کیا۔ اور حکم خداوندی کی تعمیل کی۔ اللہ نے کرم فرمایا اور ان کی پیشانی پر پورا کا پورا قرآن لکھ دیا۔

سجدے کے خطاب کی تفصیل فرشتوں میں سارے کے سارے فرشتے اس کے مخاطب تھے یا کچھ فرشتے؟ اس میں علماء کے

دونوں قول ہیں۔ امام رازیؒ نے اس قول کو ترجیح دی ہے کہ اس کے مخاطب تمام فرشتے تھے۔ اور ظاہر آیتِ کریمہ بھی اسی کی مؤید ہے۔(۵۰)

اور اس جگہ علما نے یہ بحث بھی کی ہے کہ ابلیس کو بھی خطاب تھا یا نہیں؟ اس لیے کہ حکم تو فرشتوں کو ہوا تھا جیسا کہ وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ سے معلوم ہوتا ہے۔ پھر ابلیس کے سجدہ نہ کرنے پر اس کو سرزنش کیوں کی گئی؟

اس کا ایک جواب تو علماء نے یہ دیا کہ فرشتے جو اس زمانے میں اشرف المخلوقات تھے ان کو سجدے کا حکم تھا تو جو دوسری مخلوقات تھیں تبعاً وہ بھی اس کے اندر داخل ہو گئی تھیں۔

ابلیس کے ملائکہ کے ساتھ رہنے کا عرصہ

دوسرا جواب یہ ہے کہ ابلیس مدت سے فرشتوں کے ساتھ ملا جلا رہتا تھا۔

شیخ یحییٰ منیریؒ نے اپنے مکتوبات سہ صدی میں تحریر فرمایا ہے۔ مگر کہاں سے تحریر فرمایا ہے اس کا کوئی حوالہ نہیں دیا کہ سات لاکھ برس تک ابلیس نے فرشتوں کے ساتھ مل جل کر عبادت کی تھی۔

وہاں عبادت کا ماحول اور عبادت کی فضا دیکھ کر یہ بھی عبادت

---

(۵۰)وقد حکی الرازی قولین للعلماء هل المامور بالسجود لادم خاص بملائکة من الارض، اوعام فی ملئكة السموات والارض: وقد رجح کلا من القولین طائفة، وظاهر الاية الكريمة العموم (فسجد الملئكة كلهم اجمعون) فهذه اربعة اوجه مقوية للعموم، والله اعلم. ابن كثير ج۱ ص ۱۰۱

میں مشغول ہو گیا تھا۔ اور اس طرح سات لاکھ برس تک وہ عبادت کرتا رہا۔ (۵۱)

اور تفسیر قرطبی میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ اسی ہزار برس ابلیس نے فرشتوں کے ساتھ مل کر عبادت کی ہے (۵۲)

ابلیس کا اصل نام عزازیل تھا اس کا نام اصل میں عبرانی زبان میں عزازیل تھا۔ لیکن جب اس کو وہاں سے دھکے دیے گئے اور وہاں سے نکالا گیا تو پھر اس کا نام "ابلیس" ہوا۔ ابلیس کے معنی ہیں اللہ کی رحمتوں سے ناامید۔ اسے رحمتِ خداوندی سے بالکل محروم کر دیا گیا۔

تو اتنے لمبے زمانے تک ساتھ رہنے کی وجہ سے فرشتوں کے ساتھ خطاب میں ابلیس بھی شامل تھا۔ الگ سے خطاب کی ضرورت نہ تھی۔

سجدۂ آدم کی حیثیت اور یہ سجدہ کیسا تھا؟ بعض نے کہا ہے کہ آدم علیہ السلام بمنزلۂ قبلہ کے بنا دیے گئے تھے۔ اور لام، الی کے معنی میں ہے۔ جیسا کہ حضرت فضل بن عباس نے حضرت علی کے بارے میں یہ شعر کہے ہیں:

اَلَـیْسَ اَوَّلَ مَنْ صَلّٰی لِقِبْلَتِہٖ
اَعْرَفُ النَّاسِ بِالْقُرْاٰنِ وَالسُّنَنِ (۵۳)

---

(۵۱) تاریخ دعوت وعزیمت ج ۳ ص ۲۵۹
(۵۲) ان ابلیس عبداللہ ثمانین الف سنۃ، قرطبی ج ۱ ص ۲۹۷
(۵۳) وقال الفضل بن عباس: بن عقبہ بن ابی لہب: الاصابہ ج ۳ ص ۴۷

ترجمہ: کیا وہ شخص جس نے تمہارے قبلے کی طرف سب سے پہلے نماز پڑھی ہے قرآن و سنت کو سب سے زیادہ جاننے والا نہیں ہے۔ یعنی بے شبہ حضرتِ علی سب سے زیادہ علم و معرفت رکھنے والے ہیں۔

اور بعض نے کہا ہے کہ نہیں بلکہ پہلی شریعتوں میں حضرت آدم علیہ السلام کے زمانے سے لے کر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے تک سلام کی جگہ پر سجدہ کرنے کی اجازت تھی۔ جو سجدۂ تحیہ کہلاتا تھا۔ اور یہ سجدہ سلام کے قائم مقام تھا۔ جیسا کہ قرآن کریم میں اللہ عزاسمہ نے حضرت یوسف علیہ السلام اور ان کے والد اور بھائیوں کا قصہ بڑی تفصیل سے بیان فرمایا ہے۔ ارشاد عالی ہے:

وَرَفَعَ اَبَوَیۡهِ عَلَی الۡعَرۡشِ وَخَرُّوۡا لَهٗ سُجَّدًا۔ (۵۴)

اور حضرت یوسف نے اپنے ماں باپ کو تخت شاہی پر بٹھالیا۔ اور بھائی سارے کے سارے سجدے میں گر گئے۔

اب سجدۂ تحیہ بھی جائز نہیں اہل بدعت جو سجدے کو جائز کہتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ جب قرآن پاک کے اندر صراحتاً سجدہ کرنے کی آیات موجود ہیں تو پھر کون سی ایسی دلیل ہے جس سے اس کو منسوخ مانا گیا ہے۔ معاذ بن جبل کی روایت جو میں نے ابھی سنائی تھی اہل

(۵۴) سورۂ یوسف آیت ۱۰۰

بدعت اس کے بارے میں کہتے ہیں کہ یہ خبر واحد ہے۔ اور خبر واحد سے قرآن کی آیت کو منسوخ نہیں کیا جا سکتا۔

حضرت تھانوی نور اللہ مرقدہ نے اپنی تفسیر بیان القرآن میں اس کا جواب دیا ہے کہ یہ خبر واحد نہیں بلکہ اس مضمون کے نقل کرنے والے بیس صحابہ ہیں۔ اور پھر بیس صحابہ کرام کے اسمائے گرامی حضرت نے تحریر فرمائے ہیں۔

علم حدیث کا ایک ضابطہ

اور علم حدیث کا ایک ضابطہ تحریر فرمایا ہے کہ جس حدیث کے نقل کرنے والے دس صحابہ بھی ہوں گے تو وہ روایت تواتر کے درجے کو پہنچ جائے گی۔ اور جو روایت تواتر کے درجے کو پہنچ جائے اس سے قرآن پاک کی آیت کا حکم منسوخ ہو سکتا ہے۔ (۵۵)

بہر کیف! فرشتوں نے سجدہ کیا۔ اور ابلیس نے انکار کیا کہ میں سجدہ کیوں کروں؟ (معاذ اللہ) اور اس نے اپنے آپ کو بڑا سمجھا اور کہا: أَءَ سْجُدُ لِمَنْ خَلَقْتَ طِينًا - (۵۶)

کیا میں ایسی مخلوق کو سجدہ کروں جس کو آپ نے مٹی سے بنایا ہے۔ میں آگ سے بنا ہوں اور آدم مٹی سے بنے ہیں۔ اور آگ مٹی سے افضل ہے۔ تو مٹی والی مخلوق کو یہ آگ سے بنی ہوئی مخلوق کیوں کر سجدہ کر سکتی ہے۔

---

(۵۵) بیان القرآن ج ا ص ۲۳

(۵۶) سورۂ بنی اسرائیل آیت ۶۱

عالم کا سب سے پہلا گناہ علامہ قرطبی ارشاد فرماتے ہیں کہ دنیا میں سب سے پہلے جس گناہ کا ظہور ہوا وہ کبر ہے اور حسد ہے۔(۵۷) ابلیس کو آدم علیہ السلام کی ذات عالی سے حسد ہوا تھا۔ اور غرور پیدا ہوا تھا۔ اور اپنے آپ کو اس نے بڑا سمجھا تھا پس اس کو جنّت سے دھکے دے دیے گئے۔

تکبّر اور اس کا انجام بد حدیث پاک میں ارشاد فرمایا گیا:

لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ مَنْ كَانَ فِيْ قَلْبِهٖ مِثْقَالُ حَبَّةٍ مِنْ خَرْدَلٍ مِّنْ كِبْرٍ-(۵۸)

وہ شخص جنّت کے اندر داخل نہیں ہوسکے گا جس کے دل کے اندر رائی کے دانے کے برابر بھی بڑائی ہو گی۔

متکبّر ولی نہیں ہو سکتا رسالہ قشیریہ جو نہایت معتبر اور مستند کتاب ہے اس میں تقریباً دو ڈھائی سطروں میں قسمیں کھائی ہیں۔ واللہ، باللہ، تاللہ، اس طرح قسمیں کھاتے چلے گئے۔ اور پھر کہا کہ آدمی کو ولایت کی ہوا بھی نہیں لگ سکتی یہ نہیں فرمایا کہ ولایت کا درجہ حاصل نہیں ہو سکتا۔ بل کہ یہ فرمایا کہ آدمی کو ولایت کی ہوا بھی نہیں لگ سکتی جب تک کہ اپنے آپ کو سور (خنزیر) سے بھی زیادہ گندا اور ذلیل نہیں سمجھے گا۔

---

(۵۷) قرطبی ج ۱ ص ۲۹۶ ابن کثیر ج ۱ ص ۱۰۱

(۵۸) مشکات ص ۴۳۳، ابن کثیر ج ۱ ص ۱۰۱

کبر کی گندگی اور ایک واقعہ واقعی کبر کی گندگی ایسی ہے کہ سات سمندر کے اندر بھی اگر غوطے لگا لیے جائیں جب بھی یہ گندگی دور ہونے والی اور دھلنے والی نہیں۔

شاہ عبد الرحیم صاحب شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی کے والد ماجد کسی گاؤں میں تشریف لے جا رہے تھے۔ برسات کا زمانہ چاروں طرف پانی ہی پانی بھرا ہوا ہے۔ لوگوں نے کھاد (کوڑی وغیرہ) جمع کر رکھا ہے۔ اور گندگی پڑی ہوئی ہے۔ ایک طرف ذرا سی بٹیا ہے۔ چھوٹا سا راستہ جس کو ڈول بھی کہتے ہیں۔ اسی بٹیا سے شاہ عبد الرحیم گاؤں میں داخل ہو رہے ہیں۔ اور اسی بٹیا سے گاؤں میں سے کتّا آرہا ہے۔ حضرت شاہ صاحب نے کتّے کو خطاب کر کے فرمایا: اے کتّے! تو راستے سے نیچے اتر جا تاکہ میں گزر جاؤں۔ اس لیے کہ اس راستے میں اتنی گنجائش نہیں ہے کہ دونوں گزر سکیں۔ کتا ٹھہر گیا۔ اور منہ اوپر کو اٹھا کر کہنے لگا کہ عجیب بزرگ ہیں پہلے زمانے کے بزرگ تو اپنے آپ پر دوسروں کو ترجیح دیتے تھے۔ مگر اس زمانے کے بزرگ اپنے کو دوسروں پر ترجیح دیتے ہیں۔

شاہ صاحب نے فرمایا: یہ بات نہیں۔ میں اپنے کو ترجیح نہیں دے رہا ہوں بلکہ بات یہ ہے کہ میں احکام شرع کا مکلّف ہوں۔ مجھے اپنی نماز تو پڑھنی ہے ہی۔ شاید گاؤں میں جا کر نماز پڑھانی بھی پڑے اگر میں کیچڑ میں سے ہو کر جاؤں گا تو میرے کپڑے اور جسم

ناپاک ہو جائے گا۔ کتے نے کہا یہ بات نہیں ہے۔ بلکہ بات یہ ہے کہ اگر آپ اوپر کو گئے اور میں نیچے کو گیا تو اگر چہ آپ کے کپڑے اور جسم ناپاکی اور گندگی سے بچے رہیں گے۔ لیکن اس سے آپ کے دل میں بڑائی پیدا ہو جائے گی کہ "اُتار دیا نہ ہم نے اس کتّے کو نیچے"۔ اور یہ گندگی ایسی ہے کہ سات سمندروں کے اندر بھی آپ غوطہ لگالیں تب بھی یہ دھلنے والی نہیں۔ شاہ صاحب کا یہ سننا تھا کہ فوراً کیچڑ میں کود گئے۔ اور راستہ اس کے لیے چھوڑ دیا۔

یہ ہیں شاہ عبد الرحیم صاحب محدث دھلوی، جب ان کے دل سے بڑائی نکلی پھر تو اللہ نے اتنا نوازا کہ عالم گیر جیسے جاہ و جلال والے بادشاہ ان کی سلامی کے لیے حاضر ہوتے تھے۔ اور یہ کبھی عالم گیر کے یہاں تشریف نہیں لے گئے۔

شاہ اسماعیل شہید کی دینی محنت

درمیان میں ایک قصہ اور سنادوں: حضرت شاہ اسماعیل شہیدؒ کو ایک مرتبہ یہ خیال پیدا ہوا کہ عوام کے اندر دین کی محنت کرنی چاہیے۔ یہ عشا کی نماز پڑھ کر جامع مسجد سے نکل رہے تھے دیکھا کہ لوگ بنے ٹھنے چاوڑی بازار کی طرف جارہے ہیں۔ جیسا کہ عید کے دن جایا کرتے ہیں۔ پوچھا کہ بھائی یہ لوگ کہاں جارہے ہیں؟ لوگوں نے بتایا کہ فلاں رنڈی کی لڑکی ہے۔ آج اس کی نتھ اتاری جائے گی۔ (۵۹) وہاں جارہے ہیں۔ دیکھیں کس

(۵۹) یہ سرفرازی کہلاتی تھی کہ نتھ اتاری جاتی تھی۔ اور جو زیادہ رقم دیتا تھا وہ نتھ اتارتا تھا۔ اور پھر وہ لڑکی اسی کی ہو جاتی تھی۔ اور ساری عمر اسی سے منہ کالا کراتی تھی۔

کے مقدر میں ہے؟ حضرت شاہ صاحب نے اپنے جی میں کہا کہ وہاں چل کر دین کی بات سنانا چاہیے۔ دلی میں کوئی ہندو فقیر آپ کا ملنے والا تھا۔ اس کے یہاں گئے کہ آج رات کے لیے تو اپنے کپڑے مجھے دے دے اس نے کہا: جی ضرور لے جاؤ۔ وہ گیروے کپڑے پہن کر اور جھولی گلے میں ڈال کر جہاں یہ تقریب ہو رہی تھی۔ وہاں پہنچ گئے۔

اور وہاں دروازے پر جا کر للکار کر مانگنا شروع کیا۔ اس رنڈی نے اپنی خادمہ کو بھیجا کہ فقیر کو بھی یہ مٹھائی دے دو۔ وہ خادمہ ایک طباق میں مٹھائی لے کر آئی کہ جی لو۔ شاہ صاحب نے کہا کہ ہم تو پہلے اپنی کتھا سناتے ہیں اس کے بعد لیتے ہیں۔ وہ مٹھائی لے کر واپس گئی کہ جی وہ تو فقیر نے لی نہیں۔ انکار کر دیا۔ پوچھا کیوں انکار کر دیا؟ بتایا کہ اس نے تو یہ کہا ہے کہ پہلے میں اپنی صدا سناتا ہوں تب لیتا ہوں۔ اس نے کہا: اچھا بلا لو۔ اس رنڈی کے یہاں جو گانے ہو رہے تھے۔ گانے والی عورتوں کو تو اس نے روک دیا اور کہا کہ پہلے اس کی سنو۔

رنڈیوں کے مجمع میں شاہ صاحب کی تقریر

شاہ صاحب نے قرآن پاک کی سورۂ تین پڑھی۔ اور پھر اس پر جو تقریر فرمائی ہے وہاں ہزاروں اشخاص تھے۔ سب کی ہچکیاں بندھ گئیں۔ اور دہاڑیں مار مار کر رونے لگے۔ حضرت نے اسی وقت بہت سی رنڈیوں کو توبہ کرائی۔ اور بہت سی رنڈیوں کا اسی مجمع میں نکاح کرا دیا۔ اسی مشغولی میں پوری رات گزر گئی یہاں تک کہ جامع مسجد میں فجر کی اذان ہو گئی۔

وہاں سے فارغ ہو کر فجر کی نماز کے لیے جامع مسجد میں آ گئے۔ اُدھر کسی نے جا کر حضرت شاہ عبد العزیز سے کہہ دیا کہ وہ تو رنڈیوں میں گھومتے ہیں۔

خاندان ولی اللٰہی کا ایک معمول حضرت شاہ صاحب کے یہاں معمول تھا کہ فجر کی نماز پڑھ کر خاندان کے سب بچے سلام کے لیے حاضر ہوتے تھے۔ مولانا اسماعیل صاحب جب سلام کے لیے حاضر ہوئے تو شاہ صاحب نے منہ پھیر لیا۔ اور فرمایا کہ اسماعیل تو نے تو خاندان کی ناک کٹوا دی۔ ہمارے باپ دادا تو کبھی شاہی قلعے میں بھی حاضر نہیں ہوئے۔ عید و بقر عید میں بادشاہ خود ہی حاضر ہوتے تھے۔ اور تو رنڈیوں میں جانے لگا۔ تو نے یہ کیا کیا؟

مسلمانوں کی اصل عزت شاہ اسماعیل صاحب نے عرض کیا کہ حضرت اس میں آپ کی اور آپ کے باپ داداؤں کی عزت ہو گی۔ میری عزت تو اس میں ہے کہ دلی کی گلیوں میں قال اللہ قال الرسول کہتا پھروں۔ اور دلی کے غنڈے میرے اوپر پتھر برسا رہے ہوں۔ جیسا کہ طائف میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر پتھر برسائے گئے تھے۔

یہ سن کر شاہ صاحب کھڑے ہو گئے۔ اور شاہ اسماعیل شہید کو سینے سے لگا لیا۔ اور فرمایا: کہ اسماعیل! ہم اب تک غلطی میں تھے۔ واقعی عزت اسی میں ہے۔

تقریر نمبر ۲ حق تعالیٰ کی مصنوعات و مخلوقات

یہ میں پہلے عرض کر چکا ہوں کہ حق تعالیٰ نے بے شمار چیزیں پیدا فرمائی۔ ان میں بعض چیزیں ایسی ہیں کہ وہ ہماری سمجھ میں آسکتی ہیں ان کو بیان فرمادیا۔ اور بعض چیزیں ایسی ہیں کہ جو انسان کی عقل و فراست اور سمجھ بوجھ سے بالاتر ہیں اس لیے ان کو ارشاد نہیں فرمایا گیا۔ خداوند قدوس نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب آسمانوں پر بلایا تو زمین و آسمان کے وہ عجائبات ظاہر فرمائے کہ علامہ نیشاپوریؒ نے اپنی تفسیر میں: فَاَوْحٰی اِلٰی عَبْدِهٖ مَآ اَوْحٰی کے ذیل میں تحریر فرمایا ہے کہ اللہ عزاسمہ اور رسول پاک علیہ الصلاۃ والسلام کے درمیان نوے ہزار باتیں ہوئیں جن میں سے نو کا تذکرہ فرمایا گیا ہے۔ نوے ہزار باتوں میں نو باتیں ایسی ہیں جن کو قرآن وحدیث میں کھولا گیا ہے۔ ورنہ کسی کی سکت نہیں۔ اور کسی کی صلاحیت نہیں کہ ان کو وہ سمجھ سکے یا بیان کر سکے۔ (۶۰)

شبِ معراج میں نبیؐ کا آپریشن

اور یہ سفر معراج بھی عجیب تھا۔ حق تعالیٰ کی قدرت کا نمونہ جس کی ابتدا سے انتہا تک عجائب ہی عجائب ہیں۔ ابتدائے سفر ہی میں آپؐ کا ایک آپریشن ہوا۔ آپریشن کرنے والے ڈاکٹر کون ہیں؟ سیدنا جبرئیل جن کی ڈگریوں کو حق تعالیٰ

(۶۰) وکذالك نری ابرٰهیم ملکوت السمٰوٰت والارض ولیکون من الموقنین

نے قرآن کریم میں بیان فرمایا:

اِنَّهٗ لَقَوۡلُ رَسُوۡلٍ كَرِيۡمٍ ذِىۡ قُوَّةٍ عِنۡدَ ذِى الۡعَرۡشِ مَكِيۡنٍ مُّطَاعٍ ثَمَّ اَمِيۡنٍ (٦١)

یہ قرآن ایک معزز فرشتے کا لایا ہوا کلام ہے۔ جو قوت والا ہے۔ عرش کے مالک کے نزدیک رتبے والا ہے۔ وہاں اس کا کہنا مانا جاتا ہے۔ امانت دار ہے۔

حدیث پاک کے اندر آتا ہے۔ صحیح مسلم میں بھی ہے۔ اور حافظ ابن کثیرؒ نے

سُبۡحٰنَ الَّذِىۡۤ اَسۡرٰى بِعَبۡدِهٖ الایة

کے تحت بہت سی روایات نقل کی ہیں۔ تقریباً پندرہ بیس صحابہ سے یہ واقعہ منقول ہے۔ بعض سے اجمالاً اور بعض سے تفصیلاً۔ اسی طریقے سے قاضی عیاضؒ نے اَلشِّفَا بِتَعۡرِيۡفِ حُقُوۡقِ الۡمُصۡطَفٰى میں بھی اس کی وضاحت کی ہے۔

قاضی عیاض کی شفا: ایک تعارف

شفا بڑی اہم کتاب ہے۔ جس کے بارے میں علما نے فرمایا تھا کہ اگر سونے کے برابر یہ کتاب کہیں دست یاب ہو جائے تو اس کو چھوڑنا نہیں۔ اس کو حاصل کر لینا۔

۲۷ / رجب معراج کی رات

بہر کیف! اس وقت جو مجھے عرض کرنا تھا وہ یہ کہ آج ۲۷ / رجب کی رات وہ رات ہے جس کے

(٦١) سورہ شمس آیت ۱۹، ۲۰، ۲۱

بارے میں ایک قول تو یہ ہے کہ یہی وہ رات ہے جس کو سورۃ الفجر میں ارشاد فرمایا گیا ہے:

وَالْفَجْرِ وَلَيَالٍ عَشْرٍ وَّالشَّفْعِ وَالْوَتْرِ وَاللَّيْلِ اِذَا يَسْرِ (٦٢)

حق تعالیٰ قسم کھا کر فرماتے ہیں کہ فجر کے وقت کی قسم، اور دس راتوں کی قسم، اور قسم ہے ان چیزوں کی جن کا جوڑ ہے۔ اور اس ذات عالی کی جس کا کوئی جوڑ نہیں ہے۔ خداوند قدوس کی ذات عالی بے جوڑ ہے۔ اور قسم کھاتا ہوں اس رات کی جس میں چلے ہیں۔

ایک قول کے مطابق اس کا مفہوم یہی ہے کہ رسول پاک علیہ الصلاۃ والسلام کو جس رات میں معراج کرائی گئی ہے۔ اور مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ اور پھر آسمانوں میں تشریف لے گئے ہیں۔

نماز کب فرض ہوئی؟

یہ میں پہلے عرض کر چکا کہ دو وقت کی نماز جس وقت کہ اللہ عزاسمہ نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نبوت مرحمت فرمائی تھی اسی وقت فرض ہو گئی تھیں۔ (٦٣)

جب آپ کمبل اوڑھ کر لیٹ گئے

رسول پاک علیہ الصلاۃ والسلام ام المومنین سیدہ خدیجہ کے دولت کدے پر کمبل اوڑھے لیٹے ہوے ہیں۔ حق تعالیٰ نے فرشتے کو بھیجا۔ فرشتے نے یہ پیغام آپ کو سنایا:

(٦٢) سوره الفجر آیت ١، ٢، ٣، ٤
(٦٣) قال المحدث الكبير فى العرف الشذى ان صلاة الصبح والعصر كان يؤديها النبى صلى الله عليه وسلم قبل ليلة الاسراء ١ ھ ترمذى ج ١ ص ٣٩

یٰٓاَیُّہَا الْمُدَّثِّرُ قُمْ فَاَنْذِرْ (۶۴)

اے کمبل اوڑھنے والے! آپ اٹھیں۔ آپ کا یہ کام نہیں ہے کہ کمبل اوڑھ کر لیٹ جائیں بلکہ آپ اٹھیں۔ اور اللہ کی مخلوق کو ڈرائیں۔ وَرَبَّکَ فَکَبِّرْ۔ اور اپنے رب کریم کی بڑائی بیان کریں۔

تکبیر تحریمہ کی فرضیت کی دلیل اس آیت سے علماء نے استنباط کیا ہے کہ نماز میں تکبیر تحریمہ فرض ہے۔ اور نماز میں تیرہ چیزیں فرض ہیں۔ جو چیزیں نماز کے باہر ہیں اور فرض ہیں وہ نماز کی شرط کہلاتی ہیں۔ اور جو چیزیں نماز کے اندر ہیں اور فرض ہیں وہ نماز کے ارکان کہلاتی ہیں۔ جس کو کسی شاعر نے اس طرح بیان کیا ہے:

فرائض ندانی شوی در قلق

اُجَجِّسْ نُوَقِّنْ تُقَقِّ رَسَقْ

چوں واجب ندانی شوی در خطر

فُضَتِّ تُقَتِّ لُقَتِّ جسَرْ

چوں سنت بدانی شوی مقتدا

رُوَثِّ تُبَتِّ تُسَتِّ ندا

یہ مفتاح الصلاۃ کے شروع میں ہے سید الطائفہ مولانا محمد الیاس صاحب نور اللہ مرقدہٗ نے ہم کو پڑھایا تھا۔

نماز کے شرائط وارکان کی تعداد ا۔ الف سے اندام (یعنی

(۶۴) سورہ مدثر آیت ۲،۱

بدن) کا پاک ہونا۔ ۲۔ پہلی جیم سے جگہ کا پاک ہونا۔ ۳۔ دوسری جیم سے جامے (یعنی کپڑے) کا پاک ہونا۔ ۴۔ سین سے ستر عورت مردوں کے لیے کم از کم ناف سے لے کر گھٹنوں کے نیچے تک کے حصے کا چھپا ہوا ہونا۔ اور عورت کے لیے سوائے چہرے، ہاتھ کی ہتھیلیوں، اور قدموں کے علاوہ پورا بدن ستر ہے۔ تو اُجَسّ میں چار فرض آگئے۔ نُوَقِنّ - ۵۔ نون سے نیت کرنا۔ ۶۔ واؤ سے وقت کا پہچاننا۔ ۷۔ قاف سے قیام کرنا۔ قیام بھی فرض ہے۔ بغیر کسی شرعی مجبوری کے اگر کوئی بیٹھ کر فرض ادا کرے گا تو فرض ادا نہیں ہوگا۔ یہاں تک کہ ریل گاڑی اگر چل رہی ہے تو اگر ممکن ہو تو اس میں بھی کھڑے ہو کر نماز ادا کرنا ضروری ہوگا۔ ۸۔ نون سے نیت کرنا۔ نوقن میں بھی چار فرض آگئے۔ تُقَقٍ۔ ۹۔ تا سے تکبیر تحریمہ ۱۰۔ قاف سے قراءت کرنا۔ ۱۱۔ دوسرے قاف سے قعدۂ اخیرہ کرنا۔ ۱۲۔ را سے رکوع کرنا۔ ۱۳۔ سین سے سجدہ کرنا۔ یہ تیرہ فرض ہوگئے۔

واجبات نماز کا بیان چوں واجب ندانی شوی در خطر - اگر تو واجبات نہیں جانے گا تو خطرے میں پڑ جائے گا۔ خطرہ یہ نہیں کہ کسی نے چٹھی بھیج دی ہے۔ یا کسی نے گھر پر چا لگا دیا ہے کہ یا تو دو لاکھ روپے دے دو ورنہ تمہاری خیر نہیں۔ بلکہ خطرے کی چیز یہ ہے کہ آدمی نماز کے فرائض اور واجبات کو نہ سیکھے نماز کے واجبات کیا کیا ہیں؟ فُضَتٍّ تُقَتٍّ لُقَتٍّ جَسَر۔

ا۔ فا سے سورۂ فاتحہ، ضاد سے ضم صورت یعنی سورت کا ملانا۔ ۳۔ تا سے تعدیل ارکان۔ یعنی ہر رکن کو اطمینان سے ادا کرنا۔ ۴۔ تُقَتٍّ۔ پہلے تا سے پہلی دو رکعتوں میں قراءت کی تعیین کرنا۔ ۵۔ ق سے قعدۂ اولی، ۶۔ دوسرے تا سے تشہد پڑھنا۔ ۷۔ لُقَتٍّ۔ لام سے لفظ سلام کہنا۔ ۸۔ قاف سے قنوت پڑھنا۔ ۹۔ تا سے تکبیرات عیدین۔ جسر- ۱۰۔ جیم سے جہری نمازوں میں جہر کرنا (آواز سے قراءت کرنا)۔ ۱۱۔ سین سے سری نمازوں میں سِر کرنا (آہستہ قراءت کرنا) ۱۲۔ را سے ترتیب کی رعایت کرنا۔ یہ بارہ واجبات ہو گئے۔

نماز کی سنّتوں کا بیان آگے ہے چوں سنت بدانی شوی مقتدا۔ اگر تو رسول پاک علیہ الصلاۃ والسلام کی سنتیں جانے گا تو مقتدا ہو جائے گا۔ اور بڑا بن جائے گا۔ رُوَثٍّ- ا۔ را سے رفع یدین۔ دونوں ہاتھوں کا کانوں تک اٹھانا۔ ۲۔ واؤ سے وضع یدین یعنی دونوں ہاتھوں کا ناف کے نیچے باندھنا۔ ۳۔ ثاء سے ثنا پڑھنا۔ تُبَتٍّ ۔ ۴۔ تا سے تعوّذ پڑھنا۔ ۵۔ با سے بسم اللہ پڑھنا۔ ۶۔ دوسرے تا سے تکبیرات انتقالیہ کہنا تُسَتٍّ -۷۔ پہلے تا سے رکوع وسجدے کی تسبیحات، ۸۔ سین سے سمع اللہ لمن حمدہ کہنا۔ ۹۔ دوسرے تا سے جلسہ میں توقف کرنا۔ ۱۰۔ دَدَا - پہلی دال سے درود پڑھنا۔ ۱۱۔ دوسری دال سے دعائے ماثورہ پڑھنا۔ ۱۲۔ الف سے بعد فاتحہ آمین کہنا۔

بہر کیف! میں تو عرض کر رہا تھا کہ وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ سے علماء نے تکبیر تحریمہ کی فرضیت پر استدلال کیا ہے۔

تکبیرات چھ جگہ فرض ہیں

اور تکبیرات چھ جگہ فرض ہیں ایک تو تکبیر تحریمہ، دوسرے ذبح کے وقت تکبیر کہنا، تیسرے نماز جنازہ کی تکبیرات اور ایک رکن سے دوسرے رکن میں جاتے ہوئے تکبیر کہنا سنت ہے۔ (٦٥) اگر یہ چھوٹ جائیں گی تو نماز بغیر سجدۂ سہو کے ہو جائے گی۔

تکبیر قنوت کا حکم

البتہ وتر میں قنوت سے پہلے جو تکبیر کہی جاتی ہے وہ واجب ہے۔ اگر بھولے سے چھوٹ جائے گی تو سجدۂ سہو واجب ہو گا۔ اور اگر جان بوجھ کر کسی نے چھوڑ دی تو وتروں کا دوبارہ پڑھنا ضروری ہو گا۔ (٦٦)

لفظ وتر میں دو لغتیں ہیں

اور یہ لفظ وَتر واؤ کے زبر کے ساتھ زیادہ فصیح ہے۔ قرآن کریم میں واؤ کے زبر کے ساتھ ہی وارد ہوا۔ جیسا کہ ارشاد ہے وَالشَّفْعِ وَالْوَتْرِ۔

میں وَتر ہی کہا کرتا تھا۔ میرے ترجمے میں حاجی محمد عمر صاحب بھی تشریف لاتے تھے۔ وہ بھی وَتر ہی کہنے لگے۔ ایک

---

(٦٥) ویسن تکبیر الرکوع لأن النبی ﷺ کان یکبر عند کل خفض ورفع اھ مراقی ص ١٤٤

(٦٦) ویجب قراءۃ قنوت الوتر عند ابی حنیفة وکذا تکبیرۃ القنوت کما فی الجوھرۃ اھ مراقی ص ١٣٧

مولوی صاحب نے ان پر اعتراض کیا کہ کس نے بتلایا تمہیں وَتر، وِتر لفظ ہے۔ انھوں نے میرا نام لے کر کہا کہ فلاں مولوی صاحب تو اسی طرح کہتے ہیں۔ کہنے لگے وہ تو بے وقوف ہے۔ اسے کیا خبر؟ انھوں نے پھر مجھ سے پوچھا کہ جی وَتر صحیح ہے یا وِتر؟ میں نے کہا حاجی جی آپ نے سی پارہ پڑھا ہے؟ انھوں نے کہا سی پارہ نہیں بلکہ قرآن پڑھ رکھا ہے۔ میں نے کہا والفجر پڑھیو۔ انھوں نے پڑھا:

وَالْفَجْرِ وَلَيَالٍ عَشْرٍ وَّالشَّفْعِ وَالْوَتْرِ

میں نے کہا: وَتر پڑھ رہے ہو؟ وِتر پڑھو۔ انھوں نے کہا: جی حافظ جی نے وَتر ہی بتلا رکھا ہے۔ تب میں نے ان سے کہا کہ قرآن میں وَتر ہی ہے۔ اور وَتر واؤ کے زبر کے ساتھ افصح یعنی زیادہ فصیح ہے۔ اگرچہ وِتر بھی صحیح ہے۔ غلط یہ بھی نہیں۔

تو وتروں میں قنوت کی تکبیر واجب ہے۔ ہاتھوں کا اٹھانا اس میں سنت ہے۔

تکبیر تحریمہ میں قیام فرض ہے

البتہ تکبیر تحریمہ فرض ہے۔ اور اس کے لیے قیام بھی ضروری ہے۔ ایک شخص ایسے وقت میں جلدی سے وضو کر کے آیا کہ امام صاحب رکوع میں تھے۔ اور اسے اندیشہ ہے کہ امام نے سر اٹھا دیا تو پھر ایک اور الگ سے پڑھنی پڑے گی۔ بھاگ دوڑ کر کسی نہ کسی طریقے سے اس میں شرکت کر ہی لو۔ حالاں کہ حکم عالی یہ ہے کہ جب تم نماز کے لیے آؤ تو بھاگ دوڑ کر نہ آؤ۔

بلکہ اطمینان سے اور سکون سے آؤ اگر چہ رکعت نکل جائے۔ مگر یہاں آتے ہی تو یہ سوچتے ہیں کہ امام کے اللہ اکبر کہنے سے پہلے پہلے جھک جاؤ۔ اس صورت میں اگر تکبیر اس طرح کہی ہے کہ قیام کے زیادہ قریب تھا تو اس کی نماز صحیح ہو جائے گی۔ اور اگر رکوع کے زیادہ قریب تھا تو اس کی نماز صحیح نہیں ہو گی۔ (٦٧)

بہر کیف! میں عرض کر رہا تھا کہ معراج سے پہلے دو وقت کی نماز فرض ہو چکی تھیں۔ دو رکعتیں سورج نکلنے سے پہلے۔ اور دو رکعتیں سورج چھپ جانے کے بعد دس سال یہی دو نمازیں رہیں۔

معراج کا تفصیلی واقعہ رسول پاک علیہ الصلاۃ والسلام اپنی چچازاد بہن حضرت ام ہانی کے یہاں عشا کی نماز پڑھ کر تشریف لے گئے۔ اور وہاں آرام کرنے کا ارادہ فرمایا۔ لیکن گرمی کا زمانا تھا۔ وہاں گرمی محسوس ہوئی۔ تو آپ وہاں سے اٹھ کر مسجد حرام میں تشریف لے آئے۔ اور حطیم شریف میں آرام فرمانے لگے جو بیت اللہ کا حصہ ہے۔ اور قریش مکہ نے جب تعمیر کی تو حلال وطیب مال نہ ہونے کی وجہ سے اس حصے کو چھوڑ دیا تھا کہ دس بیس سال کے بعد جب حلال مال ہو گا جب اس کو مکمل کر لیں گے۔

---

(٦٧)ومن شروط صحة التحريمة الاتيان بالتحريمة قائما او منحنيا قليلا قبل وجود انحنائه بما هو اقرب للركوع، قال في البرهان: لوادرك الامام راكعا فحنى ظهر كبر ان كان الى القيام اقرب صح الشروع وان كان الى الركوع اقرب لا يصح الشروع، مراقى ص ١١٩

رسول پاک علیہ الصلاۃ والسلام جب وہاں تشریف لائے۔ تو آپ کے چچا حضرت حمزہ اور چچازاد بھائی حضرت جعفر طیار حضرت علی کے بڑے بھائی بھی ساتھ آگئے کہ کہیں ایسا نہ ہو مشرکین کوئی اذیت اور تکلیف پہنچائیں۔ حطیم میں ایک طرف حضرت حمزہؓ اور دوسری طرف حضرت جعفرؓ اور درمیان میں آپؐ لیٹے ہوئے ہیں۔

رسول پاک علیہ الصلاۃ والسلام ارشاد فرماتے ہیں کہ اس درمیان کہ ابھی میری آنکھ پورے طریقے سے نہیں لگی تھی سونے اور جاگنے کی درمیانی حالت تھی۔ میں نے دیکھا کہ دو فرشتے آئے۔ ایک پائنتی (قدموں) کی طرف کھڑا ہو گیا۔ اور ایک سرہانے کی طرف۔ پائنتی کی طرف جو فرشتہ تھا اس نے سوال کیا کہ کون سے ہیں؟ سرہانے والے نے جواب دیا: بیچ والے ہیں۔ اس نے کہا کہ بس انہی کو اٹھالو۔ چناں چہ دونوں فرشتوں نے رسول پاک علیہ الصلاۃ والسلام کو بیچ میں سے اٹھالیا۔ اور یہ دونوں حضرات اِدھر اُدھر پڑے سوتے رہے۔ وہاں سے لاکر زمزم کے کنویں کے قریب پھر لٹایا۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام جنت سے ایک سونے کا تشلہ لے کر آئے تھے۔ وہاں ڈول سے زمزم کے کنویں سے پانی کھینچا۔ تاشلے کے اندر پانی بھرا۔ اور رسول پاک علیہ الصلاۃ والسلام کو لٹا کر سینہ چاک کیا۔

قلب عالی کا آپریشن، قدرتِ الٰہی کا نظارہ

اور جیسا کہ میں نے عرض کیا تھا کہ آپؐ کا بھی آپریشن ہوا۔ اور چار مرتبہ آپریشن ہوا۔

آج سائنس والے ڈینگیں مارتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ ہماری ایجاد ہے کہ دل نکال لیتے ہیں اور آدمی پھر بھی زندہ رہتا ہے۔ مگر یہ اپنی قدرت کاملہ کا منظر تو حق تعالی نے چودہ سو سال پہلے ظاہر فرمادیا تھا کہ حضرت جبرئیل نے رسول پاک علیہ الصلاۃ والسلام کا قلب عالی سینۂ مبارک سے نکالا۔ اور تشلے میں جو زمزم شریف کا پانی تھا اس سے دھویا۔

اور جب قلب عالی ایمان و حکمت سے بھرا گیا

دیکھا ہو گا کہ چھوارے کی گٹھلی کے بیچ میں ایک سوراخ ہوتا ہے اور اس میں باریک سی جھلی ہوتی ہے جیسے دھاگا۔ اس طرح کی کوئی چیز تھی جس کو قلب عالی سے نکال کر پھینک دیا گیا۔ اور اس کی جگہ ایمان اور حکمت بھری گئی۔ اور رسول پاک علیہ الصلاۃ والسلام ارشاد فرماتے ہیں کہ سینہ چاک کرنے سے مجھے کوئی اذیت اور تکلیف محسوس نہیں ہوئی۔

سونے کی آرسی اور تعویذ کا حکم

مگر سوال یہ ہو گا کہ سونے کا تشلہ کیوں استعمال کیا گیا؟ سونے کے برتن سے تو منع فرمایا گیا ہے۔ یہاں تک کہ مسئلہ شرعی یہ ہے کہ سونے کی آرسی ہے جس میں شیشہ لگا ہوا ہے اس میں صورت نہ دیکھے۔ اور سونے چاندی کا تعویذ بھی جائز نہیں۔ کیوں کہ تعویذ بمنزلہ ظرف کے یعنی برتن کے جیسا ہے اور سونے چاندی کے برتن کا استعمال جائز نہیں۔ لہذا تعویذ کا استعمال بھی جائز نہیں۔ (۶۸)

---

(۶۸) ولا یجوز الاکل والشرب والادھان والتطیب فی آنیة الذھب والفضة، وقال المحشی وکذا لا یجوز الاکل بملعقة الذھب والفضة والاکتحال بمیلی الذھب والفضة وکذالک المکحلة والمحبرة والمرأة وغیر ذالک اھ قدوری ج ۱ ص ۲۷۷

مگر آج کل بازاروں میں جو چاندی کے تعویذ ملتے ہیں ان میں کھوٹ ہی کھوٹ ہوتا ہے۔ چاندی کی اوپر صرف پالش ہوتی ہے ان میں گنجائش ہے۔

سونے کے تشلے کے استعمال کی حکمت

بہر کیف! سیدنا جبرئیل امین نے سونے کا تشلہ کیوں استعمال کیا؟ اس کے علما نے کئی جواب دیے ہیں۔

ایک جواب یہ ہے کہ یہ واقعہ سونے اور چاندی کی حرمت کے نزول سے پہلے کا ہے۔ یہ ۱۰ سنہ نبوی کا واقعہ ہے۔ اور سونے چاندی کی حرمت مدینہ طیبہ میں نازل ہوئی تھی۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ سونا اور چاندی دنیا کا حرام ہے۔ جنت کا سونا حرام نہیں۔ قرآن کریم اور احادیث میں بہت سی جگہ یہ مضمون ارشاد فرمایا گیا ہے کہ ایمان والے بندوں کو اور بالخصوص اس بندے کو جو اپنے اعضائے وضو پانچ وقت دھوتا ہے اس کو سونے چاندی کے زیورات پہنائے جائیں گے۔(٦٩)

تیسرا جواب یہ ہے کہ سونے کا تشلہ لانے والے کون تھے؟ سیدنا جبرئیل امین۔ یہ شریعت مطہرہ کے احکام انسانوں کے لیے لے کر نازل ہوتے ہیں۔ وہ خود احکام شرع کے مکلّف نہیں ہوتے۔

آب زمزم کے استعمال کی حکمت

بہر کیف! سونے کے تشلے

(٦٩) عن ابی ہریرة قال قال رسول الله ﷺ تبلغ الحلیة من المومن من حیث یبلغ الوضوء، رواہ مسلم، مشکات ص ۳۹

میں زمزم کا پانی لایا گیا۔ یہاں پر سوال یہ ہو گا کہ جب وہ تشلہ جنت سے لے کر آئے تھے تو وہیں سے جنت کا پانی لے کر کیوں نہیں آئے؟

پانی کے مختلف اقسام

اس کا جواب علما نے یہ دیا کہ زمزم کا پانی تمام پانیوں سے افضل ہے۔ نور الایضاح میں پانی کی سات قسمیں بیان کی گئی ہیں۔ ۱۔ چشمے کا پانی۔ ۲۔ دریا کا پانی۔ ۳۔ کنویں کا پانی، ۴۔ بارش کا پانی۔ ۵۔ سمندر کا پانی، ۶۔ برف کا پانی، ۷۔ اولے کا پانی، (۷۰)

نبیؐ کی انگلیوں سے نکلنے والا پانی

لیکن ان میں انحصار نہیں۔ دو پانی اور ہیں۔ زمزم کا پانی، اور وہ پانی جو غزوۂ تبوک سے واپسی کے وقت رسول پاک علیہ الصلاۃ والسلام کی مبارک انگلیوں سے نکلا ہے۔ تیس ہزار کا مجمع، سخت گرمی کا دن، اور کہیں پانی کا ایک قطرہ تک نہیں۔ پیاس کی شدت کی وجہ سے صحابۂ کرام یہ سمجھے ہوئے ہیں کہ آج ہم غروب سے پہلے پہلے سب ہلاک ہو جائیں گے۔ ایک صحابی جناب رسول اللہؐ کی خدمت عالیہ میں حاضر ہوئے۔ اور عرض کیا کہ شدید پیاس لگی ہوئی ہے۔ اور پانی ہے نہیں فرمایا: فلاں صحابی میرے پینے کے لیے پانی رکھتے ہیں ان سے معلوم کرو کہ ان کے پاس پانی ہے یا نہیں؟ چھوٹا سا مشکیزہ اس میں پانی ہے۔ مگر دھوپ کی شدت کی وجہ سے وہ بھی خشک ہو گیا ہے۔ صرف تلے میں تھوڑا سا رہ گیا ہے۔ اتنا معمولی پانی تھا کہ اگر اس مشکیزے کو الٹا کر کے پانی نکالا جاتا تو سارا

(۷۰) نور الایضاح ص ۲۵

مشکیزے ہی میں جذب ہو جاتا۔ اور ختم ہو جاتا۔

صحابۂ کرام کی فراست کا واقعہ مگر صحابۂ کرام کو حق تعالیٰ نے عقل کامل عطا فرمائی تھی۔ انھوں نے مشکیزے کو نیچے سے کاٹا۔ جس سے کٹورے میں ذرا سا پانی آ گیا۔ اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اس کو پیش کیا گیا۔ رسول اکرمؐ نے اپنا دست مبارک اس میں رکھا۔ ہاتھ کا رکھنا تھا کہ انگلیوں سے پانی کا چشمہ جاری ہو گیا یہاں تک کہ پیالا بھر گیا۔ اور پیالا بھرنے کے بعد ایسا پانی گرنے لگا جیسا کہ راج بھائے کی پٹری کاٹ دی گئی ہو۔(الف) تیس ہزار قافلے کے اشخاص تھے انھوں نے خود پانی پیا۔ اپنی سواریوں کو پانی پلایا۔ اور جتنے ان کے پاس برتن اور مشکیزے تھے سب کو پانی سے پر کیا۔ تو سب سے افضل پانی یہ ہے۔ کیوں کہ یہ رسول پاک علیہ الصلاۃ والسلام کی مبارک انگلیوں سے نکلا ہے۔ (۷۱)

زمزم کے پانی کا دوسرا درجہ اس کے بعد زمزم کا درجہ ہے۔ اور یہ زمزم کا پانی ایک قول کے مطابق سیدنا جبرئیل امین کے بازو مارنے سے نکلا ہے اور ایک قول کے مطابق سیدنا اسماعیل علی نبینا وعلیہ الصلاۃ والسلام کے ایڑیاں رگڑنے سے نکلا ہے۔ یہ بھی خدا تعالیٰ کے پیارے نبی ہیں۔ ان کے بارے میں قرآن کریم میں حق تعالیٰ کا ارشاد ہے:

---

(۷۱) الشفاج ۱ ص ۲۸۵

(الف) یعنی نہر کا باندھ کھول دیا گیا ہو۔ ابوالحسن ارشد

وَاذْكُرْ فِي الْكِتَابِ إِسْمٰعِيلَ إِنَّهُ كَانَ صَادِقَ الْوَعْدِ وَكَانَ رَسُولًا نَّبِيًّا وَكَانَ يَأْمُرُ أَهْلَهُ بِالصَّلٰوةِ وَالزَّكٰوةِ وَكَانَ عِنْدَ رَبِّهِ مَرْضِيًّا (۷۲)

اور اس کتاب میں اسماعیل کا بھی ذکر کیجیے۔ بلا شبہ وہ وعدے کے سچے تھے۔ اور رسول بھی تھے۔ نبی بھی تھے۔ اور اپنے متعلقین کو نماز اور زکات کا حکم کرتے رہتے تھے۔ اور وہ اپنے رب کے نزدیک پسندیدہ تھے۔

لفظ "مَرْضِيًّا" کا ترجمہ سید الطائفہ حضرت اقدس مولانا فضل رحمان گنج مرادآبادی نور اللہ مرقدہ مَرْضِيًّا کا ترجمہ فرمایا کرتے تھے: لاڈلا، یعنی وہ اللہ کے لاڈلے تھے۔

صحرائے عرب میں ایک معصوم کی بے کسی حضرت اسماعیل پر شدت کی پیاس طاری ہوئی۔ دو سوا دو سال کی عمر مبارک ہے۔ وہاں پانی کا نام و نشان دور دور تک نہیں۔ ایسی کیفیت ہوگئی جیسا کہ نزع کی کیفیت ہوتی ہے۔ والدۂ ماجدہ سیدہ ہاجرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے دیکھا نہیں گیا کہ جنگل و بیابان میں لختِ جگر دم توڑ رہا ہے۔ پانی کا ایک قطرہ نہیں کہ اس معصوم کے گلے میں ٹپکادوں۔

معصوم بچّے کے لیے پانی کی تلاش پانی کی تلاش میں اٹھیں

(۷۲) سورۂ مریم آیت ۵۴—۵۵

کہ شاید کہیں پانی کا پتہ مل جائے۔ یا کوئی آنے جانے والا ہو اس کے پاس تھوڑا بہت پانی ہو تو اس سے لے کر بچے کو پلا دوں۔ صفا کے اوپر چڑھیں۔ اور چڑھ کر چاروں طرف دیکھا کہ کوئی آنے والا ہو۔ مگر کوئی نظر نہ آیا۔ وہاں سے اتر کر مروہ کی طرف گئیں۔ مروہ پر چڑھیں۔ اور نشیبی جو جگہ تھی وہاں اپنا دامن اپنی کمر پر لپیٹ لیا۔

دینی محنت کی بارگاہِ الٰہی میں قبولیت

اللہ کو ان کی یہ محنت بہت پسند آئی اور امت محمدیہ کو حکم دے دیا کہ قیامت تک ہماری اس بندی کی نقل اتارو۔ صفا سے جب مروہ کی طرف سعی کے لیے جاؤ تو تم دوڑ کر چلو (۷۳) جوان ہو یا بوڑھا ہو، بڑا ہو یا چھوٹا ہو، سب دوڑ کر چلو۔ (۷۴) اگرچہ آج وہ نشیبی جگہ باقی نہیں رہی۔ آج تو وہاں نہایت اعلا قسم کا سنگ مرمر کا فرش لگا ہوا ہے۔ لیکن دو نشان لگا دیے ہیں۔ اور اب اوپر لائٹ بھی لگا دی گئی ہے۔ اس سے معلوم ہو جاتا ہے کہ یہ ہے وہ جگہ جہاں حضرت ہاجرہ دوڑ کر چلی تھیں۔ اور وہیں ہمیں بھی دوڑ کر چلنا ہے۔

---

(۷۳) فاذا بلغ الی بطن الوادی سعی بین المیلین الاخضرین سعیا حتی یاتی المروۃ، قدوری ص ۵۵

(۷۴) مگر عورتیں اپنی رفتار سے چلیں گی۔ ۱۴۲۰ھ مطابق ۲۰۰۰ء میں حج کے دوران جب میں سعی کر رہا تھا تو میرے گھرانے کی مستورات میں سے ایک نے مجھ سے پوچھا کہ اس جگہ سعی (دوڑ) تو عورت نے یعنی حضرت ہاجرہ نے کی تھی۔ اور حکم ہوا مردوں کو کہ وہ دوڑیں عورتوں کو منع کر دیا گیا، ایسا کیوں؟ مجھے ان کے اس ذہنی انتقال پر بڑی حیرت ہوئی، میں نے تو کوئی جواب نہیں دیا میں نے حضرت مرشدی مدظلہ العالی سے پوچھا تو فرمایا: کہ عورتوں کے لیے یہی اعزاز کیا کم ہے کہ ان کی نقل اور سنت کو مرد زندہ کر رہے ہیں۔ محمد ناصر عفی عنہ ۲۰ صفر ۱۴۲۱ھ

دینی محنت کا ثمرہ، نصرتِ الٰہی کا ظہور

یہاں تک کہ جب حضرت ہاجرہ کا ساتواں چکر پورا ہو گیا۔ اور مروہ کی طرف تشریف لائیں تو وہاں ایک آواز آئی۔ حضرت ہاجرہ نے اپنے آپ ہی کو خطاب فرمایا کہ ٹھہر۔ اور چاروں طرف دیکھا کہ کون آواز دے رہا ہے؟ آواز تو آرہی ہے۔ مگر آواز دینے والا نظر نہیں آرہا ہے۔ حضرت ہاجرہ نے کہا: میں آواز تو سن رہی ہوں۔ مگر آواز دینے والا کوئی نظر نہیں آرہا ہے۔ اگر کوئی مدد کر سکتا ہے تو سامنے آ۔ اس وقت سیدنا جبرئیل امین علیہ الصلاۃ والسلام ظاہر ہوئے۔ اور فرمایا: بی بی! گھبراؤ نہیں، یہ بچّہ ضائع نہیں ہوگا۔ تم بچے کی وجہ سے متفکر ہو، پریشان ہو، اور یہ سمجھ رہی ہو کہ اس کا نزاعی وقت آ گیا ہے۔ اور اس کی روح نکلنے والی ہے۔ یہ بچّہ تو اس جگہ خدا کی سب سے مقدس اور پاکیزہ عبادت گاہ بنائے گا۔ یہ سن کر سیدہ ہاجرہ بچے کے پاس دوڑی ہوئی آئیں کہ بچّہ بچ گیا ہے۔ وہاں دیکھا کہ بچّہ جہاں ایڑیاں رگڑ رہا تھا وہاں پانی کا فوّارہ جاری ہو گیا ہے۔ میرے دوستو! اس وقت حضرت ہاجرہ کی خوشی کا اندازہ نہیں کیا جا سکتا۔ اسی خوشی میں حضرت ہاجرہ نے جلدی جلدی پتھر اٹھا کر چاروں طرف رکاوٹ کھڑی کر دی۔ اور پانی کو کہنے لگیں زمزم، زمزم، ٹھہر جا، ٹھہر جا، رسول پاک علیہ الصلاۃ والسلام نے فرمایا۔ بخاری شریف کی روایت ہے۔

رَحِمَ اللّٰہُ اُمَّ اِسمَاعِیلَ لَوْلَا اِنَّھَا عَجَّلَتْ لَکَانَتْ

زَمْزَمُ عَيْناً مَّعِيْناً (۷۵)

اللہ عز اسمہ حضرت اسماعیل کی والدہ ماجدہ پر رحم فرمائیں کہ انھوں نے مینڈھ باندھ دی تھی اگر وہ ڈول نہ لگاتیں۔ اور اس میں رکاوٹ نہ کرتیں تو خدا کی رحمت جوش میں تھی اور یہ پانی بہنے والے چشمے کی طرح بہتا۔ اور دریا بن جاتا۔

مگر بی بی ہاجرہ نے سب کچھ خدا کی رضا کے لیے قربان کر دیا تھا اس لیے اللہ عز اسمہ نے ان کے ہر ہر طریقے کو جو یہ کرتی رہیں اس کو پسند فرمایا۔ انھوں نے حکم دے دیا کہ پانی یہیں رک جا تو پانی وہیں رک گیا۔

بہر کیف! میں عرض کر رہا تھا کہ جیسا کہ وہ پانی جو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک انگلیوں سے نکلا ہے وہ سب سے افضل ہے۔ دوسرے درجے کا پانی زمزم کا ہے۔ جس کی نسبت سیدنا حضرت اسماعیل کی طرف ہے۔

آب گنگا کے بارے میں بعض مکاشفے

اور یہ نسبت بھی بڑی چیز ہے۔ گنگا کے پانی کے بارے میں حضرت اقدس حکیم الاسلام قاری محمد طیب صاحبؒ نے اپنے بعض رسائل میں بھی تحریر فرمایا ہے۔ اور کان پور میں ایک تقریر میں بھی یہ ارشاد فرمایا تھا۔ وہاں کھلبلی مچ

---

(۷۵) فجاء الملك بها حتى انتهى الى موضع زمزم فضرب بعقبه، ففارت عينا فعجلت الانسانة فجعلت تقدح فى شنتها فقال رسول الله ﷺ رحم الله الخ مسند احمد ج ۱ ص ۳٦۰

گئی اور میں بھی بتلادوں گا تو یہاں بھی کھلبلی مچ جائے گی۔ میں کہہ دوں گا اور ترجمے والے سارے بازار میں کہتے پھریں گے۔ اور پھر مخالفین کہیں گے کہ لالاؤں سے کچھ لے لیا ہے۔ اور ان کی تو لالاؤں سے ساز باز رہتی ہی ہے۔ وہاں آنا جانا بھی ہے۔ اس لیے گنگا کے پانی کی تعریف کرنے لگے۔

بہر کیف! حضرت حکیم الاسلام صاحبؒ نے شاہ رفیع الدین صاحب مجددی کا مکاشفہ نقل فرمایا ہے کہ گنگا کے پانی کے اندر بھی کچھ نورانیت ہے۔ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ کسی نبی کی قبر کے اوپر کو ہو کر یہ پانی گزر رہا ہے۔

حکیم صدیق صاحب کا مکاشفہ

ہمارے حضرت اقدس رائے پوریؒ کے ایک خلیفہ تھے حکیم صدیق صاحب، بڑے زبردست عالم، بڑے عبادت گزار، وہ بھی اور ان کے ابا بھی، اور ان کے دادا بھی، تین پشتوں میں رات میں کوئی ان کے گھر میں نہیں سویا۔ دادا کی عمر ایک سو سولہ سال کی ہوئی ہے ساری رات اللہ کی عبادت میں گزارتے تھے۔ یا پھر مطالعہ کرتے تھے۔ ایسے تھے حکیم صدیق صاحب، رات کے ایک بجے ان کی مجلس شروع ہوتی تھی تاکہ وہاں بھیڑ بھاڑ نہ ہو۔ جسے واقعتاً طلب ہو وہ رات کو آئے۔ مقدر سے ایک مرتبہ میں بھی پہنچ گیا۔ میں نے کہا ساری رات جاگنا میرے بس کا

نہیں۔ میں اپنی بیماری کی وجہ سے آنکھ دکھلانے گیا تھا۔ مجھے نسخہ لکھ کر نہیں دیا۔ جب پانچ دن ہو گئے میں نے کہا جی میں تو جارہا ہوں میں نے جب اپنا سامان منگوالیا تب جلدی جلدی انھوں نے نسخہ لکھ کر دیا۔ اور کہا کہ میرا منشایہ تھا کہ تم اس بہانے ٹھہرے رہو گے۔ تو حکیم صدیق صاحب بڑے صاحب کشف تھے۔ ایک مرتبہ ریل سے بریلی سے تشریف لارہے تھے رات کا وقت، رات کو پتا بھی نہیں کہ ریل گاڑی کہاں ہے؟ لیکن رات کے وقت میں جس وقت ریل گنگا کے پل کے اوپر کو گزری تو اس کا ادراک اور احساس ہو گیا کہ اس پانی کے اندر نورانیت ہے۔

زمزم اور آب گنگا کی ایک مشترک خوبی اور گنگا کے پانی کی ایک خاصیت آب زمزم جیسی ہے۔ اگر زمزم کے پانی کو منہ لگا کر پیو گے۔ یا اس میں دوسرے پانی کی ملاوٹ کرو گے تو کیڑا پڑ جائے گا اور اگر زمزم خالص ہے۔ اور بوتل میں بھرا ہوا ہے۔ چاہے تیں سال کیوں نہ ہو جائیں کبھی خراب نہیں ہو گا۔ ایسے ہی گنگا کے پانی کی خاصیت ہے۔ اگر گنگا کے پانی کو منہ لگالیا جاتا ہے تو اس میں کیڑا پڑ جاتا ہے۔ ورنہ کبھی خراب نہیں ہوتا۔

ان کفار کے یہاں تو یہ ہے کہ چاہے اس میں پیشاب کرو یا پاخانہ کرو مگر کلہ نہ کرو۔ گنگا کے پانی میں کلہ کرنے کو منع کرتے ہیں۔ وہاں جو

نہاتے ہیں سب گندے ہوتے ہیں۔ مگر وہاں جا کر نہانے سے ان کے سارے پاپ (گناہ) دھل جاتے ہیں۔ مگر اس میں کلمہ[الف] نہ کریں۔

بہر کیف! میں تو معراج کا قصہ عرض کر رہا تھا کہ رسول پاک علیہ الصلاۃ والسلام کا قلب عالی زمزم کے پانی سے دھویا گیا۔ اور کوئی اذیت اور تکلیف نہیں ہوئی۔

نبی کریمؐ کی ایک صفت اور خوبی

البتہ سینہ جو چاک کیا گیا تھا وہاں چھوٹی سی ایک دھاری بن گئی تھی۔ حدیث پاک میں ہے۔ شمائل کی روایت ہے:

طَوِيْلُ الْمَسْرُبَةِ (۷۶)

رسول پاک علیہ الصلاۃ والسلام کے سینے سے لے کر ناف تک چھوٹے چھوٹے بالوں کی دھاری تھی۔ یہ وہ نشانی تھی جو حضرت جبرئیل نے آپریشن میں کاٹا تھا۔

براق، جنّت کی سواری

اس کے بعد رسول پاک علیہ الصلاۃ والسلام کے لیے ایک سواری لائی گئی۔ اور درخواست کی گئی کہ آپ اس پر تشریف رکھیں۔

براق، سواری کی شوخی

مگر جو سواری تھی (براق) وہ اچھلنے کودنے لگی۔ جبرئیل امین اس کے سامنے کو گزرے وہ سواری ٹھہر

(۷۶) ترمذی ج ۲ ص ۲۰۵ (الف) غیر مسلم کلی کو کلہ سے تعبیر کرتے ہیں۔ ابو الحسن ارشد

گئی۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس پر بیٹھ گئے۔ روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ جبرئیل امین نے اس سے پوچھا کیوں اچھل کود کر رہی ہے؟ ان سے زیادہ مکرم اور عظمت والا کوئی شخص نہیں جو تیرے اوپر سوار ہوا ہو۔ اس نے کہا کہ اس وقت میں ایک اقرار کرانا چاہتی ہوں کہ قیامت کے دن بھی میرے ہی اوپر سوار ہوں۔ چناں چہ یہ اقرار ہوا۔ اور رسول پاک علیہ الصلاۃ والسلام قیامت میں اس کے اوپر سوار ہوں گے۔

براق، تیز رفتار سواری

وہ سواری اتنی تیز رفتار تھی کہ جہاں تک اس کی نگاہ جاتی تھی وہاں تک اس کے قدم پڑتے تھے۔ براق عربی زبان میں بجلی کو کہتے ہیں۔ اسی طرح وہ سواری بجلی کی طرح تیز چل رہی تھی۔

سفر معراج کے بعض مشاہدے

راستے میں بڑے بڑے عجائبات دیکھے۔ ملک شام کے قریب دیکھا کہ کثیب احمر ایک سرخ ٹیلے کے نزدیک سیدنا موسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلاۃ والسلام اپنی قبر میں کھڑے ہوئے نماز پڑھ رہے ہیں۔

شب معراج میں مسجد اقصیٰ کا منظر

اور جب مسجد اقصیٰ میں ملک شام میں پہنچ گئے تو دیکھا کہ مسجد بھری ہوئی ہے۔ بے شمار اشخاص ہیں۔ کوئی قیام میں ہے۔ کوئی رکوع میں ہے۔ کوئی سجدے میں ہے۔

اور کوئی قعدے میں ہے۔ رسول پاک علیہ الصلاۃ والسلام نے بھی وہاں جاکر دو رکعت نماز ادا فرمائی۔

اذان جبرئیل علیہ السلام رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نماز سے فارغ ہونے کے بعد جبرئیل امین نے اذان دی۔ اور اذان سے فارغ ہوکر خدمت عالیہ میں حاضر ہوئے۔ اور عرض کیا کہ جناب والا کو کس کا انتظار ہے۔؟ آپ تشریف لائیں اور امامت فرمائیں۔

خاتم الانبیاء ﷺ کی امامتِ انبیاء رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دو رکعت نماز پڑھائی۔ نماز سے فراغت پر جبرئیل امین نے عرض کیا: جناب والا کو معلوم ہے کہ پیچھے کس نے نماز ادا کی؟ فرمایا: مجھے خبر نہیں۔ عرض کیا: حضرت آدم سے لے کر حضرت عیسی تک جتنے بھی انبیاء تشریف لائے ہیں سب نے آپ کی اقتدا میں نماز پڑھی ہے۔ اور آپ سب کے امام بنے ہیں۔

سید الانبیاءؐ کی خدمت میں خوان کی پیشی نماز سے فراغت کے بعد ایک خوان لایا گیا۔ اس کے اوپر کپڑا ڈھکا ہوا تھا وہ اٹھایا گیا اس کے اوپر چار پیالے تھے۔ ایک پیالے میں شہد تھا۔ ایک میں شراب تھی۔ ایک میں شربت تھا۔ اور ایک میں دودھ تھا۔ رسول پاک علیہ الصلاۃ والسلام نے دودھ والے پیالے کو منتخب فرمایا۔ جبرئیل امین نے

عرض کیا:

اِخْتَرْتَ الْفِطْرَۃَ (۷۷)

آپ نے فطرت یعنی دین کو اختیار فرمایا۔ اگر اس وقت آپ شراب نوش فرمالیتے تو یہ شراب اگر چہ جنّت والی پاک شراب ہے حرام نہیں۔ مگر آپ کی امت پر اس کا اثر پڑتا۔ اور آپ کی امت شہوتوں میں مبتلا ہو جاتی۔

جناب رسول اللہ پر امّت کے گناہ کا اثر حضرت اقدس مولانا عبد العلی صاحب مدرسہ امینیہ دھلی کے شیخ الحدیث، حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نور اللہ مرقدہ کے خادم اور شاگرد خاص انھوں نے خواب میں رسول پاک علیہ الصلاۃ والسلام کی زیارت کی۔ مگر ایسے طریقے سے کہ معاذ اللہ آپ نے داڑھی کٹا رکھی ہے۔ بڑے پریشان ہوے۔ مولانا قاسم صاحب کی خدمت میں حاضر ہوے۔ اور خواب کا واقعہ بیان کیا۔ مولانا قاسم صاحب بھی خواب سن کر بہت رنجیدہ ہوے۔ اور دیر تک آنسو بہاتے رہے۔ اور پھر فرمایا کہ آپ کی امت کے اندر یہ گناہ عام ہو جائے گا۔ امّت کے اس گناہ کا اثر جناب رسول اللہ ﷺ پر تھا جو آپ نے خواب میں دیکھا۔

تو اگر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم شراب نوش فرمالیتے تو اگر چہ وہ جنت کی شراب تھی وہ شراب جس کے بارے میں خود حق سبحانہ

(۷۷) شفا ج ۱ ۱۷۷

وتعالی کا ارشاد ہے: وَسَقٰهُمْ رَبُّهُمْ شَرَابًا طَهُوْرًا (۷۸)
ترجمہ: اور ان کے رب کریم ان کو شراب طہور پلائیں گے۔
لیکن اس کا اثر امت پر پڑتا۔ جیسا کہ امت کے گناہوں کا اثر آپ ﷺ کے اوپر ہوتا ہے۔ اس کے بعد رسول پاک علیہ الصلاۃ والسلام کے لیے ایک سیڑھی لگائی گئی۔ معراج عربی میں سیڑھی کو کہا جاتا ہے۔ اور عروج بمعنی بلندی سے مشتق ہے۔ آگے احادیث کے اندر اس کا تذکرہ نہیں ہے کہ آگے براق کی سواری ساتھ رہی یا وہ وہیں مسجد اقصی کے پاس چھوڑ دی گئی۔ اس کے بعد آپ سدرۃ المنتہیٰ (بیری کے درخت) پر تشریف لے گئے۔ رسول پاک علیہ الصلاۃ والسلام نے ارشاد فرمایا اس درخت کے ایک ایک پتے اور ایک ایک شاخ پر فرشتہ بیٹھا ہوا اللہ کا ذکر عالی کر رہا تھا۔ اور اللہ کے نام نامی کے وہ انوارات وہاں چھائے ہوئے تھے کہ نگاہیں چکاچوند ہو رہی تھیں۔ نگاہیں اس پر نہیں جمتی تھی۔

شاہ سکندر کیتھلی کا نورانی سینہ جیسا کہ سلطان المشائخ سید الاولیا، حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندیؒ کے شیخ حضرت شاہ سکندر کیتھلی سلسلہ قادریہ کے شیخ ہیں۔ مجدد صاحب دو ڈھائی سال کے تھے۔ سخت بیمار تھے۔ نمونیہ ہو گیا تھا۔ ان کے والد حضرت مخدوم عبد الاحد صاحبؒ کے مکان پر، حضرت شاہ سکندر

(۷۸) سورۂ دہر آیت ۲۱

صاحب سرہند تشریف لائے۔ مجدد صاحب کو دیکھتے ہی ایسی محبت پیدا ہوئی جیسا کہ سیدہ آسیہ کو حضرت موسیٰ کو دیکھتے ہی محبت ہوگئی تھی۔ اور کہنے لگی تھی: قُرَّةُ عَيْنٍ لِّي وَلَكَ لَا تَقْتُلُوهُ عَسَىٰٓ أَن يَنفَعَنَا أَوْ نَتَّخِذَهُ وَلَدًا (۷۹) یہ تو تیری اور میری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے۔ ایسے ہی شاہ سکندر کو حضرت مجدد صاحب سے دیکھتے ہی محبت پیدا ہوگئی تھی۔ گود میں لیا۔ اور گود میں لے کر اپنی زبان مبارک ان کے منہ میں دے دی۔ مجدد صاحب کو جو مزہ آیا ہے زبان کو چوسنی شروع کی تو چھوڑی نہیں۔ دیر ہوگئی۔ یہاں تک کہ حضرت شاہ سکندر کو یہ کہنا پڑا کہ صاحب زادے ہماری نسبت اور بزرگی ہماری اولاد کے لیے بھی چھوڑو گے یا ساری تم ہی چوس لوگے۔ یہ ہیں حضرت شاہ سکندر کیتھلی، کیتھل شریف میں ان کا مزار ہے۔

خدا تعالی کی ذات بے نیاز مگر خدا کی ذات عالی بڑی بے نیاز ہے۔ نہ ان کو شاہ سکندر کی ضرورت ہے اور نہ شاہ کمال کی ضرورت ہے۔ شاہ سکندر کے دادے ہیں شاہ کمال۔ کتے کو ان کے مزار پر چراغ چاٹتے ہوے ہم نے دیکھا ہے۔ پہلے تو ان کے مزار پر گھی کا چراغ جلتا تھا۔ دن ہو یا رات۔ اب گھی کا تو نہیں رہا۔ البتہ تیل کا اب بھی جلتا ہے۔ اگر کوئی شخص فاتحہ پڑھنے کے لیے آتا ہے تو وہاں کتے

(۷۹) سورہ قصص آیت ۹

پھرتے رہتے ہیں۔ دروازہ اگر کھلا ہوا ہے تو کتے حملہ کرتے ہیں۔

شاہ کمال کی قوی نسبت

بہر کیف! شاہ کمالؒ حضرت شاہ سکندر کے دادا ان کے بارے میں حضرت اقدس مجدد الف ثانی فرمایا کرتے تھے حقیقت حال تو اللہ ہی کو معلوم ہے مگر جہاں تک نظر کشفی کا تعلق ہے قطب عالم شاہ عبد القادر جیلانی کے بعد اتنا قوی النسبت شخص دوسرا نہیں گزرا جیسا کہ شاہ کمال کو نسبت حاصل تھی۔

شاہ کمال کا روحانی رعب

مجدد صاحب بھی ان کے مزار پر جاتے ہوئے لرز جاتے تھے۔ جو جہاں گیر جیسے جاہ و جلال والے بادشاہ سے نہیں گھبرائے۔ اور وہاں جاکر کلمۂ حق اس طریقے سے جاکر ظاہر فرمایا کہ سارے دربار والے دنگ رہ گئے۔ لیکن اگر گھبراتے تھے تو شاہ سکندر کی خدمت میں اور شاہ کمال کے مزار پر جاتے ہوئے گھبراتے تھے۔

شاہ کمال کی خانقاہ کی ابتری

لیکن خدا کی ذات عالی بڑی بے نیاز ہے ان کی خانقاہ میں پارک بنا ہوا ہے۔ چار بجے دن میں اس کا دروازہ کھلتا ہے۔ اور چار بجے سے لے کر رات کے بارہ بجے تک جو عیش و عیاشی اور شراب نوشی اور گانے بجانے اور فواحش و بے حیائی کی باتیں ہوتی ہیں کوئی شریف آدمی ان کو زبان پر نہیں لا سکتا۔

خانقاہ میں نماز جمعہ ہم بھی ایک دفعہ وہاں گئے تھے۔ ساڑھے گیارہ بجے دن میں ہم پہنچے۔ جمعہ کا دن تھا۔ ہم نے کہا: بھائی دروازہ کھولو۔ انہوں نے کہا: جی دروازہ تو چار بجے کھلتا ہے۔ اس دروازے میں کچھ گنجائش تھی۔ ہم تو اس سے داخل ہو گئے۔ اور کچھ چہار دیواری کے اوپر کو اترے۔ ہم نے کہا کہ دروازہ کھلنا چاہیے ہم کو تو جمعہ پڑھنا ہے۔ جو وہاں کے نگراں تھے ان سے کہا کہ ہم مسافر ہیں بہت دور کے ہیں۔

صحت جمعہ کی شرط، اذن عام اور ہمیں جمعہ پڑھنا ہے۔ اور جمعہ کی شرائط میں سے ہے اذنِ عام کا ہونا۔ دروازہ بند کر کے کسی جگہ جمعہ کی نماز نہیں پڑھی جا سکتی۔ اسی لیے قلعہ کی مسجد میں جمعہ کی نماز نہیں ہو سکتی۔

شاہ جہاں اور عالم گیر کا معمول عالم گیر رحمہ اللہ تعالیٰ پانچ وقت کی نماز محل کے اندر ہی موتی مسجد میں ادا فرماتے تھے۔ جو قلعہ کے اندر انہوں نے سفید پتھر سے تعمیر کرائی تھی۔ مگر جمعہ کی نماز ادا کرنے کے لیے یہ بھی اور شاہ جہاں بھی جامع مسجد میں جاتے تھے۔ اس لیے کہ قلعہ کے اندر اذن عام نہیں ہے۔ ہر آدمی کو اس میں آنے کی اجازت نہیں ہوتی تو وہاں جمعہ کی نماز نہیں ہو سکتی۔

تو ہم نے کہا: بھائی ہمیں جمعہ کی نماز پڑھنی ہے دروازہ کھول

دو۔ انہوں نے کہا کہ جی قانون نہیں۔ ہم نے کہا ہمارا قانون یہ ہے۔ خیر بڑے نگراں تھے انہوں نے اجازت دے دی۔

کفر کی دنیا میں مجاہد کی اذان ہم نے اپنے ساتھیوں میں سے چار کو کہا کہ چاروں اکٹھے ہو کر اذان دو۔ اس لیے کہ پینتیس سال ہو گئے ہیں اس خطےّ میں کسی نے اللہ کا نام نامی نہیں لیا۔ چار شخصوں نے جو للکار کر اذان پڑھی۔ سارے بازار میں آواز گونج گئی۔ اور سب دکان والے غیر مسلم وہاں اکٹھے ہو گئے۔ اس وقت مجھے عذر نہیں تھا۔ میں نے ہی خطبہ پڑھا۔ اور رسول پاک علیہ الصلاۃ والسلام کا خطبہ پڑھا۔ اور وہیں جمعہ کی نماز ادا کی۔

نماز نے دل جیت لیے وہ اشخاص ہاتھ باندھے ہوے وہاں کھڑے رہے۔ اور ہم نماز پڑھتے رہے۔ ہم نماز سے فارغ ہوے تو انہوں نے کہا کہ جی تمہاری نماز میں تو بڑا سواد (مزہ) ہے۔ ہم نے کہا: سواد کی چیز میں سواد ہی آتا ہے۔

کسی نے سوال کیا کہ جی وہاں کوئی مسجد نہیں ہے؟

فرمایا: مسجد تو بہت سی ہیں۔ مگر پارک کے اندر خانقاہ میں کوئی مسجد نہیں ہے۔ وہاں ایک مسجد میں کیرانے کے ایک صاحب بھی رہتے ہیں۔

کیتھل میں رضیہ بیگم کا مقبرہ

وہیں رضیہ بیگم کا بھی مقبرہ ہے۔ سلطان شمس الدین التمش کی صاحب زادی۔ لوگوں نے پتا بتلایا کہ عید گاہ کے پاس ہے۔ ہم وہاں بھی گئے۔ تو وہ خاک ہے۔ ایک پتھروں کا ڈھیر تھا۔ پرانی تاریخوں میں اس کا فوٹو ہے مگر اب وہ گر گیا ہے۔ اور پتھر ہی پتھر پڑے ہوے ہیں۔

رضیہ بیگم نے سلطان شمس الدین التمش کے بعد بادشاہت کی ہے۔ اور گھوڑے کی سواری کرتی تھی۔ کوئی پہچانتا نہیں تھا کہ یہ مرد ہے یا عورت۔ ایک لڑائی میں جان بچا کر بھاگی تھی۔ اور وہاں جا کر کسی کے یہاں چھپی تھی۔ اور اس نے رات کو سوتے وقت جب اپنا مردانہ لباس اتارا اور اس کے اندر جو زیورات تھے وہ اس نے دیکھے تو لالچ آگیا۔ اسی رات میں اس نے اس کو شہید کر دیا۔ اگرچہ ایک مقبرہ اس کا دلی میں بھی ہے۔ مگر صحیح یہ ہے۔

بہر کیف! میں عرض کر رہا تھا کہ حضرت اقدس شاہ سکندر کیتھلی نور اللہ مرقدہ و برد اللہ مضجعہ کے بارے میں حضرت اقدس مجدد صاحب فرمایا کرتے تھے شاید کسی ہمت والے کی نگاہیں دوپہر کے وقت میں جب کہ آسمان پر کوئی گرد و غبار اور بادل نہ ہو سورج کے اوپر ٹھہر سکیں۔ مگر میرے شیخ کا دل ایسا منور تھا کہ ان کے سینے کے اوپر کسی کی نگاہیں نہیں ٹھہر سکتی تھیں۔ ان کا دل اتنا نورانی تھا۔ مگر خدا کی ذاتِ عالی بے نیاز ہے۔ صحیح مسلم کی لمبی روایت کا ٹکڑا ہے:

يَا عِبَادِيْ لَوْاَنَّ اَوَّلَكُمْ وَاٰخِرَكُمْ وَاِنْسَكُمْ وَجِنَّكُمْ كَانُوْا عَلٰى اَتْقٰى قَلْبِ رَجُلٍ وَّاحِدٍ مِّنْكُمْ مَازَادَ ذَالِكَ مِنْ مُلْكِيْ شَيْئاً. يَا عِبَادِيْ لَوْاَنَّ اَوَّ لَكُمْ وَاٰخِرَكُمْ وَاِنْسَكُمْ وَجِنَّكُمْ كَانُوْا عَلٰى اَفْجَرِ قَلْبِ رَجُلٍ وَّاحِدٍ مِّنْكُمْ مَا نَقَصَ ذَالِكَ مِنْ مُّلْكِيْ شَيْئاً.(۸۰)

رسول پاک علیہ الصلاۃ والسلام نے ارشاد فرمایا: حق تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: اے میرے بندو! اگر تمہارے اگلے اور تمہارے پچھلے، تمہارے انسان اور تمہارے جنات جو اب تک پیدا ہو چکے ہیں اور آئندہ پیدا ہوں گے سارے کے سارے کسی متقی دل پر جمع ہو جائیں اور سارے کے سارے ایمان والے بن جائیں۔

سب سے زیادہ نورانی دل ملا علی قاری مرقات شرح مشکات میں تحریر فرماتے ہیں کہ سب سے زیادہ ایمان و یقین والا اور سب سے زیادہ خوف و خشیت والا، اور سب سے زیادہ زہد و تقوے والا جناب رسول اللہ ﷺ کا قلب عالی ہے۔ اگر سارے کے سارے انسان رسول پاک علیہ الصلاۃ والسلام کی طرح اطاعت کرنے والے اور ایمان و یقین والے بن جائیں تو حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اس سے میری سلطنت میں کوئی اضافہ نہیں ہوگا۔ اور فرماتے ہیں کہ اے میرے بندو! اگر تمہارے اگلے اور تمہارے پچھلے، تمہارے انسان

(۸۰) مشکات ص ۲۰۳ کتاب الاذکار ص ۳۵۶

اور تمہارے جنات جواب تک پیدا ہو چکے ہیں۔ اور قیامت تک پیدا ہونے والے ہیں سارے کے سارے ایک فاجر دل پر جمع ہو جائیں۔ انتہائی سرکش ہو جائیں۔

سب سے زیادہ سرکش دل ملا علی قاری فرماتے ہیں کہ سب سے زیادہ فاجر دل ابلیس کا ہے۔ سارے کے سارے انسان ابلیس بن جائیں اور بلکہ نافرمانی میں ابلیس کے بھی باوا بن جائیں اس سے میری سلطنت میں کوئی نقص واقع نہیں ہوگا۔

خدا کی خدائی کی نرالی شان میری سلطنت ایسی نہیں ہے کہ تمہاری ووٹوں کے اوپر اور تمہارے ماننے یا نہ ماننے کے اوپر اس کا مدار ہو۔ ایک نہیں بلکہ اگر پینتیس کروڑ دیوتاؤں کو بھی میری گدی پر بٹھاؤ گے تو بھی میری سلطنت کے اندر کوئی رخنہ نہیں پڑے گا۔ تو وہ خانقاہ شریف آج پارک بنی ہوئی ہے۔

جلال الدین تھانیسری کا مختصر حال اور یہ صاحب کہہ رہے تھے کہ جلال الدین تھانیسری کے بارے میں سنادو۔ ان کا کیا سنادیں؟ جس خانقاہ میں اکبر جیسے جاہ وجلال والے بادشاہ کی بھی جانے کی ہمت نہیں تھی۔ آج ان کی مسجد، خانقاہ، اور مزار پر بھی غیر مسلموں کا قبضہ ہے۔ اس خانقاہ کی کیا شان تھی۔ ایک مرتبہ اکبر لاہور کی طرف جارہا تھا۔ بارہ ہزار کا لشکر ساتھ تھا۔ معلوم ہوا کہ تھانیسر میں ایک بزرگ

ہیں قطب العالم حضرت اقدس شاہ عبد القدوس گنگوہی کے خلیفہ اوّل، حضرت اپنے حجرے میں بیٹھے ہوئے تھے۔ اتنا حجرہ تھا جتنی یہ آدھی مسجد، اکبر وہاں حاضر ہوا۔

جلال الدین تھانیسری کی کرامت

اور پھر اجازت چاہی کہ حضرت میرا لشکر بھی آپ کی زیارت کرنا چاہتا ہے۔ حضرت نے کہا: بلالو۔ اکبر نے کہا کہ حضرت وہ تو بارہ ہزار ہیں۔ فرمایا: میں بارہ ہزار کو منع تھوڑا ہی کر رہا ہوں۔ بلالو ان کو بھی۔ بارہ ہزار کا لشکر آگیا اور کوٹھری کے اندر سما گیا۔ سردی کا زمانا تھا۔ حضرت کے گھر سے تھوڑی سی کھچڑی آگئی۔ کچھ اچار کی پھانک آگئی۔ حضرت نے اکبر بادشاہ سے فرمایا: بھائی کھالو۔ اکبر نے کہا: میں ضرور کھاتا آپ کا تبرّک ہے مگر لشکر ساتھ ہے۔ اور فوج کی منشا کے خلاف کوئی بات ہو جائے گی تو بگڑ جائے گی۔ حضرت نے فرمایا: تو سب کو کھلا دو۔ ایک رکابی حضرت کے گھر سے کھچڑی آئی تھی۔ وہی سب کو کھلادی۔ یہ ہیں جلال الدین تھانیسری کچھ دنوں پہلے حضرت کی مسجد میں ایک بھنگی کی گائے بندھتی تھی۔ جہاں حضرت اقدس حضرت تھانیسری نماز پڑھا کرتے تھے۔ البتہ! اب وہ گائے وہاں نہیں بندھتی۔

تقریر نمبر ۳ حق تعالیٰ کے انعامات لامحدود

یہ میں پہلے عرض کر چکا ہوں کہ اللہ عزاسمہ نے انسان کو جن مخصوص انعامات سے نوازا اس آیت میں ان میں سے بعض کا تذکرہ فرمایا گیا ہے۔

حق تعالیٰ کے انعامات لامحدود حق تعالیٰ نے انسان کو اشرف مخلوق بنایا۔ اور تمام مخلوق پر فوقیت عطا فرمائی۔ اور اپنے بے شمار انعامات سے انسان کو نوازا۔ ایک جگہ پر ارشاد ہے:

اَلَمْ تَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ سَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِى السَّمٰوٰتِ وَمَا فِى الْاَرْضِ وَاَسْبَغَ عَلَيْكُمْ نِعَمَهٗ ظَاهِرَةً وَّبَاطِنَةً وَّمِنَ النَّاسِ مَنْ يُّجَادِلُ فِى اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَّلَا هُدًى وَّلَا كِتٰبٍ مُّنِيْرٍ (۸۱)

حق تعالیٰ فرماتے ہیں۔ اے لوگو! کیا تم نے نہیں دیکھا کہ اللہ عزاسمہ نے تمہارے کام میں لگادیا ہے۔ او، تمہارے لیے مسخر کردیا ہے۔ ان تمام چیزوں کو جو آسمانوں میں ہیں۔ اور جو زمینوں میں ہیں۔ اور اپنی ظاہری اور باطنی نعمتوں کو تمہارے اوپر پورا کردیا ہے۔

سورج کی بے پناہ وسعت خدا کی بے شمار نعمتوں میں سے ایک

(۸۱) سورۂ لقمان آیت ۲۰

نعمت سورج ہے۔ قرآن پاک اور احادیث صحیحہ میں سورج کی لمبائی اور چوڑائی کے بارے میں کچھ ارشاد نہیں فرمایا گیا۔ علماء کے بھی اس میں مختلف اقوال ہیں۔ ایک قول یہ ہے کہ یہ سورج ہماری اس دنیا سے نوے گنا بڑا ہے۔ اس چھوٹی سی دنیا کا آج تک پتا نہیں چل سکا کہ کتنی ہے؟ اور کہاں تک پھیلی ہوئی ہے۔؟ اب سے پانچ سو سال پہلے امریکہ والوں کو ایشیا والوں کا، اور ایشیا والوں کو امریکا والوں کا پتا نہیں تھا۔ بیچ میں بڑے بڑے سمندر حائل تھے وہ سمجھتے تھے کہ یہ سمندر دنیا کا اوڑ ہیں۔ یعنی آخری کنارہ ہیں۔

فکر انسانی کی محدود پرواز

جیسے یہاں کاندھلہ کے بے چارے سیدھے سادھے محلہ خیل کے ایک آدمی ان کے پاس ایک گاڑی تھی۔ اس سے کرایہ حاصل کرتے تھے۔ اور اپنے بال بچوں کا گزارا کرتے تھے۔ کاندھلہ کے آس پاس ہی ان کا کرایا تھا۔ اونچے گاؤں تک چلے گئے۔ کیرانے چلے گئے۔ ایلم چلے گئے ۱۹۴۷ء میں کسی نے ان کو پانی پت کے لیے کرائے پر تیار کر لیا۔ اس وقت بیچ میں پل نہیں تھا۔ ناؤ میں اپنی گاڑی لادھ کر اور بیلوں کو پانی میں تِرا کر وہاں تک پہنچتے تھے۔ خیر یہ گئے۔ اور آکر انھوں نے لوگوں سے بتایا کہ دنیا تو جمنا پار سے اُدھر بھی بسی ہوئی ہے۔ ہم تو سمجھے ہوئے تھے کہ دنیا جمنا تک ہے۔ مگر ہم دیکھ کر آئے ہیں کہ جمنا سے اُدھر بھی دنیا ہے۔

اب بھی بہت سے مقامات نامعلوم ہیں ایسے ہی امریکا والوں کو ایشیا والوں کا اور ایشیا والوں کو امریکا والوں کا پتا نہیں تھا۔ اور یہ نہیں کہ اب پتا چل گیا ہے تو بس اب سب ایک ہوگئے۔ نہیں بلکہ اب بھی بہت سی جگہیں ایسی ہیں کہ ان کا علم نہیں:

سَتُبْدِیْ لَكَ الْاَیَّامُ مَا كُنْتَ جَاهِلًا
وَیَاْتِیْكَ بِالْاَخْبَارِ مَالَمْ تُزَوِّدِ

عن قریب زمانہ تیرے سامنے ایسی چیزیں ظاہر کردے گا جن سے تو ناواقف تھا۔ اور تیرے پاس ایسے پتے لے کر آئے گا جن کو تونے اپنے علم کا توشہ نہیں بنایا تھا۔

آسٹریلیا کی ایک عجیب دریافت آسٹریلیا میں ایک دیوار ہے جس کا اب سے تقریباً چالیس سال پہلے انکشاف ہوا تھا۔ اس دیوار کا بھی پتا نہیں تھا۔ سمندر کے کنارے کنارے بنی ہوئی ہے۔ اور بارہ سو میل تو لمبی ہے۔ یہاں سے بمبئی بھی اتنی دور نہیں۔ دلی سے بمبئی تو نو سو کیلو میٹر، اور یہاں سے دلی اسی کیلو میٹر، قریب ایک ہزار کیلو میٹر یہاں سے بمبئی ہے اور وہ بارہ سو میل لمبی ہے۔ اور اس کی چوڑائی بعض جگہ سے بارہ بارہ میل ہے۔ جیسے یہاں سے لے کر بنت، اور ہزار گز کی وہ اونچی ہے۔ اس کے اوپر خداوند قدوس کی بے شمار مخلوق آباد ہیں۔

جب علامہ شبیر احمد عثمانی مرحوم مغفور حضرت شیخ الہند نور اللہ مرقدہ کے ترجمے کے فوائد لکھ رہے تھے تو اس وقت میں اس کی ایک سال کی رپورٹ آئی تھی۔ عجیب وغریب انکشافات ہوئے ہیں۔ سورۂ کہف کے اخیر میں جہاں سکندر ذوالقرنین کی دیوار کا تذکرہ ہے وہاں پر حاشیے میں مولانا عثمانی نے اس دیوار کا تذکرہ کیا ہے۔ (۸۲)

بہر کیف! حق تعالی نے اپنی قدرت کاملہ سے یہ مخلوقات پیدا فرما کر انسان کے کام میں لگادی ہیں۔ سورج جو اس دنیا سے نوّے گُنا بڑا ہے وہ بھی انسان ہی کے کام میں لگا ہوا ہے۔

آسمان، قدرت خداوندی کا مظہر

اور اللہ عزاسمہ کی مخلوقات میں سے ایک آسمان ہے۔ اور آسمان اتنا وسیع ہے کہ کوئی اس کی وسعت کو بیان نہیں کرسکتا۔ قرآن کریم میں اجمالی طور پر صرف اتنا فرمایا گیا ہے:

وَالسَّمَآءَ بَنَيْنٰهَا بِاَيْدٍ وَّاِنَّا لَمُوْسِعُوْنَ وَالْاَرْضَ فَرَشْنٰهَا فَنِعْمَ الْمٰهِدُوْنَ (۸۳)

اور ہم نے آسمان کو اپنے ہاتھ کی طاقت سے بنایا ہے۔ اور ہم اس کی وسعت رکھنے والے ہیں۔ اور ہم نے زمین کو فرش بنادیا ہے۔ سو ہم کیسے اچھے بچھانے والے ہیں۔

---

(۸۲) ترجمہ، شیخ الہند مع فوائد عثمانی ص ۴۰۵

(۸۳) سورۂ ذاریات آیت ۴۷

وَاِنَّا لَمُوْسِعُوْنَ کے معنی وَاِنَّا لَمُوْسِعُوْنَ میں علماء کے دو قول ہیں۔ ایک قول یہ کہ ہم اتنی طاقت رکھنے والے ہیں کہ اتنی بڑی چھت بغیر کسی ستون اور بغیر کسی سہارے کے، اور بغیر کسی قینچی کے اور بغیر کسی بندھن کے ہم نے قائم کر دی ہے۔

یا اس کا مطلب یہ ہے کہ آسمانوں کو ہم نے اتنا وسیع کر دیا ہے کہ آج تک کوئی بھی اس کی لمبائی چوڑائی کو اور اس کی وسعت کو بیان نہیں کر سکا۔

زمین انسان کا بچھونا ہے اور آگے ارشاد فرمایا کہ ہم نے زمین کو فرش بنا دیا ہے۔ بچھونا بنا دیا ہے۔ چاہے زندگی میں پھولوں کی سیج پر سویا ہو۔ اور زمین پر لیٹنے کی کبھی نوبت نہ آئی ہو۔ لیکن مرنے کے بعد تو ہر ایک کو زمین پر ہی لیٹنا ہے۔ جیسا کہ ارشاد عالی ہے:

مِنْهَا خَلَقْنٰكُمْ وَفِيْهَا نُعِيْدُكُمْ وَمِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً اُخْرٰى (۸۴)

ہم نے تمہیں اس مٹی سے بنایا ہے۔ اور اسی میں تمہیں لوٹایا جائے گا۔ اور اسی میں سے تمہیں دوبارہ نکالیں گے۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے:

؎ مٹی میں مٹی مل گئی انجام دنیا دیکھ لے

قاضی صاحبان کے مورث اعلیٰ کاندھلہ کے قاضی صاحبان کے مورث اعلیٰ جن کو یہاں پر چھتیس ہزار بیگھ زمین ملی ہوئی تھی مگر

---

(۸۴) سورۂ طٰہٰ آیت ۵۵

کوئی نہیں بتلا سکے گا کہ ان کی قبر کہاں ہے؟ کیوں اس لیے کہ مٹی کے تھے مٹی میں مل گئے۔ جہاں کے تھے وہیں پہنچ گئے۔

جنّات کا مدفن کہاں ہے؟

سوال: درمیان میں ایک صاحب نے سوال کیا کہ جنات کہاں دفن ہوتے ہیں؟ زمین میں یا کسی اور جگہ؟

جواب - ہوا میں - کیوں کہ جو مخلوق جس عُنصر سے پیدا ہوئی ہے اس کو اسی عنصر میں دفن کیا جاتا ہے۔ جنات میں دوسرے عناصر آگ، مٹی، پانی، کے مقابلے میں عنصر ہوائی غالب ہے۔ جیسے انسان میں عنصر خاکی غالب ہے۔

تیمّم وضو اور غسل کا نائب کیوں ہے؟

مٹی کی مناسبت سے یہ بات ذہن میں آگئی کہ شریعت مطہرہ میں تیمّم کو قائم مقام وضو اور غسل کے قرار دیا گیا ہے۔ (۸۵) یہاں تک کہ حدیث پاک میں صراحت کے ساتھ ہے کہ اگر کسی کو پانی نہ ملے اور دس سال تک وہ تیمّم کر کے نماز پڑھتا رہے تو اس کی نماز ہوتی رہے گی۔ (۸۶)

سوال پیدا ہوگا کہ مٹی سے تو اور زیادہ تلویث ہوتی ہے۔ یعنی چہرہ اور ہاتھ وغیرہ اور گندے ہو جاتے ہیں۔ اس کے برخلاف وضو میں پاکیزگی اور صفائی ہے۔ عقلی طریقے سے بھی اس میں صفائی آجاتی ہے۔ لیکن مٹی میں ہاتھ مار کر اپنے چہرے پر پھیرنا اس سے تو اور

(۸۵) ذکرہ بعد طهارة الماء لانه خلف اه طحطاوی ص ۶۰
(۸۶) قوله صلى الله عليه وسلم التراب طهور المسلم ولوالى عشر حجج، مشكات ص ۵۴

زیادہ تلویث کا اندیشہ ہے۔

حضرت علیؓ کی کنیت، ابوتراب سیدنا علی مرتضیٰؓ کی ایک مرتبہ حضرت فاطمہؓ سے لڑائی ہوگئی۔ حضرت علیؓ ناراض ہوکر باہر چلے آئے، دوپہر کا وقت، گرمی کا زمانہ مسجد میں جاکر لیٹ گئے۔ رسول پاک علیہ الصلاۃ والسلام کو علم ہوا۔ تلاش فرمایا تو مسجد میں لیٹے ہوے ملے۔ دیکھا کہ پورا جسم مٹی میں آلودہ ہے۔ فرمایا:

قُمْ، یَا اَبَا تُرَابٍ!

اے مِٹّی والے! اٹھ جا۔

اسی وقت سے حضرت علی کی کنیت ابوتراب مشہور ہوگئی۔(۸۷)

تو مٹی سے تو آدمی اور بھی گندا ہوجاتا ہے۔

مگر چوں کہ شریعت کا حکم عالی ہے اس لیے مٹی ملنا منظور ہے۔مٹی پر ہاتھ مارو اور منہ پر پھیرلو۔ اور اگر ہاتھوں پر زیادہ غبار لگ گیا ہے تو ہاتھ جھاڑلو بھبوت ملنا مقصود نہیں۔ مگر اس سے پاکیزگی کیسے حاصل ہوگی؟

مٹّی سے عاجزی پیدا ہوتی ہے ہمارے حضرت شیخ نوراللہ مرقدہ نے لامع کے حاشیے میں تحریر فرمایا ہے کہ اس سے قلب میں عجز اور انکسار پیدا ہوتا ہے۔ اور دل کے عجز و انکسار سے دل میں پاکیزگی پیدا ہوتی ہے۔ اور اگر دل کے اندر عجز نہیں ہے۔ بڑائی ہے۔تکبر ہے تو ایسا

(۸۷) الاصابہ ج ۳ ص ٥٤، ٥٥

گندا ہوتا ہے کہ پورے جسم گندا کر دیتا ہے۔ (۸۸)

تیمّم کس کس چیز سے کیا جا سکتا ہے؟

ایک صاحب نے سوال کیا کہ کس کس چیز سے تیمّم کرنا جائز ہے؟

جواب: ہر وہ چیز جو جلانے سے نہ جلے اور گلانے سے نہ گلے اس سے تیمّم ہو سکتا ہے۔ مثلاً پتھر، مٹی، چونا، گیرو، سرمہ، گندھک، ریت۔ (۸۹)

نعمائے الٰہی کا مراقبہ اور فکر میں تو عرض کر رہا تھا کہ اس مالک الملک نے انسانوں کے اوپر اپنی ظاہری اور باطنی نعمتوں کو پورا کر دیا ہے۔ صبح سے لے کر اب تک جو تھوڑا سا (دو تین گھنٹے کا) وقت گزرا ہے عام طور سے پانچ سوا پانچ بجے اکثر آدمی اٹھنے والے ہیں۔ اس وقت سے لے کر اب تک ہم نے اللہ عزاسمہ کی کس قدر نعمتیں استعمال کی ہیں۔ ہمیں تو ان کا تصور بھی نہیں۔ پانی کے کس قدر قطرے ہم نے استعمال کیے۔ ہوا کے کس قدر جھونکوں سے ہم نے فائدہ اٹھایا۔ اور یہ آنکھیں جو اللہ نے ہمیں مرحمت فرمائیں ان سے ہم نے کیا کیا چیزیں دیکھی ہیں۔ اگر یہ بینائی نہ ہوتی تو نہ معلوم کہاں کہاں ہماری ٹکر لگتی، اور کہاں کہاں ہمارے پیر نالی میں پڑتے۔ اور چوٹ لگتی۔ حق تعالیٰ نے اس نعمت کا قرآن کریم میں تذکرہ فرمایا:

---

(۸۸) لامع ج ا ص
(۸۹) من الشروط ان یکون التیمم بطاهر من جنس الارض کالتراب، والحجر، والرمل، والنورة، والکحل، والکبریت، مراقی ص ٦٤

وَهُوَ الَّذِیْ اَنْشَاَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْئِدَةَ قَلِیْلًا مَّاتَشْكُرُوْنَ (۹۰)

اللہ کی ذات عالی وہ ہے جس نے تمہیں کان عطا فرمائے۔ اور تمہیں آنکھیں مرحمت فرمائیں۔ اور تمہیں دل دیا۔ لیکن تم تو تھوڑا ہی شکریہ ادا کرتے ہو۔

پہلے زمانے کے ایک عابد کا قصہ حق تعالیٰ کی کس کس نعمت کو بیان کیا جائے۔ اور کہاں تک ان کو شمار کیا جائے۔

حاکم نے مستدرک میں ایک واقعہ نقل کیا ہے کہ ایک مرتبہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے حجرۂ مبارکہ سے مسجد میں تشریف لائے۔ اور فرمایا کہ ابھی ابھی میرے پاس سے جبرئیل امین تشریف لے گئے ہیں۔ اور ایک واقعہ سنا کر گئے ہیں کہ پہلے زمانے میں ایک شخص تھا۔ سمندر کے ایک ٹاپو (جزیرہ) میں اس نے زندگی گزاری۔ اس ٹاپو کے چاروں طرف بارہ بارہ ہزار میل تک پانی ہی پانی تھا۔ آگے بھی، پیچھے بھی، دائیں بھی، بائیں بھی، اور وہ ٹاپو (جزیرہ) تیس ہاتھ لمبا ہے اور تیس ہاتھ چوڑا ہے۔

عابد کے پہاڑی پر پہنچنے کا واقعہ طبرانی کی روایت میں اس کے وہاں پہنچنے کا واقعہ بھی مذکور ہے کہ کشتی میں بیٹھا ہوا جارہا تھا۔ کشتی ڈوبی، اور سارے ساتھی بھی غرق ہوگئے۔ یہ ایک تختے کے اوپر پڑا ہوا بہتا

(۹۰) سورۂ مومنون آیت ۷۸

رہا۔ یہاں تک کہ بہتے بہتے اس پہاڑی کے قریب پہنچ گیا۔ اس پر ایک درخت تھا اور اس کی شاخیں نیچے تک پانی میں لٹکی ہوئی تھیں۔ یہ شاخیں پکڑ کر لٹک گیا۔ اور پہاڑی کے اوپر چڑھ گیا۔ چھوٹی سی پہاڑی تھی یہ وہیں رہتا رہا۔ تقدیر کی بات کہ وہاں پر ایک انار کا درخت تھا۔ روزانہ اس کے اوپر سے ایک انار توڑا۔ اس کا عرق نکالا اور پی لیا۔

عرقِ انار، نعمت بھی اور قوّت بھی

اور انار کے عرق میں اللہ نے بڑی قوت رکھی ہے۔ ہمارے تائے تھے۔ حقیقی تائے تو نہیں رشتہ کے تائے۔ مولانا سعید احمد صاحب کیرانوی ساٹھ برس مکہ مکرمہ میں رہے۔ ایک مرتبہ ماسٹر محمود صاحب بڈولی والوں نے ان سے کہا کہ وہاں کی کوئی عجیب بات سنائیے۔ فرمایا: پیارے بہت سے عجائبات دیکھے۔ کیا کیا سناؤں۔ ہاں دو قصے سنائے دیتا ہوں۔ ایک قصہ یہ سنایا:

مکہ مکرّمہ کا ایک عجیب قصہ

وہاں پر ایک بزرگ تھے جو جبل ابو قبیس پر پڑے رہتے تھے۔ (غالبًا شیخ سنّوسی مغربی ہیں) ایک شخص صبح سویرے روزانہ ان کی خدمت میں آکر بیٹھ جاتا۔ اور کہتا کہ حضرت جی دعا کر دو۔ حضرت جی کہتے کہ ہاں بھائی دعا کریں گے۔ اللہ تعالیٰ فضل فرمائے اسی طرح مدت ہو گئی۔ انتہائی فقر و فاقے اور پریشانی میں وہ شخص مبتلا تھا۔ وہ شخص روزانہ آتا تھا اور حضرت جی

روزانہ اس سے کہہ دیتے تھے کہ ہاں بھائی اللہ تعالی فضل فرمائے۔ ایک دن اس نے سوچا کہ حضرت جی تو روزانہ ایسے ہی ٹال دیتے ہیں لاؤ اپنے بیوی بچوں کو بھی ساتھ لے چلوں۔ چناں چہ بیوی بچوں کو بھی ساتھ لے کر آیا۔ اور لے جاکر بٹھادیا۔ اور کہا کہ آپ کے پاس آتے جاتے بہت دن ہو گئے روزانہ ایسے ہی ٹال دیتے ہو۔ میرے پاس کھانے کے لیے کچھ نہیں اور یہاں کہیں مزدوری بھی نہیں لگتی۔ میں تو اب یہیں پڑوں گا۔ جیسے تم اپنے کھانے پینے کا انتظام کرتے ہو میرا بھی کروگے۔ دیر ہو گئی۔ حضرت جی نے کہا بھائی چلا جا۔ اس نے کہا جی اب میں جانے والا نہیں۔

مکہ مکرمہ کے ایک بزرگ کی کرامت

جب حضرت جی نے دیکھا کہ یہ تو پیچھے ہی پڑ گیا تو فرمایا کہ تیرے گھر میں کوئی سامان ہے؟ اس نے کہا جی نہیں، سب بیچ بیچ کر کھالیا۔ بس ایک پتیلا رہ گیا ہے۔ حضرت جی نے کہا: وہ ہی لے کر آؤ جب وہ لے کر آیا تو فرمایا اس کو بیچ کر آؤ اس نے کہا جی ایک پتیلا تو رہ گیا اس کو بھی بکوادو۔ آپ کی خدمت میں آنے کا یہی صلہ ہے۔ فرمایا: نہیں بیچ دو۔ خیر اس نے وہ پتیلا بیچ دیا۔ حضرت نے فرمایا: ایک ٹٹو (خچر) خرید لو۔ اس زمانے میں وہاں چوں کہ فقر و فاقہ تھا اس لیے کم قیمت میں یہ چیزیں مل جاتی تھیں خیر اس نے ٹٹو (خچر) خرید لیا۔ فرمایا: اس کے لیے ایک بورا بھی بنوالے۔ اس نے بنوالیا۔ اس کے بعد حضرت جی نے اپنے یہاں کا فرش

(ٹاٹ) اس کے حوالے کر دیا کہ یہ لے لو۔ اور فرمایا کہ صبح کو جبل ابو قبیس (۹۱) پر جا کر بسم اللہ پڑھ کر اس بورے میں پتھر بھر لیا کر۔ اور یہ ٹاٹ اس کے اوپر ڈھکا اور منڈی میں جا کر بیچ آیا کرو۔

اور جب پتھّر انار بن گئے

چناں چہ وہ آدمی روزانہ ایسا ہی کرنے لگا۔ ہر روز صبح کو پتھر بھرے وہ ٹاٹ ڈالی اور خچر کو وہاں سے ہانکا تو خدا کی قدرت اور خدا کی شان کہ ان پتھروں کے انار بن جاتے تھے۔ اور وہ ان کو منڈی میں لے جا کر فروخت کر دیتا تھا۔ اس کا راستہ مدرسہ صولتیہ کے پاس سے تھا۔ ہمارے تایا مولانا سعید مرحوم و مغفور ہر روز اس کو دیکھتے تھے کہ یہ روزانہ پہاڑ پر سے اترتا ہے۔ اور منڈی میں جاتا ہے ایک روز اس سے پوچھا کہ بھائی کیا ہے؟ ابتدا میں تو اس نے معذرت کی۔ مگر مولانا فرماتے تھے میں نے کہا کہ بتلانا پڑے گا۔ تب اس نے بتلایا کہ جی انار ہیں منڈی میں بیچنے کے لیے جاتا ہوں۔ میں نے کہا: راستے میں بھی فروخت کر سکتے ہو؟ اس نے کہا: جی ہاں میں نے ایک ٹوکری منگائی اور ایک مجیدی (سلطان عبد المجید کے زمانے میں جو سکہ رائج تھا اس کو مجیدی کہتے تھے) کے

---

(۹۱) یہ خانۂ کعبہ کے قریب ایک پہاڑ ہے جس کو جبل ابو قبیس اور جبل کعبہ بھی کہتے ہیں۔ جبل کعبہ کہنے کی وجہ یہ ہے کہ قریش نے جب خانۂ کعبہ کی از سر نو تعمیر کی تو اسی پہاڑ کے پتھر استعمال کیے تھے۔ جس میں جناب رسول اللہ ﷺ نے بھی اپنے کندھوں پر پتھر ڈھوئے تھے۔ اور یہ حالات کی ستم ظریفی ہے کہ بڑھتی ہوئی آبادی اور حجاج کی روز افزوں تعداد کے پیش نظر تعمیراتی سلسلے نے اس پہاڑ کو بھی اپنی زد میں لے لیا ہے اور اب اس کو توڑ توڑ کر عمارتیں بنائی جا رہی ہیں۔ محمد ناصر عفی عنہ ۲۵؍ ربیع الاول ۱۴۲۱ھ

اس سے انار لیے۔ اس نے ٹوکری بھر دی۔ میں نے اپنے ملازم سے گھر بھجوادیے۔ اور اس کے بعد ہم روزانہ اس سے انار لیتے اور ان کا عرق نکال کر پیتے۔ چھ مہینے یہی سلسلہ رہا۔ روزانہ ایک مجیدی کے انار خریدے عرق نکالا اور پیا۔ یہاں تک کہ میں بھی جوان ہو گیا اور تمہاری تائی بھی جوان ہو گئی۔ اور سلیم اور نعیم بھی اچھے خاصے فربہ ہو گئے۔ اسی طرح جب چھ مہینے ہو گئے اور ہم اس کے انار کے عادی ہو گئے۔ تو ایک دفعہ میں نے اس سے پوچھا کہ کون سے باغ کے انار لاتے ہو؟ اس لیے کہ اس وقت تو طائف شریف سے بھی انار آنے بند ہو گئے۔ موسم ختم ہو گیا ہے۔ اور ملک شام سے اتنی جلدی تازہ بتازہ انار نہیں آسکتے۔ تم کہاں سے لاتے ہو؟ اس نے کہا: حضرت جی یہ نہ پوچھو بس کھاتے رہو۔ میں نے کہا نہیں بتلانا پڑے گا۔ مولانا سعید صاحب نے فرمایا کہ مجھے ایسی ضد ہوئی کہ میں نے اس کے ہاتھ پکڑ لیے۔ انار کھا کھا کر طاقت تو آ ہی گئی تھی وہ ہاتھ چھڑا بھی نہ سکا۔ رونے لگا۔ میں نے کہا: رو یا ہنس، مگر بتانا ضرور پڑے گا۔ اس لیے کہ اگر کسی روز تو نہ لایا تو میں منگوا تو لیا کروں گا۔ تب اس نے بتلایا کہ حضرت جی کہیں سے بھی نہیں لاتا یہ تو ابو قبیس پہاڑ کے پتھر ہیں۔ اور یہ شیخ سنوّسی کی دعا کی برکت ہے کہ انھوں نے مجھے اپنے گھر کا ٹاٹ دے رکھا ہے کہ اس کے اوپر ڈالتے ہی پتھر انار بن جاتے ہیں۔ مگر فرماتے تھے کہ اس کے بعد نہ وہ آیا نہ اس کا گدھا ادھر

کو آیا۔ خبر نہیں راستہ اس نے کوئی اور اختیار کیا یا اس کے آثار ہی ملنے بند ہو گئے۔

مکّہ مکرّمہ کا دوسرا عجیب واقعہ اور ایک قصہ سنایا کہ ایک مرتبہ موسم حج میں بیماری پھیلی۔ اور بہت سے آدمیوں کا انتقال ہوا۔ اور وہاں اگر کسی کا انتقال ہو جاتا ہے تو اس کے اعزّا اور ساتھیوں کو تجہیز و تکفین کی کوئی تکلیف نہیں ہوتی۔ وہاں معلم کو اطلاع دی، اور معلم حکومت میں اطلاع کر دیتا ہے۔ وہاں سے آدمی آتے ہیں۔ میّت کو اٹھا کر لے جاتے ہیں۔ اور وہی اس کو غسل دیتے ہیں۔ اور کفناتے ہیں۔ اور پھر مسجد حرام میں اس کا جنازہ آجاتا ہے نماز پڑھ کر اس کو دفنا دیتے ہیں۔ مگر اس زمانے میں پانی کی قلت تھی۔ پانی بہت تھوڑا تھا جہاں اموات کو غسل دیا جاتا ہے، وہاں پانچ سات مردے آگئے۔ جو غسّال تھا اس نے سوچا کہ بھائی اب پانی کہاں سے لائیں؟ اب تو اگرچہ پانی کی بہت فراوانی ہو گئی، مگر اس وقت بہت کم پانی تھا۔ انھوں نے سوچا کہ ان کا تھوڑے تھوڑے پانی میں تیمّم سا کرالو۔ ایک لوٹا لے کر ذرا ذرا سا پانی ان کے اوپر ڈالنے لگے۔ جیسے کبھی کبھی کیاریوں (پودوں) میں تھوڑا تھوڑا سا پانی ڈالتے ہیں۔ ایک میت پر جو اس طرح ذرا سا پانی ڈالا اور کہا کہ بھائی اس کو اٹھاؤ اور دوسرے کو لاؤ۔

اور جب مردہ زندہ ہوا ایک دم وہ میت تختے پر بیٹھ گئی۔ اور غسل دینے والے کا ہاتھ پکڑ لیا۔ اور کہا "غَسِّلُوْنِیْ اَحْسَنَ غُسْلٍ" کہ

اچھے طریقے سے (سنت کے مطابق) غسل دو بے چارا غسل دینے والا تو۔بے ہوش ہو کر وہیں گر گیا۔اور جو پانی پکڑا رہے تھے وہ بھاگے اور شور مچادیا کہ مردہ زندہ ہو گیا، مردہ زندہ ہو گیا۔

اور جب سارا شہر سنسان ہو گیا اس شہرت کا ہونا تھا کہ سارے آدمی بھاگ گئے۔دکان والوں نے دکانیں بند کر دیں۔گھر والوں نے دروازے بند کر لیے۔اور سارا بازار سنسان ہو گیا۔اور ہر آدمی حیران ہو کر پوچھتا کہ بھائی کیا ہو گیا؟ بس یہ جواب کہ مردہ زندہ ہو گیا۔کسی نے کہا کہ بھلے مانس! مردہ تو زندہ ہو ہی گیا۔لیکن وہ شیر بن گیا۔بھیڑیا بن گیا۔کیا بن گیا؟ تم بھاگ رہے ہو۔انسان ہی تو ہو گا۔چلو چل کر دیکھو اور پوچھو کہ کیا کیا دیکھا؟ پانچ سات آدمی تیار ہوے۔کسی نے ہاتھ میں تلوار لی اور کسی نے لٹھ سنبھالا۔کسی نے بندوق اٹھائی کہ اگر وہ کوئی زور آزمائی کرے گا تو ہم بھی مقابلہ کریں گے۔وہاں آکر دیکھا تو مردہ تو پٹڑے پر ہی پڑا ہوا تھا۔اور غسال نیچے بے ہوش ہوا پڑا ہے۔لوگوں نے کہا کہ شور تو یہ تھا کہ مردہ زندہ ہو گیا یہاں تو غسال بھی مر گیا۔خیر نبض دیکھی تو غسال زندہ تھا تھوڑی دیر کے بعد ہوش آیا تو کہنے لگا کہ جی میں تو آئندہ کسی مردے کو نہیں نہلاؤں گا۔لوگوں نے کہا بھائی کیا ہوا؟ کہنے لگا جی نہ پوچھو مردے نے میرا ہاتھ پکڑ لیا تھا اور یہ کہا: غَسِّلُوْنِیْ اَحْسَنَ غُسْلٍ میں تو ڈر گیا آئندہ کسی مردے کو نہیں نہلاؤں گا۔

میّت کو غسل دینے کا اجر وثواب میت کو غسل دینے کا مسئلہ بھی بڑا اہم ہے۔ خدا کے لیے جو کسی میّت کو غسل دے گا حدیث پاک میں ارشاد فرمایا گیا ہے تو اس کو اللہ تعالیٰ گناہوں سے ایسا پاک وصاف فرمادیں گے جیسا کہ ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا ہو۔ (۹۲)

نہلانے والے کے لیے دو ہدایتیں مگر غسل دینے والے کے لیے دو چیزیں ضروری ہیں۔ ایک تو یہ کہ اگر کوئی چیز ایسی وہاں دیکھے کہ خدانخواستہ کسی کا کوئی عیب ظاہر ہو جائے تو اس کو ظاہر نہ کرے جیسا کہ زندہ آدمی کی غیبت کرنا حرام ہے۔ مردے کی غیبت کرنا اشد حرام ہے۔ (۹۳)

مردے کی غیبت کے متعلق ایک واقعہ مسند ہند حضرت شاہ عبد العزیز صاحب محدث دہلوی نے بستان المحدثین میں ایک واقعہ نقل کیا ہے کہ حضرت امام مالکؒ کے زمانے میں مردہ عورتوں کو غسل دینے والی ایک عورت تھی۔ کسی عورت کا انتقال ہو گیا۔ یہ اس کو غسل دینے کے لیے گئی۔ وہاں جو اس کا استنجا کرا رہی تھی۔

غسل میّت کا ایک ضروری مسئلہ ابتدا میں غسل کرانے سے

---

(۹۲) وفی الجنائز لا بن شاهين: يا علی، غسل الموتی فانه من غسل ميتا غفرله سبعون مغفرة لوقسمت مغفرة منها علی جميع الخلائق لو سعتهم اه مراقی ص ۳۱۲

(۹۳) وقال حجة الاسلام غيبة الميت اشد من الحی لان عفوالحی واستحلاله ممكن وستوقع فی الدنيا بخلاف الميت اه طحطاوی علی المراقی ص ۳۱۲

قبل مردے کا استنجا کرایا جاتا ہے مگر اس کے لیے ضروری ہے کہ تھیلی ہاتھ پر چڑھالی جائے۔ اس کے ستر کو بغیر کپڑے کے ہاتھ نہ لگے اور یہ غلطی کرتے ہیں کہ تھیلی ہاتھ پر ہے اور استنجا کرانے کے بعد اس کے اوپر کو ہاتھ میں پہنے پہنے ہی پانی بہادیتے ہیں۔ یہ کافی نہیں۔ وہ تھیلی پاک نہیں ہوگی۔ جب تک کہ اس کو الگ اتار کر پاک نہیں کیا جائے گا۔ اور نچوڑا نہیں جائے گا۔ وہ پاک نہیں ہوگی۔ (۹۴)

جب غُسّالہ عورت کا ہاتھ چپک گیا غرض یہ کہ اس عورت نے استنجا کرایا تو اس کی زبان سے یہ نکلا کہ "یہ عورت تو بدکار معلوم ہوتی ہے اس کی شرمگاہ ایسی ہے"۔ یہ کہنا تھا کہ عورت کا ہاتھ وہیں چپک گیا۔ ہر قسم کی تدبیر کی گئی۔ مگر کوئی تدبیر کارگر نہ ہوئی۔ مجبور ہو کر یہ مشورہ کیا کہ بھائی یہ تو نہ کرو کہ اس کو زندہ دفن کردو بس یہ کرو کہ اس کا ہاتھ کاٹ دو ہاتھ کاٹنے کے لیے تیار ہوگئے۔ پھر خیال آیا کہ علماء سے بھی معلوم کرلو۔ علماء سے پوچھا تو علماء بھی اس کا کوئی حل نہیں نکال سکے۔

حضرت اقدس امام دارالہجرۃ امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے لوگوں نے جاکر پوچھا کہ ایسا ایسا واقعہ پیش آیا ہے کیا کریں؟ حضرت

---

(۹٤)وفی القدوری: فاذا ارادوا غسله وضعوه على سرير وجعلوا على عورته خرقة ونزعوا ثيابه، وفی هامشه، ليمكن التنظيف لان المقصود من الغسل هو التطهير وهو لا يحصل اذا غسل مع ثيابه لان الثوب متى يتنجس به لغسالته يتنجس به بدونه ثانيا بنجاسة الثوب فيجب التجريد اه قدوری ص٤٠

نے فرمایا کہ اس عورت نے غیبت کی ہو گی۔ اس کا حل یہ ہے کہ جتنی سزا اور جتنی حد زندہ آدمی کو تہمت لگانے کی ہے اس سے دو گنی سزا اس کو دی جائے۔ اگر کوئی شخص کسی کو زنا کی تہمت لگائے گا تو شرعاً اسی کوڑے تہمت لگانے والے کو لگائے جائیں گے۔ جیسا کہ قرآن کریم میں ہے:

وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ ثُمَّ لَمْ يَاْتُوْا بِاَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ فَاجْلِدُوْهُمْ ثَمٰنِيْنَ جَلْدَةً وَّلَا تَقْبَلُوْا لَهُمْ شَهَادَةً اَبَدًا وَّاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ (۹۵)

ترجمہ: اور جن لوگوں نے پاک دامن عورتوں کو زنا کی تہمت لگائی پھر چار گواہوں سے ثابت نہیں کر سکے تو ان کو اسّی کوڑے لگاؤ۔ اور کبھی بھی ان کی گواہی قبول نہ کرو، وہ لوگ حد سے بڑھنے والے ہیں۔

زنا کے ثبوت کے لیے چار گواہوں کا ہونا ضروری ہے۔ ایسے چار گواہ جو گواہی میں کہیں کہ جیسے سرمہ دانی کے اندر سلائی ہوتی ہے۔ اس طریقے سے بدکاری کرتے ہوئے ہم نے انھیں دیکھا ہے۔ اگر چار گواہ نہیں ہیں دو یا تین گواہ ہیں تب بھی اس واقعے کو زبان پر نہیں لایا جا سکتا ہے۔ (۹۶)

---

(۹۵) سورۂ نور آیت ٤

(۹٦) الزنا يثبت بالبينة والاقرار فالبينة ان تشهد اربعة من الشهود على رجل او امرأة بالزنا فسلهم الامام عن الزنا ما هو؟ وكيف هو؟ واين زنى؟ ومتى زنى؟ وبمن زنى؟ فاذا بينوا ذالك وقالوا رايناه وطأها فى فرجها كالميل فى المكحلة فاذابين ذالك لزمه الحد اه قدرورى ص ٢١٤

تو امام مالک رحمہ اللہ تعالی عنہ نے ارشاد فرمایا کہ زندہ آدمی پر تہمت لگانے کی سزا اسّی کوڑے ہیں۔ اور اس نے مردے کی غیبت کی ہے۔ زندہ کے لیے تو یہ ہے کہ آدمی اس سے معافی مانگ لے مردہ کیسے معاف کرے گا؟ مردہ تو معاف نہیں کر سکتا۔ بس اس کے لیے تو یہ ہے کہ دوگنی سزا دی جائے۔ یعنی ایک سوساٹھ کوڑے اس کو لگائے جائیں۔ اسی وقت جلاد کو بلایا گیا۔ جہاں تختے پر وہ مردہ عورت پڑی ہوئی تھی وہاں کپڑا اڈالا گیا۔ اور وہ غسل دینے والی جو بیٹھی ہوئی تھی اس کو کوڑے مارنے شروع کیے اور اسی کوڑے اس کو لگائے گئے تعداد پوری ہوتے ہی اس کے ہاتھ چھوٹ گئے۔

بہرکیف! عرض میں کر رہا تھا کہ غسل دینے کا اجر و ثواب بہت زیادہ ہے۔ لیکن اگر کوئی بات وہاں دیکھے مثلاً اس کا رنگ بدل گیا ہے۔ یا منہ اس کا قبلے کی طرف کو نہیں رہتا بلکہ پھر جاتا ہے تو ایسی باتوں کا چرچا نہ کرے اِلاَّ یہ کہ وہ برائیوں کے اندر بہت ہی زیادہ بڑھا ہوا ہو۔ اور علی الاعلان برائی کرتا ہو۔ اس کی برائی بیان کرنے میں کوئی مضائقہ اور حرج نہیں۔ (۹۷)

تو حق تعالی ارشاد فرماتے ہیں کہ پوری فرمادیں تمہارے اوپر اپنی نعمتیں ظاہری نعمتیں بھی اور باطنی نعمتیں بھی۔ آگے حق تعالی انسانوں

(۹۷) یندب دفنه فی جهة موته وتعجیله وستر موضع غسله فلا یراه الاغاسله ومن یعینه، وان رأی به ما یکره لم یجز ذکره، شامی ج۳ ص۱٤٦ وفی حاشیة الطحطاوی علی المراقی: الا ان یکون مبتدعاً اومجا هرابا لفسق والظلم فیذ کرذلك زجرالامثاله اه طحطاوی ص ۳۱۲ مطبوعه زکریا بکڈپو دیوبند

میں سے بعض کی شکایت فرماتے ہیں کہ لوگوں میں بعض وہ ہیں جو اللہ کے بارے میں جھگڑا کر رہے ہیں۔ نہ ان کے پاس علم ہے۔ اور نہ کوئی روشن کتاب ہے۔ معاذ اللہ معاذ اللہ اللہ کی ذات عالی کے منکر ہیں۔ جس ذاتِ عالی نے یہ پوری کائنات پیدا فرمائی۔ اور بے شمار نعمتوں سے انسان کو نوازا اس ذات عالی کے منکر ہیں۔ جیسے کہ دہریے ہیں اور یہود و نصاریٰ ہیں، اور مشرکین ہند ہیں، اور مشرکین عرب تھے۔ کہ بعض اللہ کی ذات عالی کے منکر ہیں اور بعض نے اللہ کے سوا دوسروں کو حاجت روا معین و مددگار بنا رکھا ہے۔

شکریہ ادا کرنے کا پہلا طریقہ اور یہ بھی اللہ عزاسمہ کی نعمتوں میں سے ایک نعمت ہے کہ اس مالک الملک اور قادر مطلق نے ہمیں ان نعمتوں کے شکریہ ادا کرنے کا طریقہ تعلیم فرمایا: ابوداؤد شریف کی روایت ہے جس شخص نے صبح کے وقت میں ایک مرتبہ پڑھا:

اَللّٰھُمَّ مَااَصْبَحَ بِیْ مِنْ نِّعْمَةٍ اَوْ بِاَحَدٍ مِّنْ خَلْقِكَ فَمِنْكَ وَحْدَكَ لَاشَرِيْكَ لَكَ فَلَكَ الْحَمْدُ وَلَكَ الشُّكْرُ۔

ترجمہ: اے اللہ! جو نعمت بھی مجھ کو اور تیری مخلوق میں سے جس کسی کو بھی ملی ہے وہ سب تیری طرف سے ملی ہے تیرا کوئی شریک نہیں۔ سب تعریف تیرے لیے ہیں۔ اور سب شکر تیرے ہی واسطے ہے۔

اس نے شام تک کی ساری نعمتوں کا حق اور شکریہ ادا کر دیا۔ اور جس نے شام کے وقت میں اس دعا کو پڑھ لیا اس نے صبح تک کی نعمتوں کا حق اور شکریہ ادا کر دیا۔ خواہ اس نے کوئی نعمت استعمال کی ہو۔ لیکن یہ دعا پڑھنے سے وہ ساری نعمتوں کا شکریہ ادا کرنے والا ہو جائے گا۔

دعائے ماثور کے متعلق ایک تحقیق

لیکن شام کو بھی یہی الفاظ (مَا اَصْبَحَ) پڑھے یا اس میں کچھ تبدیلی کر لے؟ بعض نے کہا ہے کہ شام کو مَا اَمْسیٰ بِیْ مِنْ نِّعْمَةٍ پڑھے اور صبح کو مَا اَصْبَحَ بِیْ مِنْ نِّعْمَةٍ پڑھے۔

لیکن مولانا عبدالحی صاحب لکھنوی نور اللہ مرقدہ نے حصن حصین کے حاشیے میں تحریر فرمایا ہے کہ اَصْبَحَ کے معنی میں تجرید کر لی گئی ہے۔ یعنی اس کے معنی جو صبح کرنے کے ہیں وہ معنی نہیں رہے۔ بلکہ اس کے معنی حَصَلَ کے ہو گئے۔ اور جب یہ لفظ حَصَلَ کے معنی میں استعمال ہو رہا ہو تو صبح کو بھی یہی الفاظ پڑھے جائیں گے اور شام کو بھی (۹۸)

شکریہ ادا کرنے کا دوسرا طریقہ

اور کتاب الاذکار میں امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک روایت نقل کی ہے کہ اللہ عز اسمہ نے حضرت آدم علی نبینا وعلیہ الصلاۃ والسلام کو جب دنیا کے اندر

(۹۸) حصن حصین ص ٤٤ حاشیہ ۱۳

بھیجا۔ اور حق تعالی نے فرمایا کہ جنت میں تو جو چاہا وہ مل جاتا تھا۔ وہاں تو نہ بونے کی ضرورت تھی۔ نہ ہل چلانے اور کاٹنے کی ضرورت تھی۔ جو دل میں آیا وہ فوراً حاضر ہو گیا۔ مگر اب یہاں تو کر کے کھانا پڑے گا۔ محنت کرو اور کھاؤ۔ آدم علیہ الصلاۃ والسلام نے ہل چلایا بیج ڈالا، پانی دیا، کاٹا، جس وقت کھیتی کو کاٹا تو ڈھیر لگ گیا۔ یعنی بیج ڈالا تھا اِتنا اور ہو گیا اُتنا۔ انبار کے انبار لگ گئے۔ اس وقت میں آدم علیہ السلام نے عرض کیا: اے اللہ! آپ نے میرے ہاتھوں کو، میرے پیروں کو، میری آنکھوں کو، اور میری زبان کو تو دنیا کے دھندوں میں لگا دیا۔ بیلوں کو ہانکنا بھی پڑتا ہے۔ آنکھوں سے دیکھنا پڑتا ہے کہ کھوڑ صحیح نکل رہے ہیں یا نہیں؟ پیروں سے ان کے ساتھ ساتھ پھرنا بھی پڑتا ہے۔ ایک ہاتھ میں ہل پکڑنا پڑتا ہے۔ اور ایک ہاتھ میں سانٹا پکڑنا پڑتا ہے۔ یہ سارے کے سارے اعضا تو، تو نے دنیا کے دھندوں میں مشغول کر دیے اور نعمتیں آپ کی اس قدر ہیں تو ان کا شکریہ میں کیسے ادا کروں؟ حق تعالی نے فرمایا: اے آدم! جس شخص نے ایک مرتبہ کہا:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ حَمْداً یُّوَافِیْ نِعَمَهٗ وَیُکَافِیْٔ مَزِیْدَهٗ۔ (۹۹)

اور مفہوم اس دعا کا یہ ہے کہ سب تعریف اس اللہ کے لیے

(۹۹) کتاب الاذکار ص ۹۶

ہیں جو سارے جہانوں کا پالنے والا ہے۔ ایسی تعریف جو اس کی نعمتوں کے ہم پلہ ہو جائے۔ اور جو زائد نعمتوں کے برابر ہو۔

نذر پوری کرنے کا ایک طریقہ جلال سیوطیؒ نے اپنی تفسیر جلالین کے شروع میں بھی یہ الفاظ نقل کیے ہیں: اور جلالین کے محشی شیخ سلیمان جمل نے تحریر فرمایا ہے کہ اگر کوئی شخص نذر مانے کہ وہ اللہ کی سب سے بہتر تعریف کرے گا تو وہ ان الفاظ کے ساتھ تعریف کرے تو اس کی نذر پوری ہو جائے گی۔ (١٠٠)

شیخ سلیمان جمل، ایک تعارف جلالین کے محشی شیخ سلیمان جمل، مکہ مکرمہ میں علما و صلحا کا ایک خاندان اُس کا لقب جمل ہے یعنی اونٹ۔ یہ اونٹ کے تھے۔ یہاں تو جب کسی سے ناراض ہو جاتے ہیں تو اس کو کہا کرتے ہیں کہ بھائی تو اونٹ کا اونٹ ہو گیا تجھے اب تک عقل نہ آئی۔ مگر یہ خاندان وہاں اونٹ کہلاتا تھا۔

جمل، نام رکھنے کی وجہ میرے یہاں ان کے ہاتھ کی لکھی ہوئی بعض کتابیں ہیں۔ میں نے تلاش کیا کہ ان کو اونٹ کیوں کہتے ہیں؟

اونٹ کی خاصیت تو اونٹ کہنے کی یہ وجہ بتلائی جو بہت ہی عجیب و غریب ہے۔ کہ اونٹ کو نہ کھانے کا شوق ہے نہ پینے کا شوق ہے۔

---

(١٠٠) جلالین شریف ج ١ ص ٢

ایک دفعہ کھلا دو پھر ایک ہفتہ تک اس سے کام لے سکتے ہو۔ نہ رات کو سونے کا اسے اہتمام نہ دن میں آرام کرنے کا خیال۔ یہ اونٹ کی خاصیت ہے۔ یہاں تک کہ اونٹ کو ایک ہفتے کا پانی پلا دیا جائے اور پھر ایک ہفتہ تک پانی نہ ملے تو کوئی شکوہ شکایت نہیں کرے گا۔ اسی طریقے سے یہ پورا کا پورا خاندان اونٹ بنا ہوا تھا۔ علم کی خدمت میں پوری پوری رات جاگتے تھے۔ اور کتابیں لکھتے تھے۔ اور مطالعہ کرتے تھے۔ اور اللہ کی عبادت میں رات گزارتے تھے۔ انہیں نہ آرام کا خیال تھا اور نہ اپنے کھانے پینے کا فکر تھا۔ اور نہ کمانے اور جمع کرنے کا شوق تھا۔ کچھ نہ تھا اگر تھا تو علم کا شوق۔ اس لیے ان کا لقب اونٹ ہو گیا تھا۔

تو شیخ سلیمان جملؒ جلالین کے حاشیے میں تحریر فرماتے ہیں کہ اگر کسی شخص نے قسم کھائی کہ میں اللہ کی سب سے بہتر تعریف کروں گا۔ تو وہ کیسے اپنی قسم میں پورا اتر سکتا ہے؟ تعریف کے وہ کون سے الفاظ ہیں جن سے اس کی قسم پوری ہو جائے؟ اور اس کے ذمہ کفارہ لازم نہ آئے؟ تو شیخ سلیمان جمل نے کہا کہ وہ یہ (مذکورہ) دعا پڑھے۔

بہر کیف! حق تعالی کی نعمتیں بے انتہا اور بے شمار ہیں۔ اس قدر نعمتیں ہیں کہ عالم کے سارے کے سارے انسان اللہ عزاسمہ کی نعمتوں کو اگر شمار کرنا چاہیں تو شمار کرنے پر قادر نہیں ہو سکتے۔ لیکن انسان بڑا ہی ناشکرا ہے کہ اللہ کی نعمتوں کی قدر دانی نہیں کرتا۔

حدیث پاک میں ارشاد فرمایا گیا ہے حدیث قدسی ہے:

حق تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:- تعجب ہے ابن آدم پر میں نے اس کو پیدا کیا آج وہ دوسروں کی عبادت کر رہا ہے۔

اور ارشاد فرماتے ہیں کہ تعجب ہے آدم کی اولاد پر کہ میں اس کو کھانے کے لیے دے رہا ہوں اور وہ دوسروں کا شکریہ ادا کر رہا ہے۔

حدیث پاک میں کچھ دعائیں ایسی ارشاد فرمائی گئی ہیں کہ اگر بندہ ان دعاؤں کو یقین کے ساتھ پڑھے تو اللہ عزاسمہ اپنے کرم سے اور اپنے فضل سے ان اپنی نعمتوں کا کوئی محاسبہ نہیں فرمائیں گے۔ گویا کہ ان نعمتوں کا حق اور شکریہ اس نے ادا کر دیا۔

اصل شکریہ کیا ہے؟

اور اصل شکریہ کیا ہے؟ مسند ہند حضرت اقدس شاہ عبد العزیز صاحب نور اللہ مرقدہ تحریر فرماتے ہیں کہ اصل شکریہ، یہ ہے "صَرۡفُ النِّعۡمَةِ فِیۡ رِضَاءِ الۡمُنۡعِمِ" نعمت کا منعم کی رضا میں صرف کرنا۔ یعنی نعمت دینے والے کی خوشنودی میں نعمت کا خرچ کرنا۔ جو بھی نعمت ہے اس کو اللہ کی رضا اور خوشنودی حاصل کرنے کے لیے استعمال کیا جائے اس کا نام شکریہ ہے۔ اور زبان سے اس نعمت کا اقرار و اعتراف کرنا یہ شکریے کا ثانوی درجہ ہے۔

گناہوں کو مٹانے والی دعا

حدیث پاک میں ارشاد فرمایا گیا ہے:

مَآاَنۡعَمَ اللّٰهُ عَلٰی عَبۡدٍ مِّنۡ نِّعۡمَةٍ فَقَالَ الۡحَمۡدُ لِلّٰهِ فَقَدۡ

اَدّٰی شُکْرَھَا فَاِن قَالَھَا ثَانِیاً جَدَّ دَاللّٰہُ ثَوَابَہٗ فَاِنْ قَالَھَا ثَالِثًا غَفَرَ اللّٰہُ ذُنُوْبَہٗ اَوْکَمَا قَالَ عَلَیْہِ الصَّلَاۃُ وَالسَّلَامُ۔

جس بندے کے اوپر اللہ عزاسمہ نے کوئی نعمت فرمائی۔ اور اس بندے نے ایک مرتبہ زبان سے کہا اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ تو اس نے اس کا حق اور شکریہ ادا کر دیا۔ اگر اس نے اس نعمت پر دوبارہ بھی اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ کہا: ایسا اس نے پانی پیا ہے۔ اور ایسا شربت کسی ۔نے اس کو پلایا ہے کہ دل بھی اس کا ٹھنڈا ہو گیا اور منہ سے بھی اس کے خوشبو آنے لگی۔ ایک دفعہ نہیں بلکہ اس نے بار بار اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ کہا ہے تو ارشاد ہے کہ اگر اس نے دوبارہ کہا ہے تو دوبارہ کہنا ضائع نہیں ہو گا۔ کہ پہلے شکریہ ادا کر چکا ہے تو دوبارہ اس کو کچھ نہ ملے۔ نہیں بلکہ دوبارہ کہنے کا، حق تعالیٰ اس کو اجر و ثواب مرحمت فرمائیں گے۔ اگر تیسری مرتبہ بھی اس نعمت پر اس نے اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ کہا ہے تو اس کی خطاؤں کی معافی کا فیصلہ ہو جائے گا۔

بعض دعائیں تو حدیث پاک کے اندر خصوصیت سے ایسی ارشاد فرمائی گئی ہیں کہ اگر وہ دعائیں پڑھی جائیں گی تو اللہ عزاسمہ اس نعمت کا تو سوال فرمائیں گے ہی نہیں۔ نعمت کا حق اور شکریہ تو ادا ہو ہی گیا بلکہ اس کی خطاؤں کی معافی کا بھی فیصلہ ہو جائے گا۔ جیسا کہ امام ابو داؤد نے روایت کی ہے کہ جس شخص نے کپڑا پہنا اور اس نے کپڑا پہن کر کہا: اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ کَسَانِیْ ھٰذَا وَرَزَقَنِیْہِ مِنْ

غَیْرِ حَوْلٍ مِّنِّیْ وَلَا قُوَّۃٍ (۱۰۱)

سب تعریف اس اللہ کے لیے ہے جس اللہ نے ہمیں یہ کپڑا پہنایا۔ اور یہ کپڑا مجھ کو کسی صلاحیت اور استحقاق کے بغیر مرحمت فرمایا۔ ہماری کوئی حیثیت ایسی نہیں تھی کہ ہمیں یہ کپڑا مرحمت فرمایا جاتا۔ یہ اس مالک کا کرم ہے۔ حدیث پاک میں فرمایا گیا ہے:

غُفِرَ لَہٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِہٖ وَفِیْ رِوَایَۃٍ وَّمَا تَأَخَّرَ

اللہ عزاسمہ اس کے اگلے اور پچھلے سب گناہ معاف فرمادیں گے۔

اسی طرح کھانا کھانے کے وقت میں اگر کسی نے یہ دعا پڑھی:

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَطْعَمَنِیْ ھٰذَا الطَّعَامَ وَرَزَقَنِیْہِ مِنْ غَیْرِ حَوْلٍ مِّنِّیْ وَّلَا قُوَّۃٍ (۱۰۲)

اس کے بارے میں بھی حدیث پاک میں یہی ارشاد فرمایا گیا ہے کہ اللہ عزاسمہ اس کے سارے کے سارے اگلے پچھلے گناہ معاف فرمادیتے ہیں۔ ایک حدیث پاک میں آیا ہے۔ اس کا خلاصہ علامہ جزری شافعی نے حصن حصین میں نقل فرمایا ہے:

وَفِیْ حَدِیْثِ مَسِیْرِہٖ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَ اَبِیْ بَکْرٍ وَّعُمَرَ اِلٰی بَیْتِ اَبِی الْھَیْثَمِ وَاَکْلِھِمُ الرُّطَبَ وَاللَّحْمَ وَشُرْبِھِمُ الْمَاءَ قَوْلَہٗ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ ھٰذَا

---

(۱۰۱) مشکات ص ۳۷۵

(۱۰۲) ترمذی ج ۲ ص ۱۸۴، مشکات ص ۳۷۵، الاذکار ص ۲۰۲،

هُوَ النَّعِيمُ الَّذِي تُسْأَلُونَ عَنْهُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَلَمَّا كَبُرَ عَلٰى أَصْحَابِهِ قَالَ إِذَآ أَصَبْتُمْ مِثْلَ هٰذَا وَضَرَبْتُمْ بِأَيْدِيكُمْ فَقُولُوا بِسْمِ اللّٰهِ وَعَلٰى بَرَكَةِ اللّٰهِ، فَإِذَا شَبِعْتُمْ فَقُولُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي هُوَ أَشْبَعَنَا وَأَرْوَانَا وَأَنْعَمَ عَلَيْنَا وَأَفْضَلَ، فَإِنَّ هٰذَا كَفَافُ هٰذَا(۱۰۳)

روایت کا یہ حاصل اور خلاصہ ہے کہ ایک مرتبہ جناب رسول اللہ ﷺ حجرۂ مبارک سے مسجد میں تشریف لائے۔ وہاں دیکھا کہ ابو بکرؓ موجود ہیں۔ سوال فرمایا: ابو بکر! کیسے آئے؟ عرض کیا: اے اللہ کے رسول: گھر میں بھوکا لیٹا ہوا تھا، کروٹیں بدلتا رہا۔ بھوک کی شدت کی وجہ سے نیند نہ آئی۔ خیال ہوا کہ مسجد میں جاکر اللہ کا ذکر عالی کروں گا۔ ارشاد فرمایا: اے ابو بکر! میں بھی بھوک ہی کی وجہ سے گھر سے نکلا ہوں۔ حضرت ابو بکر کو ساتھ لیا مسجد سے باہر تشریف لائے۔ دیکھا کہ حضرت عمرؓ بھی لپکے ہوئے مسجد کی طرف آرہے ہیں۔ پوچھا: عمر! تم کیسے؟ عرض کیا کہ گھر میں کروٹیں بدلتا رہا۔ بھوک کی شدت اور فاقے کی زیادتی کی بنا پر نیند نہ آئی۔ خیال آیا کہ مسجد میں جاکر اللہ کا ذکر عالی کروں گا۔ فرمایا: اے عمر! ہم بھوک ہی کی وجہ سے نکلے ہیں۔ حضرت عمرؓ کو بھی ساتھ لیا۔ قریب میں حضرت ابو الہیثمؓ کا مکان تھا۔ تینوں وہاں تشریف لے گئے۔ وہ مکان پر

(۱۰۳) مشکات ص ۳۷۵

موجود نہ تھے۔ ان کی اہلیہ محترمہ سے معلوم کیا کہ وہ کہاں ہے؟ بیوی صاحبہ نے بتلایا کہ میٹھا پانی بھرنے کے لیے کنویں پر گئے ہیں۔ تھوڑی دیر گزری تھی کہ وہ بھی سر کے اوپر پانی کا برتن رکھے ہوئے تشریف لائے۔ دور سے دیکھتے ہی بے انتہا خوش ہوئے۔ اور انہوں نے بے ساختہ یہ کہا کہ اللہ عزّ اسمہ نے جیسے مہمان میرے یہاں آج بھیجے ہیں۔ ایسے مہمان کسی اور کے یہاں نہیں ہیں۔ گھر میں پہنچنے کے بعد میں بیوی سے کہا کہ کوئی کھانے کی چیز ہے؟ اس لیے کہ رسول پاک علیہ الصلاۃ والسلام، سیدنا ابو بکر صدیق ؓ، اور سیدنا عمر فاروق ؓ تشریف لائے ہیں۔ اور چہرۂ مبارک سے انداز ہو رہا ہے کہ اس وقت بھوکے ہیں۔ بیوی نے کہا گھر میں تو کچھ نہیں۔ صرف ایک بکری کا بچہ ہے۔ فرمایا: میں اسی کو جلدی سے ذبح کرتا ہوں اس کا گوشت تم بھون لو۔ اور یہ جو ہیں ان کا آٹا کر لو۔ اور روٹی بنالو۔ ان کے مکان کے صحن میں جو کھجور کا درخت تھا اس پر چڑھے۔ اور کھجور توڑنے کی کوشش کی تو رسول پاک علیہ الصلاۃ والسلام نے فرمایا کہ کچی نہ توڑ لینا عرض کیا کہ اے اللہ کے نبی! یہاں ہر قسم کی کھانے والے موجود ہیں۔ بچے کچی کھجور کو پکّی سے بھی زیادہ پسند کرتے ہیں۔ اس کو علامہ جزری نے فرمایا کہ رسول پاک علیہ الصلاۃ والسلام اور ابو بکر و عمرؓ کے حضرت ابو الہیثم ؓ کے مکان پر تشریف

لانے کے واقعہ میں اور وہاں آکر ان حضرات کے رطب تناول فرمانے کے بارے میں۔ وہ کھجوریں جو بالکل پکی نہ تھیں ادھ کچری (آدھی پکی آدھی کچی) تھیں۔ اور گوشت اور ٹھنڈا پانی نوش فرمانے کے بارے میں۔ اور ارشاد فرمایا کہ یہی وہ نعمتیں ہیں جن کے بارے میں تم سے سوال ہوگا۔ قرآن کریم میں ہے:

ثُمَّ لَتُسْـَٔلُنَّ يَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِيمِ (۱۰۴)

ضرور بالضرور تم سے ان نعمتوں کے بارے میں سوال کیا جائے گا۔

مفتی بغداد سید محمود آلوسی بغدادیؒ، اپنی تفسیر روح المعانی کے اندر اس آیت کی تفسیر میں تحریر فرماتے ہیں کہ علماء سے یہ منقول ہے کہ جو یتیم بچے کے ساتھ کھانا کھائے گا۔ یتیم بچے کو جو اپنے ساتھ کھانے میں شریک کرے گا اس کھانے کا اس سے سوال نہیں ہوگا۔

جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تم سے ان نعمتوں کا سوال ہوگا۔ یہ سن کر صحابہ کرامؓ اور ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہم اجمعین جن کے ہاتھ کھانے میں لگے ہوئے تھے۔ ان کے ہاتھ ڈھیلے پڑ گئے۔ اور عرض کیا: اے اللہ کے نبی! اتنی مشقت اور اتنی تنگی اور بھوک کے بعد تو یہ کھانا ہمیں نصیب ہوا ہے کیا اس کا بھی ہمیں

(۱۰۴) سورۂ تکاثر آیت: ۸

جواب دینا ہے۔ ارشاد فرمایا: ہاں! اس کا بھی جواب دینا ہے۔ البتہ جب تم کھانا شروع کرو تو یہ دعا کہو:

بِسْمِ اللّٰهِ وَعَلٰى بَرَكَةِ اللّٰهِ،

اور جب کھانے سے فارغ ہو جاؤ تو کہو:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِىْ هُوَ اَشْبَعَنَا وَاَرْوَانَا وَاَنْعَمَ عَلَيْنَا وَاَفْضَلَ

سب تعریف اس اللہ کے لیے ہے جس مالک الملک نے ہمیں کھانا کھلایا۔ اور ہمیں پانی سے سیر اب فرمایا اور ہمارے اُوپر انعام فرمایا۔ اور ہمیں اپنی بے شمار مخلوقات کے اُوپر فضیلت عطا فرمائی۔

ارشاد فرمایا: جس شخص نے کھانے کے بعد یہ دعا پڑھ لی اس نے اس کھانے کا حق اور شکریہ ادا کر دیا۔ حشر کے میدان میں اس کھانے کے بارے میں اس سے سوال نہیں ہو گا۔ چاہے اس نے تنوری مرغ کھایا ہو۔ اور چاہے اس نے بریانی کھائی ہو۔ اور چاہے اس نے اعلیٰ درجے کا متنجن اور قورمہ کھایا ہو۔ غرض کوئی بھی نعمت اس نے کھائی ہو اگر اس نے ان الفاظ کے ساتھ شکریہ ادا کیا ہے تو اس نعمت کا اس سے سوال نہیں کیا جائے گا۔

بہر کیف! اس کی نعمتوں کا کوئی حساب نہیں۔ کوئی شمار نہیں۔ ابھی تو میں عرض کر رہا تھا کہ حاکم نے روایت نقل کی ہے کہ ایک شخص پہاڑی پر پانچ سو سال رہا۔ اور وہاں اس کو ایک انار روزانہ لگا ہوا ملتا تھا۔ اور اس انار کے درخت کی جڑ میں ایک میٹھے پانی کا چشمہ تھا۔ وہ اس سے میٹھا پانی پیتے تھے۔ اور وہاں بارہ بارہ ہزار میل تک کڑوا پانی تھا۔ پانچ سو سال اس نے اس طرح اللہ کی عبادت میں گزارے جب اس کی موت کا وقت آیا تو اس نے اللہ سے دعا کی کہ اے رب کریم! میری روح سجدے کی حالت میں قبض کی جائے۔ اور میرے اوپر کسی چیز کو مسلط نہ کیا جائے۔ نہ پانی مجھے بہائے۔ اور نہ زمین مجھے کھائے۔ اور نہ کوئی جانور درندہ وغیرہ مجھے کھائے۔ میں اسی طریقے سے سجدے میں پڑا رہوں یہاں تک کہ حشر کے میدان میں آپ کے آگے سجدے سے سر اٹھاؤں۔ جبرئیل امین نے رسول پاک علیہ الصلاۃ السلام سے عرض کیا کہ اس کا انتقال سجدے ہی میں ہوا ہے۔ اور ہم دنیا میں آتے جاتے اسے سجدے ہی میں پڑا ہوا دیکھتے ہیں۔ لیکن اس کا واقعہ لوحِ محفوظ میں اس طریقے سے لکھا ہوا ہے کہ حق تعالی کے دربار عالی میں اس کی حاضری ہوگی۔ حق تعالی ارشاد فرمائیں گے کہ اے میرے بندے! جا میری رحمت سے جنت میں چلا جا۔ وہ عرض کرے گا کہ اے رب کریم! آپ کی رحمت کا کیا بیچ؟ میں تو اپنی زندگی میں پانچ سو سال عبادت کی ہے۔ اور مرنے کے بعد بھی

بے شمار زمانے تک آپ کے سامنے سجدے میں پڑا رہا ہوں جب کہ مرنے کے بعد کوئی بھی آپ کو سجدہ نہیں کرتا۔

میّت کا چہرا قبلہ رخ کرنے کی حکمت دیکھو مرنے کے بعد اگرچہ انسان عبادت نہیں کر سکتا۔ مگر کتنی ہمیں بھول ہے جو شریعت مطہّرہ میں حکم عالی تھا کہ میت کو قبلے کی طرف چہرہ کر کے کروٹ پر لٹایا جائے۔

بیت اللہ کو دیکھنا بھی عبادت ہے کیوں کہ قبلے کی طرف چہرہ کرنا اور اس کو دیکھنا یہ بھی عبادت ہے۔ حدیث پاک میں ہے:

مَنْ نَظَرَ اِلَى الْبَيْتِ اِيْمَانًا وَّاحْتِسَابًا غُفِرَ لَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ وَفِيْ رِوَايَةٍ وَّمَاتَاَخَّرَ

جس نے بیت اللہ کو ایمان کے ساتھ اور ثواب کی نیت سے دیکھا اس کے اللہ عزاسمہ اگلے پچھلے سارے کے سارے کے گناہ معاف فرمادیں گے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی نے "اَلْخِصَالُ الْمُكَفِّرَةُ لِلذُّنُوْبِ الْمُتَقَدِّمَةِ وَالْمُتَاَخِّرَةِ" میں اس روایت کو بیان کیا ہے۔

میّت کی ہر طاقت بڑھ جاتی ہے مگر سوال یہ ہوگا کہ بیت اللہ وہاں قبر میں نظر کہاں آتا ہے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ عزاسمہ مرنے کے بعد بینائی کی

طاقت میں اضافہ فرمادیتے ہیں کہ ایک جگہ لیٹا ہوا وہ دور تک کی چیزیں دیکھ لیتا ہے۔ ایسے ہی ہر ہر طاقت کے اندر اتنا اضافہ ہو جاتا ہے کہ وہاں کے ایک آدمی کی طاقت کو اگر سارے آدمیوں پر تقسیم کر دیا جائے تو سب کے لیے کافی ہو جائے۔ اس کی بینائی بھی بڑھ جاتی ہے۔ اور اس کی آواز بھی بڑھ جاتی ہے۔

میّت سے ہونے والے تین سوال جیسا کہ حدیث پاک میں ارشاد فرمایا گیا ہے کہ جب میت سے تین سوال ہوتے ہیں

مَنْ رَبُّكَ؟ مَا دِيْنُكَ؟ وَمَا تَقُوْلُ فِيْ هٰذَا الرَّجُلِ؟

میّت کے چلانے کی آواز اور ان کا جواب صحیح نہیں دیتا تو اس کو ایک آگ کا گرز مارا جاتا ہے جس سے وہ ایسا چلاتا ہے کہ اس ایک اکیلے آدمی کی آواز مشرق سے لے کر مغرب تک اور جنوب سے شمال تک پورے عالم میں پہنچ جاتی ہے۔ مگر انسان اور جنات اس کی آواز کو نہیں سن سکتے۔ (۱۰۵) ان کے کانوں پر پردے پڑے ہوئے ہیں۔ بقیہ ساری مخلوق اس آواز کو سنتی ہے۔ تو جس طرح مردے کی ایک آواز شَرْقًا وَغَرْبًا شِمَالًا وَجُنُوْبًا پہنچ جاتی ہے تو ایک آدمی دور کی چیز وہاں دیکھ بھی لیتا ہے۔

پرانی میّت بیت اللہ کو کیسے دیکھتی ہے؟ اس پر ایک

---

(۱۰۵) ۲۰ مشکات ص ۲۵، ۲۶

صاحب نے سوال کیا کہ جب پچاس سو سال پرانی قبر (یعنی جب میّت مٹی) ہو جاتی ہے تو پھر وہ کیسے دیکھتی ہے؟

فرمایا: روح دیکھتی ہے اور وہ فنا نہیں ہوتی۔ روح کے لیے موت نہیں ہے۔

اور قبر کے نشانات کا مٹ جانا نزول رحمت کا سبب ہے قبر تو مٹ جاتی ہے۔ اور قبر کا مٹ جانا یہ کوئی بری بات نہیں۔ بلکہ میّت کے لیے سعادت اور خیر کی دلیل ہے۔

ایک روایت میں آتا ہے کہ اگر کوئی میت عذاب قبر میں مبتلا ہے اور اس کی قبر کے نشانات مٹ جاتے ہیں تو اللہ کی رحمت جوش میں آتی ہے۔ اور حق تعالی عذاب والے فرشتوں سے ارشاد فرماتے ہیں کہ آج میرے بندے کی قبر کے نشانات بھی مٹ گئے ہیں۔ بس اب اس کے عذاب کو ختم کر دیا جائے۔ قبر کو باقی رکھنا زیادہ محبوب اور پسندیدہ نہیں ہے۔

قبور کے نشانات باقی رکھنے کی حکمت

البتہ اگر ایسے اشخاص کی قبریں ہیں کہ جن کی ارواح سے استفادے کے لیے بعد میں لوگ آئیں گے تو ان کی قبر کو اگر باقی رکھا جائے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ اور موجودہ دور کے اندر اگر قبر کی کوئی علامت اور نشانی باقی رکھی جائے تو اچھا ہے اس لیے کہ زمین کی ایسی قدر ہوگئی ہے کہ نہ بابا کی

قبر کو چھوڑتے ہیں۔ اور نہ دادا کی قبر کو، سب کا معاملہ یہ ہو گیا ہے کہ ہم تو ہل چلائیں گے۔(۱۰۶) ورنہ یہاں چاروں طرف قبرستان تھے۔ یہ چاروں طرف جو آج مکانات بن گئے ہیں یہ سب قبرستان ہی تھے۔ میرے پاس کتنے لوگ آچکے ہیں کہ جی حافظ جی منگو(الف) کی قبر بتلادو کہاں ہے؟ اب ہم کیا بتائیں، ہم نے حافظ جی کی زیارت تو کی ہے مگر ان کی قبر کی تعیین میں نہیں کر سکتا۔ چوں کہ میں اس وقت یہاں نہیں تھا۔ اگر بتلا سکتے ہیں تو حافظ جی ضمیر بتلا سکتے ہیں۔ ان کے شاگردوں میں کوئی اور تو پرانا یہاں نہیں رہا۔ غرض یہ کہ کسی کی قبر ہو بس یہ ہے کہ ہمین تو زمین سے پیسے اگانے ہیں۔ اس لیے ہم کہتے ہیں کہ قبر کے اوپر کوئی علامت ایسی کردی جائے تاکہ معلوم ہو جائے کہ یہ قبرستان ہے۔ ورنہ اس حکومت کے قانون میں تو یہ ہے کہ جہاں پٹواری کو پیسے دیے اور قبرستان اپنے نام درج کرائے۔ اور قبضہ کرلیا۔

استقبالِ میّت کا فائدہ دوسرا سوال یہاں یہ ہو گا کہ اگر میت کو بیت اللہ نظر بھی آئے تب بھی میت کو اس سے کیا فائدہ؟ اس لیے کہ مرنے کے بعد مردہ نہ تو کوئی عبادت کر سکتا ہے۔ اور نہ عبادت پر ثواب مرتب ہو سکتا ہے۔ اس کا تعلق تو زندگی سے ہے۔

(۱۰۶) قال فی العلائیة: لاباس بالکتابة، وفی الشامیة: فان الکتابة طریق الی تعرف بالقبر بها، شامی ج۳ص ۱٤٤ مطبوعه مثل بیروت

(الف) استاد حضرت مولانا انعام الحسن صاحبؒ وغیرہ

اس کا جواب یہ ہے کہ میت کو بیت اللہ کے دیکھنے سے ایک طرح کا سکون اور استقلال حاصل ہوتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمرو کی وصیت جیسا کہ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص نے وصیت کی تھی کہ جب میری وفات ہو جائے تو میرے ساتھ نہ کوئی رونے والی ہو اور نہ آگ ہو۔ اور مجھے دفنانے کے بعد وہیں کھڑے ہو کر ذکر کرتے رہنا جتنی دیر اونٹ ذبح کرنے اور اس کے گوشت کے تقسیم کرنے میں لگتی ہے تاکہ میں تم سے مانوس رہوں اور تاکہ فرشتوں کا جواب دینے میں مجھے تقویت حاصل رہے۔ (۱۰۷)

میں تو عابد کا واقعہ بیان کر رہا تھا کہ اس عابد کو حق تعالیٰ کا حکم ہوگا کہ اس کو جہنم کے قریب لے جاؤ۔ وہاں جو دوزخ کی گرمی لگے گی تو پیاس سے بے تاب ہو جائے گا۔ چاروں طرف دیکھے گا تو ایک فرشتہ پانی کا پیالا لیے ہوئے نظر آئے گا۔ یہ عابد اس سے پانی کے لیے منت سماجت کرے گا فرشتہ اس سے کہے گا کہ یہاں تو ہر چیز کی قیمت ہے اگر تمہارے پاس قیمت ہو تو لے لو۔ وہ پوچھے گا کہ اس کی قیمت کیا ہے؟ فرشتہ کہے گا: ڈھائی سو سال کی عبادت، یہ عابد ڈھائی سو سال

---

(۱۰۷) وروی ان عمرو بن العاص قال: وهو فی سیاق الموت (اذا انامت فلا تصحبنی نائحة ولا نار، فاذا دفنتمونی فشنو علی التراب شنا، ثم اقیموا حول قبری قدر ما ینحر جزود ویقسم لحمها حتی استأنس بکم، وانظر ماذا اراجع رسل ربی) شامی ج ۲ ص ۱۴۳ باب صلاه الجنازة

کی عبادت دے کر وہ پانی کا گلاس لے لے گا۔ فرشتے اس کو اور زیادہ قریب لے کر جائیں گے اس کو پھر پیاس کی بے چینی ہو گی۔ وہ پھر فرشتے سے پانی کے لیے کہے گا۔ فرشتہ اس کو کہے گا کہ اس کی قیمت ڈھائی سو سال کی عبادت ہے۔ وہ عابد ڈھائی سو سال کی عبادت دے کر پھر اس سے پانی لے کر پی لے گا۔ تب حق تعالی فرمائیں گے کہ تیری عبادت کی اتنی قیمت ہے۔ پانی کے دو پیالے اور تو نے پانچ سو سال تک نہ معلوم کتنے گلاس استعمال کیے ہیں۔

تو اللہ عزّ اسمہ کے انعامات بے انتہا اور بے شمار ہیں۔ حق تعالی کے جو باطنی انعامات ہیں یعنی اخروی نعمتیں جن کو بجز جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی نے نہیں دیکھا آپ معراج میں تشریف لے گئے اور ان انعامات کا اجمالی تذکرہ فرمایا۔ قرآن پاک میں ہے:

لَقَدْ رَاٰی مِنْ اٰیٰتِ رَبِّهِ الْكُبْرٰی۔ (۱۰۸)

بالیقین جناب محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کریم کی بڑی بڑی نشانیاں دیکھیں۔ وہ نشانیاں ملاحظہ فرمائی ہیں جو کسی نے نہیں دیکھیں۔

رسول پاک علیہ الصلاۃ والسلام حالت بیداری میں جنتوّں میں تشریف لے گئے۔ اور ان کو ملاحظہ فرمایا۔ لیکن جنتوں کی پوری تفصیل بیان نہیں فرمائی۔ صحابہ کرام نے جب عرض کیا کہ اے اللہ کے

---

(۱۰۸) سورۂ نجم آیت ۱۸

نبی! جنتیں کس قدر ہیں ؟ تو ارشاد فرمایا: جنتیں سو ہیں۔

خَمۡسِیۡنَ اَلۡفَ سَنَةٍ: یہ مقدار کس چیز کی ہے ؟

علامہ کشمیریؒ

تَعۡرُجُ الۡمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوۡحُ اِلَيۡهِ فِیۡ يَوۡمٍ كَانَ مِقۡدَارُهٗ خَمۡسِيۡنَ اَلۡفَ سَنَةٍ (۱۰۹)

یہ جو ارشاد فرمایا گیا ہے کہ اس کی مقدار پچاس ہزار سال کی ہے۔ یہ کس چیز کی مقدار ہے ؟ اس میں علما کے مختلف اقوال ہیں۔ مگر حضرت اقدس علامہ انور شاہ کشمیریؒ فرمایا کرتے تھے کہ اس میں جنت کی مسافت کو بیان فرمایا گیا ہے۔ یعنی نیچے والے درجے سے لے کر اوپر والے درجے تک کا فاصلہ پچاس ہزار سال کا ہے۔ سو جنتیں ہیں اور ہر ایک جنت کے درمیان پانچ سو سال کا فاصلہ ہے۔ جیسا کہ آسمان و زمین کے درمیان کا فاصلہ، فرشتہ ادنیٰ درجے کی جنت سے لے کر اعلیٰ درجے کی جنت تک پچاس ہزار سال میں پہنچ سکتا ہے۔

قاری قرآن اور صاحب قرآن کا فرق

قرآن پاک کے بارے میں حدیث میں ارشاد ہے۔

يُقَالُ لِقَارِئِ الۡقُرۡاٰنِ وَفِیۡ رِوَايَةٍ لِصَاحِبِ الۡقُرۡاٰنِ اِقۡرَأۡ وَارۡتَقِ وَرَتِّلۡ كَمَا كُنۡتَ تُرَتِّلُ فِی الدُّنۡيَا۔ (۱۱۰)

قاری قرآن سے کہا جائے گا۔ اور ایک روایت میں ہے کہ

(۱۰۹) سورۂ معارج آیت ۴

(۱۱۰) ترمذی ج ۲ ص ۱۱۹، و قال ہذا حدیث حسن صحیح مشکات ص ۱۸۶

صاحب قرآن سے کہا جائے گا۔ کہ پڑھتا جا اور چڑھتا جا جیسا کہ تو دنیا میں ترتیل کے ساتھ پڑھتا تھا اسی طرح پڑھتا جا۔ بے شبہ جہاں تیری آخری آیت ہو گی وہیں تیرا ٹھکانا ہو گا۔ اور احادیث سے یہ بات ثابت ہے کہ جنّت کے درجے قرآنی آیات کی تعداد کے مطابق ہیں۔ اور قرآنی آیات کی تعداد ایک قول کے مطابق چھ ہزار چھ سو چھیاسٹھ ہے بس حافظ قرآن کو قرآنی آیات کی تعداد کے مطابق درجات کی بلندی عطا کی جائے گی۔ جنتیں تو سو ہیں لیکن ان کے درجات قرآنی آیتوں کی تعداد کے برابر ہیں۔

اور قاری قرآن اور صاحب قرآن میں کیا فرق ہے؟ صاحب قرآن وہ ہے کہ جس کے دل میں قرآن پاک اتر گیا ہو۔ اور قرآن اس کے دل میں اترے گا جو کثرت سے پڑھے گا۔ اور اسی پر عمل کرے گا۔ جیسے حدیث پاک میں ایک واقعہ ارشاد فرمایا گیا: ایک مرتبہ ایک حبشی صحابی بالکل سیاہ فام الٹے توے سے زیادہ سیاہ رنگت، موٹی موٹی آنکھیں، موٹے موٹے ہونٹ کہ جس کو دیکھ کر بچے ڈر جائیں۔ رسول پاک علیہ الصلاۃ والسلام کی خدمت عالیہ میں حاضر ہوے۔ اور عرض کیا کہ اے اللہ کے نبی! اللہ نے آپؐ کو نبوت میں اور خوب صورتی میں فوقیت عطا فرمائی ہے۔ آپ کو نبی بنایا اور آپ کو حسین وجمیل بنایا کہ آپ کے سامنے چودھویں رات کا چاند بھی شرماتا ہے۔

حضرت براء بن عازبؓ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ چودھویں

شب میں عشا کی نماز کے بعد میں خدمت عالیہ میں حاضر ہوا۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صحن میں تشریف فرما تھے۔ چودھویں رات کا چاند شباب پر تھا۔ کبھی میں چودھویں کے چاند کو دیکھتا اور کبھی آپؐ کے چہرۂ انور کو دیکھتا کہ کس کی چمک زیادہ ہے؟ پھر قسم کھا کر ارشاد فرماتے ہیں کہ چودھویں کے چاند سے زیادہ تابانی اور چمک رسول اکرمؐ کے چہرے میں تھی۔(۱۱۱) تو آنے والے حبشی نے عرض کیا اگر میں آپ پر ایمان لے آؤں تو میں آپ کے ساتھ جنت میں جاسکوں گا یا نہیں؟ یہاں تو مجھے کوئی اپنے پاس بٹھانے کے لیے تیار نہیں۔ کوئی میرا رشتہ قبول کرنے کے لیے تیار نہیں۔ کوئی میری دعوت قبول کرنے کے لیے تیار نہیں۔ مجھ سے سب کو نفرت اور تکدر ہے۔ وہاں تو یہ بات نہیں ہوگی؟ رسول پاک علیہ الصلاۃ والسلام نے ابتدا میں ان کے سوال کا جواب مرحمت نہیں فرمایا۔ بلکہ صحابہ کو مخاطب فرمایا تاکہ متوجہ ہو جائیں اور سن لیں کہ ان کا کیسا اہم سوال ہے؟ پھر ارشاد فرمایا کہ اس کالے آدمی کے چہرے کی چمک حشر کے میدان میں چودھویں کے چاند سے زیادہ ہوگی۔ اور فرمایا کہ جس شخص نے اقرار کیا اللہ کی وحدانیت کا، اور رسالت کا، خداوند قدوس کا اس سے نجات کا وعدہ ہے۔ اور جو شخص ایک مرتبہ کہے سُبْحَانَ اللّٰہِ اس کے اعمال نامے میں ایک

---

(۱۱۱) مشکات ص ۵۱۸

لاکھ نیکیاں درج کردی جاتی ہیں۔ حاکم کی یہ روایت حافظ ابن حجر نے زواجر میں نقل کی ہے۔ اور حافظ ابن کثیرؒ نے تحریر فرمایا ہے کہ جس شخص نے ایک مرتبہ کہا سُبحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمدِہٖ ایک لاکھ چوبیس ہزار نیکیاں اس کے اعمال نامے میں درج ہو جاتی ہیں۔ اس میں وَ بِحَمدِہٖ کے الفاظ بڑھ گئے۔ ایک شخص نے عرض کیا: اے اللہ کے نبی! پھر ہم کیسے ہلاک ہو سکتے ہیں؟ ارشاد فرمایا: قیامت کے دن ایک شخص اتنے اعمال لے کر حاضر ہو گا کہ اگر وہ اعمال پہاڑ پر رکھ دیے جائیں تو پہاڑ بوجھل ہو جائیں۔ مگر اللہ کی ایک نعمت یا چند نعمتیں آئیں گی اس ایک نعمت کے مقابلے میں وہ تمام اعمال نہ ہونے کے برابر ہو جائیں گے۔ مگر جس کو اللہ عزاسمہ اپنی رحمت میں ڈھانپ لیں (وہی نجات پائے گا) اس پر سورۂ دہر کی ابتدا سے ملکا کبیرا تک کی آیات نازل ہوئیں۔ اس حبشی نے کہا: کیا میری آنکھیں جنت میں وہ سب چیزیں دیکھ سکیں گی جو آپ کی آنکھیں دیکھیں گی؟ ارشاد فرمایا: ہاں! اس حبشی پر گریہ طاری ہوا یہاں تک کہ اس کی موت واقع ہو گئی۔ ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ میں نے جناب رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ اس کی قبر کو (ازراہ لطف و محبت) اپنے ہاتھ سے مل رہے ہیں۔

تو جیسے ان حبشی صحابی کے دل میں ایمان اتر گیا تھا ایسے ہی جس شخص کے دل میں قرآن پاک اتر جائے گا اس کو جنت کے اعلیٰ درجات میں ٹھکانہ عطا فرمایا جائے گا۔ (۱۱۲)

(۱۱۲) ابن کثیر ج ۴ ص ۵۵۰

ہر نعمت انسان کے لیے ہے

بہر کیف! میں عرض کر رہا تھا کہ اللہ عزاسمہ نے ان آیات میں ان انعامات میں سے بعض کا تذکرہ فرمایا جن سے انسان کو نوازا گیا ہے۔ بے شمار نعمتیں ہیں جو حق تعالیٰ نے انسان کے لیے پیدا فرمائیں۔ اور دوسری مخلوقات کو نعمتوں سے جو فائدہ پہنچ رہا ہے انسان کے طفیل اور واسطے سے پہنچ رہا ہے انسان کے لیے حق تعالیٰ نے کائنات کی ساری چیزیں پیدا فرمائیں۔ جیسا کہ اس سے پچھلے رکوع میں گزر چکا ہے:

هُوَ الَّذِیْ خَلَقَ لَکُمْ مَّافِی الْاَرْضِ جَمِیْعاً (۱۱۳)

اللہ کی ذات عالی وہ ہے جس نے زمین کے اندر سب کچھ تمہارے لیے پیدا فرمایا۔ تمہاری افادیت اور تمہاری منفعت کے لیے ساری چیزیں حق تعالیٰ نے پیدا فرمائیں۔

حرام چیز بھی نفع سے خالی نہیں

بہت سی چیزیں ایسی ہیں کہ ان کا استعمال اگرچہ منع ہے۔ لیکن فائدہ کچھ نہ کچھ ان میں بھی ہے۔ مثلاً شراب ہے۔ استعمال اس کا منع ہے۔ لیکن حق تعالیٰ نے اس کو بھی پیدا فرمایا۔ اور اس میں بھی افادیت ہے۔

اور مثلاً جس میں دوسرے کا حق متعلق ہے۔ چاہے کتنی ہی پاکیزہ چیز کیوں نہ ہو۔ بیت اللہ کا پردہ ہے۔ بہت سے حاجی قینچی لے کر جاتے ہیں زور رہے ہیں اور نیچے قینچی چلا رہے ہیں۔ اور بیت اللہ کا

(۱۱۳) سورہ بقر آیت ۲۹

پردہ کاٹ رہے ہیں۔ اسی طریقے سے کوئی شخص زمزم لا رہا ہے۔ راستے میں کسی شخص نے اس کو چوری کر لیا۔ یہ سوچ کر کہ رمضان کے روزے کھولا کروں گا۔ لیکن اس کا استعمال اس کے لیے حرام ہے۔ کیوں کہ اس میں دوسرے کا حق ہے۔

غرض یہ کہ ساری چیزیں حق تعالیٰ نے پیدا فرمائیں۔ لیکن ساری کی ساری چیزیں جائز نہیں بلکہ ناجائز بھی ہیں۔

حق تعالیٰ کی صفات لا محدود

اور حق تعالیٰ کی صفات بے شمار ہیں۔ بعض صفات ایسی ہیں جو رحمت اور شفقت کے اوپر دلالت کرنے والی ہیں۔ اور بعض صفات عذاب اور قہّاریت کو بتلانے والی ہیں۔

حق تعالیٰ کی صفات کے مظہر

اس لیے اس مالک الملک نے دو قسم کی مخلوق پیدا فرمائیں۔ کچھ احکام کی تعمیل کرنے والے۔ جو احکام کی تعمیل کریں گے ان کے اوپر حق تعالیٰ کی رحمت اور شفقت کا اظہار ہو گا۔ اور کچھ اشخاص وہ ہیں جو حق تعالیٰ کے احکام کو معاذ اللہ توڑیں گے۔ اور احکام کے خلاف کریں گے ان کے اوپر اس مالک الملک کا عذاب ہو گا۔

قرآن پاک میں ایک جگہ پر ارشاد فرمایا گیا ہے:

نَبِّئْ عِبَادِیْ اَنِّیْٓ اَنَا الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ وَاَنَّ عَذَابِیْ هُوَالْعَذَابُ الْاَلِیْمُ۔ (۱۱٤)

---

(۱۱۴) سورۂ حجر آیت ۴۹، ۵۰

میرے بندوں کو خبر دے دیجیے کہ میں انتہائی مغفرت کرنے والا انتہائی مہربان ہوں۔ اور یہ بھی بتلادیجیے کہ میرا عذاب بھی بڑا سخت ہے۔ دردناک ہے۔ جب میں پکڑنے کا ارادہ کرتا ہوں تو کوئی میرے عذاب سے بچا نہیں سکتا۔ اور حق تعالی کا عذاب ان لوگوں کو ہوگا جو تمرّد اور سرکشی کے ساتھ علی الاعلان گناہ کرتے ہوں گے۔

ایک صحابیہ کے سوال وجواب کا واقعہ حدیث پاک میں آتا ہے ایک صحابیہ نے رسول پاک علیہ الصلاۃ والسلام سے سوال فرمایا: جناب والا یہ ارشاد فرمائیں کیا آپ اللہ کے نبی ہیں؟

فرمایا: جی ہاں.... عرض کیا: کیا اللہ تعالی ارحم الراحمین نہیں ہیں؟

فرمایا: جی ہاں.... عرض کیا: کیا اللہ تعالی اپنے بندوں پر اس سے زیادہ مہربان نہیں جتنی کہ ماں اپنے بچے کے اوپر مہربان ہوتی ہے؟ فرمایا: ہاں.... عرض کیا: ماں تو اپنے بچے کو آگ میں نہیں ڈال سکتی۔ تو پھر کیا وجہ ہے کہ حق تعالی بہت سے بندوں کو جہنم کا عذاب دیں گے؟

ان صحابیہ کا یہ سوال سن کر جناب رسول اللہ ﷺ پر ایک کیفیت طاری ہوگئی۔ گھٹنوں کے بل زمین پر بیٹھ گئے۔ اور سر مبارک جھکا لیا۔ اور آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔ دیر تک یہی کیفیت رہی۔

عذاب کن لوگوں کو ہوگا؟ اس کے بعد رسول پاک علیہ الصلاۃ

والسلام نے سر مبارک اٹھا کر یہ ارشاد فرمایا: اللہ عزاسمہ عذاب نہیں دیں گے۔ مگر اسی شخص کو جس نے خدا کے ماننے سے انکار کر دیا ہو گا۔ (۱۱۵)

مطلب یہ ہے کہ یہ جو فرمایا گیا ہے اللہ تعالیٰ انتہائی رحیم ہیں۔ انتہائی شفقت کے فرمانے والے ہیں۔ وہ اپنے ایمان والے بندوں کے ساتھ شفیق اور رحیم ہیں۔ لیکن جو ایمان نہیں لایا اس کے ساتھ وہ رحمت کا معاملہ نہیں ہو گا۔ بلکہ اس کے ساتھ قہّاریت اور عذاب کا معاملہ ہو گا۔ اصطلاحی الفاظ میں یہ سمجھنا چاہیے کہ العباد پر جو الف لام ہے وہ استغراق کے لیے نہیں ہے۔ جس سے ساری مخلوق مراد ہو۔ بلکہ وہ مراد ہیں جنہوں نے حق بندگی ادا کیا ہے۔ ان کے اوپر حق تعالیٰ رحیم وکریم ہیں۔ ان بی بی صاحبہ نے جب یہ عرض کیا کہ کوئی شخص بھی اپنی اولاد کو آگ میں ڈال کو خوش نہیں ہوتا۔ خواہ کتنی ہی نافرمان اولاد کیوں نہ ہو؟ تب رسول پاک علیہ الصلاۃ والسلام نے ارشاد فرمایا کہ حق تعالیٰ کی شفقتیں اور حق تعالیٰ کی الفتیں ان لوگوں کے لیے ہیں جنہوں نے حقّ عبدیت ادا کیا ہے۔

حق تعالیٰ کے عذاب دینے کی وجہ سوال یہ ہوتا ہے کہ ماں باپ کو تو ساری ہی اولاد کے ساتھ محبت ہوتی ہے۔ اچھی ہو یا بری؟

(۱۱۵) مشکات ص ۲۰۸

تو جب کہ سارے کے سارے اللہ ہی کے بنائے ہوئے ہیں۔ تو ساری مخلوق کے ساتھ حق تعالیٰ کو محبت کیوں نہیں؟

عبد اور معبُود کی محبت میں فرق

حضرت تھانوی نور اللہ مرقدہ اس کا جواب مرحمت فرماتے ہیں کہ ہماری اور حق تعالیٰ کی محبت میں بہت بڑا فرق ہے۔ ہماری محبت تو اضطراری ہے۔ ہم اولاد کی محبت کو دل سے نکالنے پر قادر نہیں۔ یہاں تک کہ اگر کسی کی اولاد کا انتقال ہو گیا تو ساری ساری رات وہ بے چینی کے ساتھ گزار دیتا ہے۔ اس بچے کا اس کو بار بار دھیان آتا ہے۔ یہ محبت اضطراری ہے۔ اور حق تعالیٰ کی محبت اختیاری ہے۔ وہاں اضطرار نہیں۔ وہاں کوئی مجبوری نہیں۔ ہم تو اگر بھلانا چاہیں تو کسی کو بھلانے پر قادر نہیں۔ لیکن حق تعالیٰ با اختیار ہیں۔ جس سے چاہتے ہیں محبت فرماتے ہیں اور جس سے چاہتے ہیں محبت نہیں فرماتے۔

تقریر نمبر۴ پہلی اُمتوں پر اُمّت محمّدیہ کی برتری

اس سے پہلے میں عرض کر چکا ہوں کہ حق تعالیٰ کی مصنوعات اور مخلوقات بے شمار ہیں ان کو سوائے اللہ کے کوئی نہیں جان سکتا۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حق تعالیٰ نے اپنی بہت سی مخلوقات کا مشاہدہ کرایا۔ مثلاً جنت اور دوزخ کی سیر کرائی۔ اور بھی بہت سے زمین و آسمان کے عجائبات آپ کے سامنے ظاہر فرمائے۔

پہلی امتّوں کا مشاہدہ ایک حدیث پاک میں ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میرے سامنے امّتیں پیش کی گئیں۔ کسی نبی کے ساتھ میں ایک ہی آدمی تھا۔ کسی نبی کے ساتھ دو آدمی تھے۔ کسی نبی کے ساتھ میں ایک چھوٹی سی جماعت تھی۔ اور بعض نبی ایسے بھی تھے کہ ان کے ساتھ ایک بھی نہ تھا۔

بنی اسرائیل کا معائنہ یہاں تک کہ ارشاد فرمایا کہ پھر میں نے دیکھا کہ انسانوں کا اتنا بڑا مجمع ہے کہ جس نے زمین کے تمام ٹیلوں کو اور نشیبی حصے کو سب کو پُر کر دیا ہے۔ اور ہر جگہ آدمی ہی آدمی نظر آرہے ہیں۔ ارشاد فرمایا کہ میں سمجھا کہ یہ میری امت ہے۔ لیکن مجھے

بتلایا گیا کہ یہ آپ کی امت نہیں بلکہ یہ سیدنا موسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام کی امت ہے۔

امّت محمدیہ کی کثرت ارشاد فرمایا کہ پھر مجھے حکم ہوا کہ آسمان کی طرف دیکھو، رسول پاک علیہ الصلاۃ والسلام نے آسمان کی طرف دیکھا تو وہاں اتنے چہرے نظر آئے کہ ان چہروں سے تمام آسمان کے کنارے چھپ گئے تھے۔ اس وقت مجھے بتایا گیا کہ یہ آپ کی امت ہے۔ دنیا میں ٹیلوں پر اور نشیبی جگہ پر جو دکھلائی گئی تھی وہ آپ کی امت نہیں بلکہ وہ موسیٰ علیہ السلام کی امت تھی۔ یہ آپ کی امت ہے۔ اور ان کے علاوہ ستر ہزار اور ہیں جو بغیر حساب، کتاب کے جنت میں جائیں گے۔ (۱۱۶) آپ کے سامنے تو ان کو ظاہر کیا گیا ہے جن کی آپ کو سفارش کرنی ہے۔

صدیق اکبرؓ کی امّت کے حق میں سفارش یہ سن کر حضرت ابو بکر صدیقؓ نے عرض کیا کہ جناب والا دعا فرمادیں کہ آپ کی امت میں سے کچھ اور اشخاص بلا کسی حساب و کتاب کے جنت میں چلے جائیں۔ رسول پاک علیہ الصلاۃ والسلام نے دعا فرمائی۔ اور ارشاد فرمایا کہ ان ستّر ہزار میں سے ایک ایک آدمی کے طفیل میں ایک ایک ہزار آدمی اور جائیں گے۔ ان سے بھی کوئی حساب نہیں لیا جائے گا۔

---

(۱۱۶) مشکات ص ۴۵۲، ترمذی ج ۲ ص ۷۱

حضرت عمرؓ کی مغفرت کی درخواست پھر حضرت عمرؓ نے عرض کیا کہ اے اللہ کے نبی! جناب والا اور دعا فرمائیں۔ رسول پاک علیہ الصلاۃ والسلام نے اور دعا فرمائی۔ ارشاد فرمایا: اے عمرؓ! ان ستر ہزار میں سے ایک ایک کے طفیل میں ستر ستر ہزار جنت میں جائیں گے ان سے بھی حساب وکتاب نہیں ہوگا۔ یہ سن کر پھر دوبارا حضرت عمرؓ نے عرض کیا کہ اور دعا فرما دیجیے۔ ابو بکرؓ جو برابر میں بیٹھے ہوئے تھے انہوں نے کہا کہ کیا تم یہ چاہتے ہو کہ سارے کے سارے بلا حساب وکتاب کے جنت میں چلے جائیں؟ حضرت عمرؓ نے کہا کہ تمہارا کیا نقصان ہے؟ اگر سارے بلا حساب وکتاب جنت چلے جائیں۔ ابو بکر روک رہے ہیں حضرت عمرؓ نے پھر عرض کر دیا کہ اے اللہ کے نبی! مزید دعا فرما دیجیے۔ رسول پاک علیہ الصلاۃ والسلام نے ارشاد فرمایا کہ ان ستر ہزار کے بعد میں تین لپیں(الف) میرے رب کریم کی ہوں گی۔ جیسا کہ پہلے زمانے میں رواج تھا کہ کوئی چیز خریدی تو، تولنے کے بعد میں پھر ہاتھ بھر کر ڈال دیتے تھے۔ تو میرے رب کریم کے تین دوہتڑوں (دولپوں) میں کروڑہا کروڑ انسان آجائیں گے۔ وہ بھی بلا حساب وکتاب کے جنت میں جائیں گے۔ صحیح مسلم کی روایت ہے۔

افضلیت عمرؓ کے شبہ کا جواب اس سے معلوم ہوتا ہے کہ عمرؓ کا بڑا احسان ہے شاید ان لپوں میں ہم بھی آجائیں۔ جہاں تین

(الف) لپ کہتے ہیں دونوں ہاتھوں کو بھر کر جب کوئی چیز دی جائے۔

دو ہتڑیں ہوں گی اور ایک ایک دھتڑ میں کروڑہا کروڑ انسان ہوں گے۔ یہ تو ساری کی ساری حضرت عمرؓ کی سفارش سے ہے۔ اور عمر کی دعا اور درخواست ہے کہ رسول پاک علیہ الصلاۃ والسلام نے اپنے رب کریم سے درخواست کی اور اللہ نے اس کو قبول فرمالیا۔

حضرت ابو بکرؓ ہی افضل ہیں

تو ظاہر حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اس خاص سفارش میں حضرت عمر ابو بکرؓ سے بڑھ گئے۔ مگر محققین فرماتے ہیں کہ بھائی ابو بکرؓ ہی کا درجہ بڑھا ہوا ہے۔ مگر سوال ہو گا کہ اگر ابو بکر کا درجہ بڑھا ہوا ہے تو پھر وہ کیوں یہ چاہ رہے تھے کہ امت کا حساب ہو؟

امّت کا حساب ہونے کی حکمت

محققین نے اس کی وجہ بیان فرمائی کہ یہ اس لیے تھا کہ ابو بکرؓ کو اس بات کا یقین تھا کہ امت ساری کی ساری جنت میں جائے گی مگر ابو بکرؓ کے نزدیک اس میں مصلحت تھی کہ ساری کی ساری بغیر حساب کتاب کے نہ جائے۔ بلکہ امت کے کچھ اشخاص کا حساب کتاب ہو تاکہ دوسرے انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام اور ان کی امتیں بھی دیکھ لیں اور سن لیں کہ امّت محمدیہ کے یہ کارنامے ہیں۔

امّت محمدّیہ کے کارنامے؟

ایک بزرگ اٹھتے ہیں۔ ملک شام میں چشت کے رہنے والے۔ یہ کوئی قصبہ ہے (اسی کی طرف سلسلۂ چشتیہ منسوب ہے) وہ گئے تھے حج کرنے کیلئے۔ وہاں ایک

بزرگ تھے شیخ ابو عثمان ہارونیؒ (را کے سکون اور واؤ کے زبر کے ساتھ) ان سے وہیں بیعت ہو گئے۔ بیعت کرنے کے بعد انہوں نے وہیں ان سے مجاہدے اور ریاضتیں کرائیں۔ یہاں تک کہ اللہ نے فضل فرمایا۔ ایک دفعہ دونوں پیر بھی اور مرید بھی خانہ کعبہ کا طواف کر رہے تھے پیر کے دل میں اللہ نے یہ بات ڈالی کہ ہندستان میں بھی تو تبلیغی کام ہونا چاہیے۔ پورے ملک کے اندر کفر وشرک پھیلا ہوا ہے۔ اتنا بڑا ملک ہے۔ طواف سے فارغ ہو کر وہیں بیٹھ گئے۔ اور فرمایا: معین الدین! ہاں جی بابا: کیا حکم ہے؟ فرمایا: بیٹا! ہندوستان چلا جا، پوچھا کس لیے؟ فرمایا: دین پھیلانے کے لیے۔ عرض کیا: بہت اچھا، پوچھا: ساتھ کون؟ فرمایا: اللہ تعالی، اور جناب رسول اللہ ﷺ کا طریقہ، ان دو کے ساتھ ہوتے ہوے کسی تیسرے ساتھی کی ضرورت نہیں۔ خدا کی شان ہے۔ خدا کی قدرت ہے کہ مکہ چھوڑ کر ہندستان میں آرہے ہیں۔ جہاں کی ایک نیکی دوسری جگہ کی ایک لاکھ نیکیوں کے برابر ہے۔ اس جگہ کو چھوڑ کر اس ملک میں آرہے ہیں جہاں کے چپے چپے پر غیر اللہ کی پوجا ہو رہی تھی۔ یہاں آکر جو محنت اور مجاہدے کیے ہیں۔ اور فاقے جھیلے ہیں۔ اور مصیبتیں اٹھائی ہیں جن کا کوئی تصور بھی نہیں کر سکتا۔

حق تعالی کا ایک اہم ضابطہ

اور حق تعالی کے یہاں کا ضابطہ ہے اور ان کے یہاں کا اصول ہے کہ جتنی کوئی دین کے معاملے میں

مشقت اٹھاتا ہے خداوند قدوس اتنا ہی اس کو چمکاتے ہیں۔ اور اتنا ہی اس کو اجر و ثواب مرحمت فرماتے ہیں۔ تو ایک شخص نے آکر یہاں جو محنت کی ہے اللہ کا کرم ہوا اور اللہ کی رحمت کا دروازہ ایسا کھلا کہ ننانوے لاکھ اشخاص خواجہ اجمیری کے ہاتھ پر مشرف باسلام ہوے۔

خواجہ اجمیری کے ہاتھ پر قبول اسلام سرویلیم میور نے نقل کیا ہے کہ اس ایک شخص کے ہاتھ پر ننانوے لاکھ اشخاص مسلمان ہوے۔ وہ ہندوستان جو شرک اور کفر کا گھوارا بنا ہوا تھا۔ اللہ نے رشد وہدایت کا اسے مرکز بنادیا۔ پھر تو چپّے چپّے سے اللہ کے ذکر عالی کی آوازیں آنے لگیں۔ اور ہر جگہ پر دین کی باتیں ہونے لگیں۔

غرض یہ کہ صدیق اکبرؓ کا منشا یہ تھا کہ ایسے ایسے اشخاص کی محنت کا دوسرے انبیاء علیھم السلام کو بھی علم ہو جائے۔ اور ان کی امتیں بھی جان لیں کہ جناب محمدؐ کی امت کے اندر اللہ عزاسمہ نے ایسے ایسے افراد پیدا فرمائے ہیں کہ جن کے ذریعہ اللہ نے ملکوں کی قسمت کا فیصلہ کیا ہے۔

آخری دور کے ایک عظیم مبلّغ آخر میں حضرت اقدس مولانا محمد الیاس صاحب اور مولانا محمد یوسف صاحب کو دیکھ لو ان کی محنت کرنے کی وجہ سے اللہ نے کتنے لوگوں کی زندگیوں میں انقلاب پیدا

کر دیا۔ مگر شرط یہ ہے کہ سب کچھ چھوڑا جائے۔

بڑوں کی دعاؤں کا حسن نتیجہ کسی میواتی نے حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ کو انتقال کے بعد خواب میں دیکھا کہ مرکز کے ایک ایک حجرے میں تشریف لے جا رہے ہیں اور جھانک جھانک کر دیکھ رہے ہیں۔ وہ میواتی بھی پیچھے پیچھے تھا۔ اس سے فرمایا کہ کیا کہنا چاہتے ہو؟ اس میواتی نے کہا کہ جی یہ کہنا چاہتا ہوں کہ میرے لیے بھی ایسی دعا کر دو کہ جیسا اللہ نے آپ کو لڑکا دیا ہے (یعنی مولانا محمد یوسف صاحبؒ) ایسا ہی اللہ مجھے بھی دے دے۔ اس وقت مولانا محمد الیاس صاحبؒ نے تبسم فرمایا: اور کہا کہ بھائی یہ تو میرے باپ داداؤں کی دعائیں ہیں۔ اور ان کی محنت کا نتیجہ ہے انہوں نے دین کی خاطر سب کچھ قربان کیا تھا۔

مشائخ کاندھلہ کی بے مثال قربانی مولانا محمد اسماعیل صاحب نور اللہ مرقدہ نے اپنا سب کچھ قربان کر دیا تھا۔ مولانا محمد الیاس صاحبؒ نے اپنا سب کچھ قربان کر دیا تھا۔ تقریباً پانچ سو بیگہ زمین تھی۔ مولوی ظہیر مرحوم بار بار کہا کرتے تھے کہ مولانا مجھے اپنا مختار عام بنا دو۔ ورنہ کانگریس کی حکومت آئے گی تو سب سے پہلے زمین دارا ختم کرے گی۔ ہنس کر فرمایا کرتے تھے کہ ظہیر تو، تو بے وقوف ہے مجھے زمین کیا کرنی ہے؟ اس کا نتیجہ ہے۔ جو اللہ کے لیے محنت کرتا ہے فاقے جھیلتا ہے اللہ اس کو چمکا دیتے ہیں۔

مرکز نظام الدین کا ابتدائی حال

اور ان حضرات نے کیا کیا مصیبتیں اٹھائی ہیں اور کتنے فاقے جھیلے ہیں۔ ہمارے خسر تھے مولوی لطیف الرحمان، مدرسہ فتح پوری میں وہ کتب خانے میں منیجر تھے۔ رمضان میں جمعرات کو وہ نظام الدین پہنچ گئے۔ اس وقت میں تانگہ والا ایک آنہ لیتا تھا۔ جامع مسجد سے نظام الدین تانگے جاتے تھے کہ بھائی کل کا دن مولانا محمد الیاس صاحبؒ کے یہاں گزاروں گا۔ اور ہفتے کے دن سحری کھا کر چلا آؤں گا۔ وہاں عصر کے وقت پہنچے دیکھا وہاں کچھ بھی نہیں، کھانے وغیرہ کا کوئی سوال ہی نہیں، اِدھر دیکھ اُدھر دیکھ کہ شاید کہیں دیگ چڑھی ہوئی ہو کہ یہاں تو سو ڈیڑھ سو آدمی ہیں۔کیوں کہ قرابت داری تھی، گھر کے بھی دروازے میں آگئے کہ شاید اندر کچھ تیاری ہو۔ اندر بھی دیکھا وہاں بھی نہ کہیں دھواں ہے نہ کچھ تیاری، آکر مسجد میں بیٹھ گئے۔ جب سورج چھپنے کے قریب ہوا تو ایک میواتی لڑکا ایک چھوٹی سی مٹکی لے کر آیا۔ حضرت جی مولانا محمد الیاس صاحب وہیں مصلے کے پاس بیٹھے ہوئے تھے وہ مٹکی مصلّے کے اوپر الٹی کردی، اس میں چھوٹے چھوٹے گولر تھے حضرت جی نے تین نرم نرم گولر نکال کر کہا کہ ماموں لطیف لے لو، اور بقیہ کے لیے اس لڑکے کو کہہ دیا کہ بھائی لے جاؤ، وہ یہ سمجھے کہ شاید گولر سے روزہ کھولنے میں زیادہ اچھا ہو کھانا بعد میں کھایا جائے گا۔ گولر سے انہوں نے روزہ کھول لیا۔

اذان ہو گئی، نماز پڑھ لی، حضرت مولانا محمد الیاس صاحب نے لمبی نفلیں شروع کر دیں۔ یہ بیٹھے رہے کہ اب کھانا آ رہا ہو گا۔ اب کہیں دستر خوان بچھے گا۔ یہاں تک کہ عشا کی اذان پر نفلوں سے فارغ ہوے۔ اپنی ضروریات پوری کیں، پیشاب وغیرہ سے فارغ ہوے۔ اور پھر عشا کی نفلیں شروع کر دیں۔ پھر عشا کی نماز پھر تراویح، یہاں تک کہ آدھی رات گزر گئی۔ تراویح سے فراغت کے بعد میں کسی نے اعلان کیا کہ بھائی جس کا جی چاہے آرام کرے۔ اور جس کا جی چاہے اللہ اللہ کرے۔ انھیں فکر ہوئی کہ کھایا تو ہے نہیں۔ آرام کا بھی اعلان کر دیا۔ یہاں تک کہ آخر رات میں نقّارہ بج گیا۔ اور لوگ جاگ گئے۔ اور وضو کر کے جو مرکز میں تھے وہ مسجد میں آ گئے۔ اور کوئی قرآن پڑھ رہا ہے۔ اور کوئی ذکر کر رہا ہے۔ یہاں تک کہ جب ختم سحری میں تھوڑا سا وقت رہ گیا تو پھر وہی میواتی وہی مٹکی لے کر آیا کہ حضرت جی سحری کھالو، حضرت جی نے اس میں سے گولر نکالے تین خود لیے اور تین ماموں لطیف کو دیے۔ ان کے پیٹ میں تو رات ہی سے گولر کھا کر درد ہو رہا تھا خیر کھا تو لیے مگر ارادہ تو کیا تھا کہ میں ٹھہروں گا۔ مگر پھر ارادے میں تبدیلی آ گئی کہ بھائی یہاں تو گولر کھانے پڑتے ہیں۔

مجاہدات کا ثمرہ اور برکت آج جو وہاں تنوری مرغ اور زعفرانی بریانی ملتی ہے وہ ان ہی مجاہدوں کی برکت سے مل رہی

ہے۔ جو بھی مجاہدہ کرتا ہے اللہ اس کے لیے کامیابی کا دروازا کھول دیتے ہیں۔ دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی۔

خواجہ اجمیریؒ، سلطان الہند خواجہ اجمیری نور اللہ مرقدہ کا نام نامی آج بھی اسی طریقے سے روشن ہے اور آج بھی وہ سلطان الہند بنے ہوے ہیں۔ حالاں کہ آٹھ سو سال کے قریب زمانہ گزر گیا ہے۔ مگر ان کی بادشاہت میں فرق نہیں آیا۔ آج بھی ان کے دربار عالی میں بڑے بڑے بادشاہ لرز جاتے ہیں۔

روحانی سلطنت کا رعب وداب میرے ملنے والے غیاث صاحب دہلی والے اجمیر حاضر ہوے۔ وہ کہتے تھے کہ میں اندر بیٹھا ہوا تھا اور اندراجی ؎ جے پور گئی تھی۔ اور جے پور سے یہ یہاں پر بھی حاضر ہوئی۔ وہاں کے جو سجّادے صاحب تھے وہ ان کو آستانے میں اندر لے جانا چاہتے تھے مگر اندرا کے اوپر کپکپی طاری تھی۔ آنکھوں سے زار و قطار آنسو بہہ رہے تھے۔ وہ کہہ رہے تھے کہ آگے بڑھیے مگر یہ پیچھے ہٹتی ہوئی معلوم ہوتی تھی۔

نُصِرْتُ بالرُّعْب کا ظہور یہ ہی وہ چیز ہے

نُصِرْتُ بِالرُّعْبِ مَسِيْرَةَ شَهْرٍ (۱۱۷)

رسول پاک علیہ الصلاۃ والسلام نے ارشاد فرمایا کہ اللہ عزاسمہ نے میری رعب کے ساتھ مدد فرمائی ہے۔ ایک مہینے کی

---

(۱۱۷) مشکات ص ۵۱۲

؎ سابق وزیر اعظم ہند

مسافت سے میرا رعب پڑ جاتا ہے۔ اور جو رسول پاک علیہ الصلاۃ والسلام کے متبع ہیں اور رسول پاک علیہ الصلاۃ والسلام کے مشن کو زندہ فرمانے والے ہیں ان کا بھی ایسے ہی رعب پڑتا ہے۔

نصرت الٰہی دین کے ساتھ ہے اور خداوند قدوس کی نصرت ومدد بھی انہی کے ساتھ ہوتی ہے جو دین کے لیے محنت کرتے ہیں اور دین کے لیے فاقے جھیلتے ہیں۔ اللہ ان کو دنیا کے اندر بھی چمکا دیتے ہیں۔ اور آخرت میں بھی۔

دولت سے مسائل حل نہیں ہوتے اور جنہوں نے دنیا کے لیے روپیہ جمع کیا ہے خداوند قدوس اس کو دنیا ہی میں دکھلا دیتے ہیں کہ اس روپیے سے نہ دنیا میں نام روشن ہوتا ہے۔ اور نہ اس سے آخرت کا کوئی مسئلہ حل ہوتا ہے۔ اور جن لوگوں نے دنیا کے مقابلے میں دین کو اور آخرت کو اختیار کیا تو حق تعالی نے ان کو اپنی رحمتوں سے نوازا۔

حضرت رفاعی، ایک عظیم شخصیت اور ایسی بہت سی شخصیتیں گزری ہیں جیسے سید احمد کبیر رفاعیؒ عراق کے ایک بہت بڑے بزرگ ان کے خلفاء کی تعداد ایک لاکھ پچھتر ہزار ہے۔ اتنے تو ان کی خانقاہ شریف سے سند ولایت لے کر نکلے ہیں۔ اور جنہوں نے ان کے ہاتھ پر بیعت کی ہے ان کا تو کوئی اندازہ نہیں۔ عراق میں

ام عبید ایک قصبہ ہے بغداد شریف سے کچھ فاصلے پر وہیں ان کا قیام تھا۔ اور بغداد شریف میں پیرانِ پیر شیخ عبد القادر جیلانی رح کا قیام تھا۔ دونوں کا ایک ہی زمانہ ہے۔

حضرت رفاعی کا مسجد نبوی کا واقعہ جو واقعہ ان کے ساتھ مدینہ پاک میں پیش آیا ہے اس میں پیرانِ پیر حضرت شیخ عبد القادر جیلانی بھی موجود تھے۔ حج سے فارغ ہو کر یہ مدینہ طیبہ حاضر ہوئے۔ مواجہہ شریف پر جب ان کی حاضری ہوئی تو عجیب کیفیت ہوگئی۔ اور وہاں جاکر انہوں نے عرض کیا:

اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا جَدِّىْ! نانے ابا السّلام علیکم

روضۂ شریف سے آواز آئی وَعَلَيْكَ السَّلَامُ يَاوَلَدِىْ!

اے پیارے بیٹے! آپ پر بھی سلام ہو۔

حاضرین جو مسجد کے اندر تھے سب نے اس آواز کو سنا۔ انہوں نے خوشی میں عرض کیا:

فِىْ حَالَةِ الْبُعْدِ رُوْحِىْ كُنْتُ اُرْسِلُهَا
تُقَبِّلُ الْاَرْضَ مِنِّىْ وَهِىَ نَائِبَتِىْ
هٰذِهٖ نَوْبَةُ الْاَشْبَاحِ قَدْ حَضَرَتْ
فَامْلُلْ يَدَيْكَ لِكَىْ تَحْظٰى بِهَا شَفَتِىْ

اے نانے ابا! آپ کے دربار عالی میں میری روح تو ہمیشہ حاضری دیتی تھی اور آج میں اپنے جسم کے ساتھ آپ کے یہاں

حاضر ہوا ہوں میری تمنا یہ ہے کہ آپ اپنے دست مبارک کو ظاہر فرمائیں تاکہ میں اس کو چوموں۔ قبر مبارک سے ایک نورانی ہاتھ نمودار ہوا۔ ایسا ہاتھ کہ پوری مسجد چمک گئی۔ اور جتنے بھی اشخاص مسجد شریف میں موجود تھے انہوں نے بھی ملاحظہ فرمایا: چودھویں کے چاند کی کیا حیثیت ؟ پھر ان کو خیال پیدا ہوا کہ مجھ سے غلطی ہوئی کہ سب کے سامنے میں نے یہ درخواست کی اب لوگ مجھے نامعلوم کیا سمجھیں گے ؟ انہوں نے فوری اعلان کیا کہ بھائی میں مسجد سے باہر دروازے پر جاکر لیٹتا ہوں جو جانے والے ہیں ان کو میں قسم دیتا ہوں کہ ہر جانے والا میری گردن پر پیر رکھ کر جائے۔ یہ جاکر باہر لیٹ گئے۔ جانے والے جو اناڑی تھے وہ گزرے کہ بھائی بڑے میاں نے قسم دی ہے گردن پر پیر رکھ کر چلنا ہی پڑے گا۔ اور بہت سے اشخاص جوان کے رتبے کے جاننے والے تھے انہوں نے کہا کہ ہم باہر جاتے ہی نہیں یہ قسم تو ان کو دی گئی ہے جسے باہر جانا ہو۔

حضرت رفاعی اور علاجِ کبر حضرت اقدس اشرف العلماء حضرت تھانوی نور اللہ مرقدہ فرماتے ہیں کہ انہوں نے اپنے عُجب کا علاج کیا ہے کہ کہیں میرے اندر عجب پیدا نہ ہو جائے۔ بڑائی پیدا نہ ہو جائے کہ میرے لیے رسول پاک علیہ الصلاۃ والسلام نے اپنے دست مبارک کو ظاہر فرمایا ہے۔ عُجب کا علاج اپنی گردن کے توڑنے کے لیے تدبیر تھی کہ میرے دل سے بڑائی ٹوٹ جائے۔ (۱۱۸)

(۱۱۸) حضرت تھانوی کے پسندیدہ واقعات ج ۱ ص ۸۰

بہر کیف! صدیق اکبرؓ کا منشا یہ تھا کہ حشر کے میدان میں انبیائے سابقین اور ان کی امّتیں امّت محمدیہ کے افراد کی جد و جہد اور ان کی دوڑ دھوپ کو دیکھ لیں کہ جناب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ نے ایسے ایسے افراد مرحمت فرمائے کہ ایک ایک شخص نے پورے پورے ملک کی کایا پلٹ دی،

جیسا کہ کوئی اسکولوں کا ڈپٹی انسپکٹر کسی اسکول میں معائنہ کرنے لیے آئے۔ اس نے دیکھا کہ ماسٹر صاحب نے بڑی محنت کر رکھی ہے۔ تب اس انسپکٹر نے کہا کہ معائنہ کی کتاب لاؤ، وہ ماسٹر صاحب خود ہی کہہ رہے ہیں کہ جی چند بچوں کا سن بھی تو لو۔ اس نے کہا کہ بھائی سننے کی ضرورت نہیں وہ ماسٹر صاحب اس لیے سنوا رہے ہیں تاکہ علم ہو جائے۔ حالاں کہ جانتے ہیں کہ میرے بچے سارے کے سارے کامیاب ہیں۔ اسی طریقے سے صدیق اکبرؓ جانتے تھے کہ اُمت محمدیہ تو ساری کی ساری جنت میں چلی جائے گی۔

اصحاب الیمین کی دو قسمیں

مگر ایک تو یہ ہے کہ اپنا اعمال نامہ بغل میں دیے ہوئے چپکے ہی چلے گئے۔ جیسا کہ صدیق اکبرؓ اور ایک یہ کہ دوسروں کو بھی پتا چلے کہ یہ ہیں اعمال والے۔ اور اعمال نامہ تو ان کا ہے۔ جیسا کہ سیدنا حضرت عمر بن خطابؓ

حدیث پاک میں آتا ہے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

نے فرمایا کہ سب سے پہلے میری امت کے افراد میں عمر بن خطاب کو داہنے ہاتھ میں اعمال نامہ دیا جائے گا جس کے حروف سورج کی طرح چمک رہے ہوں گے۔ جو بھی دیکھے گا کہے گا کہ عمر نے تو کمال ہی کر رکھا ہے۔ یہ سن کر صحابہ نے عرض کیا کہ ابو بکرؓ کہاں رہ جائیں گے؟ ابو بکرؓ کو تو سب سے پہلے اعمال نامہ ملنا چاہیے تھا۔ ابو بکرؓ اس میں پیچھے کیوں رہ جائیں گے؟ رسول پاک علیہ الصلاۃ والسلام نے فرمایا کہ فرشتے ابو بکر کو چھوڑیں گے ہی کہاں؟ جو ان کو اعمال نامہ دیا جائے۔

قبروں سے اٹھنے کا منظر وہ تو قبر مبارک سے اٹھنے کے بعد تھوڑے وقت تو رسول پاک علیہ الصلاۃ والسلام کے ساتھ رہیں گے ارشاد فرمایا کہ میں اپنی قبر سے اس طرح اٹھوں گا کہ میرے ساتھ ابو بکر و عمر ہوں گے۔ اور بقیع پر آؤں گا اور بقیع والوں کو اپنے ساتھ لوں گا اور بقیع میں ستّر ہزار افراد ایسے ہوں گے جن کے چہرے چودھویں کے چاند کی طرح چمک رہے ہوں گے۔ پھر مکہ میں جنت المعلیٰ پر آؤں گا اور وہاں جو مدفون ہیں ان کو اپنے ساتھ لوں گا۔ اور پھر وہاں سے عسفان میں آؤں گا اور وہاں جو مدفون ہیں ان کو اپنے ساتھ لوں گا۔

بی بی آمنہ کی قبر عسفان مکہ اور مدینہ کے درمیان میں ایک گاؤں ہے اور وہیں پر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی

والدہ ماجدہ بی بی آمنہ کی قبر ہے۔ اس وقت تک تو ساتھ رہیں گے۔اور پھر فرشتے اپنے کندھوں پر اٹھا کر صدیق اکبر کو جنت میں لے جائیں گے۔ جنّت کے قریب جب پہنچ جائیں گے تو ہر دروازہ کہے گا کہ جی ادھر سے آؤ،ادھر سے آؤ۔

جنّت کے دروازوں کی تعداد حدیث پاک میں ارشاد فرمایا گیا ہے کہ اللہ عزاسمہ نے انسان کو تین سو ساٹھ اچھی عادتیں اخلاق حسنہ مرحمت فرمائیں۔ جیسا کہ سخاوت ہے۔ صدق ہے۔ خدمت ہے۔ اس طرح (اخلاق حسنہ) تین سو ساٹھ ہیں۔ اور جنّت میں جانے کے دروازے بھی تین سو ساٹھ ہیں۔ ہر وہ شخص جس کے اندر ان اخلاق میں سے کوئی خُلق ہو گا کوئی سی بھلی عادت ہو گی اسی دروازے سے اس کو جنت میں داخل کیا جائے گا۔ جنت کا ایک دروازہ ہے اس کا نام ہے "باب الضحیٰ"، چاشت کی نماز پڑھنے والے اس دروازے سے جائیں گے۔ جنت کا ایک دروازہ ہے جس کا نام ہے "باب التوبہ" کثرت سے استغفار کرنے والے اس دروازے سے جائیں گے۔ جنت کا ایک دروازہ ہے جس کا نام ہے "باب الصدقہ" کثرت سے صدقہ کرنے والے اس دروازے سے جائیں گے۔ غرض یہ کہ مختلف دروازے ہیں۔ اور ہر دروازہ اس شخص کو بلائے گا جس نے وہ عمل کیا ہے۔ صدیق اکبرؓ نے عرض کیا کہ اے اللہ کے نبی! میں بھی ان میں سے کسی دروازے سے جا سکوں گا یا

نہیں ؟ رسول پاک علیہ الصلاۃ والسلام نے فرمایا: اے ابو بکر! تمہیں تو سارے کے سارے دروازے آواز دیں گے وہ ساری بھلائیاں اور اخلاق تمہارے اندر موجود ہیں۔ پس جنت کے تین سو ساٹھ دروازوں میں سے ہر دروازہ تمہیں بلائے گا۔ تو رسول پاک علیہ الصلاۃ والسلام نے ارشاد فرمایا کہ فرشتے صدیق اکبر کو چھوڑیں گے ہی کہاں ؟ جو ان کو اعمال نامہ دیا جائے گا۔ تو ایک تو ہیں صدیق اکبرؓ چپ چپاتے جنت میں چلے جائیں گے۔ اور ایک ہیں عمر فاروقؓ ان کے اعمال نامے کا چاہے لوگوں کو پتا چلے یا نہ چلے کہ کیا لکھا ہوا ہے اور کیا کارگزاری ہے ؟ مگر اس اعمال نامے کی نورانیت اور چمک دمک سے لوگ اندازہ لگالیں گے کہ انہوں نے تو حد کر رکھی ہے۔ ان کے اعمال نامے کے حروف کیسے چمک رہے ہیں۔ قرآن کریم میں ارشاد ربانی ہے:

فَاَمَّا مَنْ اُوتِیَ کِتٰبَهٗ بِیَمِیْنِهٖ فَیَقُوْلُ هَآؤُمُ اقْرَؤُا کِتٰبِیَهْ، اِنِّیْ ظَنَنْتُ اَنِّیْ مُلٰقٍ حِسَابِیَهْ۔(۱۱۹)

ترجمہ: جن کو اعمال نامہ داہنے ہاتھ میں دیا جائے گا وہ حشر کے میدان میں کہہ رہے ہوں گے کہ آؤ ہماری کتاب پڑھ لو۔

جیسا کہ امتحان کا نتیجہ آنے والا ہے آج اس کی اخبار میں اشاعت ہوگی۔ اور لڑکوں کے غول کے غول وہاں دروازے پر

---

(۱۱۹) سورۃ حاقہ آیت ۱۹،۲۰

کھڑے ہوئے ہیں۔ اور جب ڈاک خانے کا دروازہ کھلتا ہے تو پوسٹ مین اخبار لے کر باہر نکلتا ہے۔ سارے کے سارے اس کے پیچھے دوڑتے ہیں اور جس کے رول نمبر وہاں موجود ہیں وہ خوشی میں اس سے لے لیتا ہے اور لوگوں کو دکھاتا ہے کہ جی لو آج میرا نتیجہ آ گیا۔

قبر کے سوال وجواب کی حیثیت ایک صاحب نے سوال کیا کہ حضرت جی جیسے کوئی آدمی مر گیا تو اس کا حساب و کتاب جب ہی نمٹ لے گا (یعنی قبر ہی میں) یا پھر نمٹے گا؟

فرمایا! تھوڑا سا تو جب ہی نمٹ لیتا ہے (یعنی قبر ہی میں) اور بہت سا آگے کو نمٹے گا (یعنی حشر میں) جیسا کہ کسی نے کوئی بدی کی ہے اور رات کو سپاہی تھانے میں پکڑ کر لے گئے ہیں۔ اور رات ہی رات میں کئی دفعہ تو اس کی پٹائی ہو گئی ہے۔ اور صبح کو اس سے بیان لیا ہے کہ بتا تو نے فلاں کام کیا یا نہیں؟

اصل حساب حشر میں ہو گا یہ بیان اصل نہیں ہے اصل بیان وہ ہے جو کہ عدالت میں جا کر جج کے سامنے ہو گا۔ اس بیان کی حیثیت ہے۔ یہاں جو تھانے کے اندر بیان ہوتا ہے اس کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ لیکن ہوتا بیان یہاں بھی ہے۔ اور یہاں حوالات کے اندر بھی سزا دی جاتی ہے۔ اور کچھ نہیں تو ایسی کوٹھڑی کے اندر بند کر دیا جاتا ہے کہ اس میں مچھر ہی مچھر ہیں۔

بد بو ہے۔ ہوا کا نام نہیں ہے۔ کوئی پنکھا نہیں ہے۔ پینے کے لیے پانی نہیں ہے۔ اس کوٹھری کے اندر رات کو رکھتے ہیں۔ تو ایک ہے حوالات اور ایک ہے جیل خانہ۔

اسی طریقے سے مرنے کے بعد فوری سوال ہوگا۔ تو وہ ایسا ہے جیسا کہ تھانے کے اندر کسی کو پکڑ کر لے گئے ہیں۔ اور اصل حساب کی پیشی جج کے سامنے ہے۔

بہر کیف! میں عرض کر رہا تھا کہ اس حدیث پاک میں اگرچہ ظاہراً محسوس ہوتا ہے کہ عمر بن خطابؓ کو امت کے اوپر زیادہ شفقت ہے۔ اور اس خاص بات میں حضرت عمرؓ کا درجہ بڑھ گیا ہے لیکن محققین نے فرمایا ہے کہ حضرت صدیق اکبرؓ ہی کا درجہ بڑھا ہوا ہے۔

✿✿✿✿✿✿✿✿✿✿✿✿✿✿✿

وَاَمْرُهُمْ شُوْرٰى بَيْنَهُمْ

اور اپنے کام آپس کے مشورے سے کرتے ہیں۔ "القرآن"

تقریر نمبر ۵ تخلیقِ انسان کی غرض وغایت

کل میں عرض کر رہا تھا کہ اللہ عزاسمہ نے بے شمار چیزیں پیدا فرمائیں۔ حق تعالیٰ کی مصنوعات اور مخلوقات کو نہ کوئی بیان کر سکتا ہے اور نہ کسی میں سکت ہے کہ ان کی طرف کو اشارہ بھی کر سکے۔ اس مالک الملک نے اس قادر مطلق نے اپنی قدرت کاملہ سے کیا کیا چیزیں بنا رکھی ہیں ان کو نہ کوئی زبان بیان کر سکتی ہے۔ اور نہ کوئی ان کا تصور اور اندازہ کر سکتا ہے۔ اور یہ چیزیں جو پیدا فرمائی ہیں اس میں اس ذات عالی کی کوئی غرض اور کوئی منفعت اور کوئی فائدہ نہیں ہے۔ سب انسان ہی کی غرض اور فائدے کے لیے ہیں۔

صوفیائے کرامؒ نے ایک حدیث قدسی نقل کی ہے۔ اگرچہ سند کے اعتبار سے بہت زیادہ قوی درجہ کی نہیں ہے۔ حدیث قدسی کے الفاظ یہ ہیں

كُنْتُ كَنْزاً مَّخْفِيًا فَاَحْبَبْتُ اَنْ اُعْرَفَ فَخَلَقْتُ الْخَلْقَ (۱۲۰)

(۱۲۰) ابن تیمیہ فرماتے ہیں کہ یہ نبیؐ کا کلام نہیں ہے۔ اور اس کی کوئی صحیح یا کمزور سند بھی ثابت نہیں۔ زرکشی، حافظ ابن حجر اور علامہ سیوطی وغیرہ محدثین کا بھی یہی قول ہے۔ ملا علی قاری فرماتے ہیں کہ اگرچہ یہ روایت ثابت نہیں۔ لیکن معنا یہ صحیح ہے۔ اور آیت وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاُنْس سے مستفاد ہے۔ جس میں یعبدون کی تفسیر لیعرفونی سے کی گئی ہے۔ اور صوفیا کے کلام میں اس کا بہ کثرت ذکر ملتا ہے۔ اور ان حضرات نے اس پر اپنے بہت سے اصولوں کی بنیاد رکھی ہے۔ اس لیے حضرت والا نے بھی اس کلام کو صوفیائے کرام ہی کی طرف منسوب فرمایا ہے۔ اس کے الفاظ بھی کئی طرح سے مشہور ہیں: (کنت کنزا لا اعرف فاحببتُ ان اعرف فخلقت خلقاً فعرفتهم بی فعرفونی) وفی لفظ (فتعرفت الیهم فبی عرفونی) والمشهور علی الالسنة (کنت کنزاً مخفیا فاحببت ان اعرف فخلقت خلقا) کشف الخفاء ج ۲ ص ۱۳۲

ترجمہ: میں ایک مخفی خزانہ تھا پس میں نے چاہا کہ میری معرفت حاصل ہو۔ پس میں نے مخلوق کو پیدا کیا۔

تخلیق انسان کی غرض و غایت

مطلب یہ ہے کہ میں مخفی خزانہ تھا کسی کو میرے کمالات کا کسی کو میری طاقت کا، اور کسی کو میری قدرت کا کوئی علم اور کوئی پتا نہ تھا۔ پس میں نے چاہا کہ میری معرفت اور میری پہچان حاصل ہو۔ لوگ میری صفات کو اور میری قدرت کو اور میری طاقت کو جانیں۔ پس میں نے مخلوق کو پیدا کیا۔ مخلوق کے پیدا کرنے کی غرض اور غایت یہ ہے کہ مخلوق اپنے خالق کو جانے اور اپنے خالق سے تعلق پیدا کرے۔

قدر پہچاننے کا اصول

چوتھا دن ہے میں نے دعا عرض کی تھی بڑی اہم دعا ہے۔ مگر بھائی اہم تو جب ہے کہ جب اس سے فائدہ اٹھایا جائے۔ اگر کسی کے والد نے کوئی قیمتی ہیرا گھر کے اندر چھوڑا اور بیٹے نے اس کی قدر نہیں کی۔ بیٹے نے اس کو کنکریوں میں رلا دیا۔ تو وہ بیٹا انتہائی بدنصیب ہے۔ پرسوں میں نے عرض کیا تھا کہ حدیث پاک میں ارشاد فرمایا گیا ہے:

ذَاقَ طَعْمَ الْاِیْمَانِ مَنْ رَّضِیَ بِاللّٰہِ رَبّاً وَّبِالْاِسْلَامِ دِیْنًا، وَّبِمُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ رَسُوْلًا وَّنَبِیًّا۔ (۱۲۱)

(۱۲۱) مشکات، ص ۴، ورواہ الترمذی، وقال: هذا حديث حسن صحيح، ج ۲ ص ۹۰

اس شخص نے ایمان کا مزا چکھ لیا اور ایمان کی لذت حاصل کرلی جو اللہ کے رب ہونے سے راضی ہو گیا۔

اللہ کے رب ہونے کا مفہوم اللہ کے رب ہونے کا مفہوم کیا ہے؟

اللہ کے رب ہونے کا مفہوم اور معنی یہ ہے کہ جن اسباب کے اختیار کرنے کی اللہ نے اجازت دی ہے وہ اجازت کے ماتحت اختیار کیے جا سکتے ہیں۔ اور دنیا کے پیچھے زیادہ پڑنا کہ میں یہ بھی حاصل کرلوں، میں یہ بھی حاصل کرلوں، میرے پاس یہ چیز ہو گی تو میرا کام بن جائے گا۔ یہ انتہائی حماقت اور انتہائی نادانی ہے۔

حدیث پاک میں آتا ہے اور یہ حدیث بہت مشکل اور بہت تلاش کے بعد مجھے مل سکی۔

مولانا سعید احمد خاں صاحب مدنی نے اس کی تلاش کے بارے میں مجھے حکم دیا۔ مرکز والوں نے بھی تلاش کی، اوروں نے بھی تلاش کی، اور میں نے بھی تلاش کی تو خدا کا فضل اور کرم ہوا کہ مجھے یہ حدیث مل گئی۔ اور میں نے ان کو لکھ کر دی تو بڑے خوش ہوئے۔ وہ حدیث کیا ہے؟

اَلَا اِنَّ الدُّنْیَا خُلِقَتْ لَکُمْ، وَاَنَّکُمْ خُلِقْتُمْ لِلْاٰخِرَۃِ (۱۲۲)

ترجمہ: اے لوگو! سن لو، بے شبہ دنیا تمہارے لیے پیدا کی گئی

---

(۱۲۲) مشکات ص ۴۳

ہے اور تم آخرت کے لیے پیدا کیے گئے ہو۔

مگر علما کہیں گے کہ اس کے تلاش کرنے کی کیا ضرورت تھی؟ یہ تو خطبے کے اندر پڑھی جاتی ہے۔ تو بات صحیح ہے مگر یہی تو تلاش کرنا تھا کہ خطبے میں کہاں سے لی گئی؟

آخرت کی فکر اصل ہے حاصل اس کا یہ ہے کہ اے لوگو سن لو! اور کان کھول کر سن لو! یہ دنیا تمہارے لیے پیدا کی گئی ہے۔ تم اس کے پیچھے نہ پڑو جتنا جس کا حصہ ہے وہ اس کو مل کر رہے گا۔ تم جو بنائے گئے ہو آخرت کے لیے بنائے گئے ہو۔ تم اس مقصد کو پورا کرو جس مقصد کے لیے تمہیں پیدا کیا گیا ہے۔ آخرت کی فکر، مگر ہم نے آخرت کی فکر ہی کو بھلا دیا۔

سمجھ دار آدمی کون ہے؟ حدیث پاک میں ارشاد فرمایا گیا ہے۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے صحابہ نے سوال کیا:

اَیُّ النَّاسِ خَیرٌ!

ترجمہ: اے اللہ کے نبی! جناب والا یہ ارشاد فرمائیں کہ مخلوق میں سب سے بہتر کون ہے؟

اچھائی کے مختلف معیار ہر آدمی اپنے آپ کو اچھا اور دوسرے کو گھٹیا سمجھتا ہے۔ کوئی حسب ونسب کے اعتبار سے، کوئی اپنے مرتبے کے اعتبار سے، کوئی اپنے حسن وجمال کے اعتبار سے،

کوئی اپنے روپیہ پیسے کے اعتبار سے، کوئی اپنے گھر بار کے اعتبار سے، ہر ایک کے ذہن میں یہ بات بیٹھی ہوئی ہے کہ میں اعلیٰ اور افضل ہوں دوسرے گھٹیا ہیں۔ صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو اللہ نے عقل عطا فرمائی تھی انہوں نے آپس میں اس میں کوئی نزاع نہیں کیا۔ یہ نہیں کہا کہ میں اچھا ہوں تم برے ہو۔ بلکہ انہوں نے یہ کہا کہ بھائی جو سب سے اچھی ذاتِ عالی ہے۔ جامع کمالات ہے ان سے سوال کرلو۔ وہ جسے اچھا بتلادیں وہ اچھا ہے اور بس۔ تو صحابۂ کرام ؓ نے عرض کیا:

اَیُّ النَّاسِ خَیْرٌ؟

اے اللہ کے نبی جناب والا یہ ارشاد فرمائیں کہ لوگوں میں سب سے اچھا کون ہے؟ ارشاد فرمایا:

مَنْ طَالَ عُمُرُهٗ وَحَسُنَ عَمَلُهٗ۔(۱۲۳)

جس کی عمر طویل ہو اور جس کا عمل اچھا ہو، وہ ہے اچھا آدمی، آدمی اچھا اپنے حسن و جمال سے نہیں بنتا، آدمی اچھا اپنے روپیے پیسے سے نہیں بنتا، آدمی اچھا اپنے حسب ونسب سے نہیں بنتا، آدمی اچھا جائداد سے نہیں بنتا، آدمی اچھا بنتا ہے اپنے کردار اور اپنے اخلاق سے۔ اور جس کو اللہ عزاسمہ نے زیادہ وقت دیا ہے۔ اور زیادہ عمر عطا فرمائی ہے۔ وہ اچھا ہے۔ حدیث پاک میں ارشاد فرمایا گیا:

---

(۱۲۳) مشکات ص ۴۵۰، ورواہ الترمذی وقال: ہذا حدیث حسن صحیح، ج ۲ ص ۵۹

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَنظُرُ اِلٰى صُوَرِكُمْ وَاَجْسَادِكُمْ، وَلٰكِنْ يَّنظُرُ اِلٰى قُلُوْبِكُمْ وَنِيَّاتِكُمْ اَلتَّقْوٰى هٰهُنَا، اَلتَّقْوٰى هٰهُنَا، اَلتَّقْوٰى هٰهُنَا، وَاَشَارَ اِلٰى صَدْرِهٖ۔ (١٢٤)

رسول پاک علیہ الصلاۃ والسلام نے ارشاد فرمایا کہ بے شک اللہ عزاسمہ تمہارے چہروں کو نہیں دیکھتے کہ کالے ہیں یا گورے ہیں، تمہارے جسموں کو نہیں دیکھتے کہ موٹے ہیں یا دبے ہیں۔ وہ تو تمہارے دلوں اور نیتوں کو دیکھتے ہیں۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا مقام

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ صحابۂ کرام میں امام ربانی ان کا لقب ہے۔اور رسول پاک علیہ الصلاۃ والسلام کے مبارک زمانے میں مدینہ پاک میں مفتی کے منصب پر فائز تھے۔ فتوی دینے کا کام کرتے تھے اور رسول پاک علیہ الصلاۃ والسلام ارشاد فرمایا کرتے تھے کہ مسائل ان سے پوچھا کرو۔ لیکن جسمانی اعتبار سے ایسے کمزور تھے کہ ایک مرتبہ یہ مجلس مبارک میں تشریف لائے عام طور سے وہاں تہ بند باندھنے کا دستور تھا پائجامہ اکثر و بیشتر نہیں پہنتے تھے۔

نبی کریمؐ کا پائجامہ کو پسند فرمانا

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت عالیہ میں پاجامہ کسی بادشاہ نے ہدیتاً بھیجا۔ آپؐ نے اس کو دیکھ کر تعریف فرمائی، اور فرمایا کہ پاجامے کے اندر پردہ زیادہ

---

(۱۲۴) مشکات ص ۴۵۴، ابن کثیر ج ۴ ص ۲۶۲

حاصل ہے۔ پہننے کے بارے میں کوئی روایت کہیں میری نظر سے نہیں گزری۔ کہ آپ نے پاجامہ پہنا ہے یا نہیں؟

ابن مسعودؓ کی جسمانی کمزوری

حضرت ابن مسعودؓ اسی دستور کے مطابق تہ بند باندھے ہوئے آئے۔ تیز ہوا چل رہی تھی، پنڈلی کے پاس سے تہ بند کا پلا ہٹ گیا۔ ایسی باریک باریک پنڈلیاں جیسی سلائیاں ہوں۔ صحابہ کرامؓ ان کی باریک پنڈلیاں دیکھ کر ایک دم ہنس پڑے کہ ان باریک پنڈلیوں سے یہ کیسے چلتے ہیں؟ اور کیسے کھڑے ہوتے ہیں؟ رسول پاک علیہ الصلاۃ والسلام نے ارشاد فرمایا کہ کس بات پر ہنس رہے ہو؟ عرض کیا کہ ان کی پنڈلی کھل گئی تھی اتنی باریک ہیں جیسا کہ سلائی، اس پر ہنسی آگئی۔ تب جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہیں، اللہ کے یہاں بہت بھاری بھر کم ہیں۔

جبل احد ہمارا محبوب ہے

یہ جبل احد (احد پہاڑ) جو تمہارے سامنے ہے پانچ چھ میل لمبا چوڑا جس کے بارے میں حدیث پاک میں ارشاد ہے: أُحُدُ جَبَلٌ يُحِبُّنَا وَنُحِبُّهُ (۱۲۵)

احد پہاڑ تو ایسا پہاڑ ہے کہ یہ ہم سے محبت کرتا ہے۔ اور ہم اس سے محبت کرتے ہیں۔ جس سے اللہ کے پیارے نبی نے محبت فرمائی ہو اس کی قسمت اور مرتبے کو کوئی بیان نہیں کر سکتا۔

---

(۱۲۵) مجمع الزوائد ج ۴ ص ۱۳

احد پہاڑ کی میزبانی نیز ارشاد فرمایا کہ جب تم احد پہاڑ پر جایا کرو تو وہاں کچھ کھالیا کرو۔ اس لیے کہ عام دستور ہے کہ اگر کوئی دوست اپنے دوست کے یہاں جائے اور وہاں جاکر کچھ نہ کھائے ایسے ہی چلا آئے تو اس کی طبیعت پر گرانی ہوتی ہے۔ چاہے وہ پانی کا گھونٹ ہی کیوں نہ ہو، اسی لیے ارشاد فرمایا ہے کہ جب تم احد کی زیارت کے لیے جاؤ تو وہاں کچھ کھالیا کرو چاہے کوئی کڑوا پتّہ ہی کیوں نہ ہو۔ اس لیے کہ پہاڑ پر ہر قسم کے درخت اگتے ہیں میٹھے بھی اور کڑوے بھی۔ (۱۲۶)

اور جب احد پہاڑ خوشی میں جھوم اٹھا ایک مرتبہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکر، اور حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ تعالی عنھم اجمعین احد کے اوپر تشریف فرما ہیں۔ احد کو بے انتہا خوشی ہوئی کہ میرے یہاں تو ایسے اچھے مہمان آگئے۔ خوشی میں جھومنے لگا۔ اس وقت رسول پاک علیہ الصلاۃ والسلام نے ہاتھ مارا، کہ ٹھہر جا! زیادہ حرکت نہ کر۔ اس وقت تیرے اوپر ایک نبی ہیں۔ اور ایک صدیق ہیں۔ اور دو شہید ہیں۔ ان کے علاوہ تیرے اوپر کوئی نہیں۔ (۱۲۷)

یہ ہے جبل احد، تو رسول پاک علیہ الصلاۃ والسلام نے

---

(۱۲۶) عن انسؓ قال: قال رسول اللہ ﷺ: احد جبل یحبنا ونحبه، فاذا جئتموه فکلوا من شجره ولو من عضاهه۔ مجمع الزوائد ج ٤ ص ۱۳

(۱۲۷) مشکات شریف ص ۵۶۳ ترمذی ج ۲ ص ۲۱۱

ارشاد فرمایا کہ حشر کے میدان میں عبد اللہؓ بن مسعود کا جب وزن کیا جائے گا تو ان کا وزن جبل احد سے زیادہ نکلے گا۔

چوتھا دن ہے میں عرض کر رہا تھا اور بات بیچ میں رہ گئی تھی۔ اور مجھے یاد ہے کہ کہاں رہ گئی تھی۔ میں یہ عرض کر رہا تھا کہ امام بخاریؒ نے بخاری شریف میں سب سے آخری جو باب باندھا ہے: بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالىٰ وَنَضَعُ الْمَوَازِيْنَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ فَلَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْئًا وَّاِنْ كَانَ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ اَتَيْنَا بِهَا وَكَفٰى بِنَا حَاسِبِيْنَ۔ (۱۲۸)

یہ بخاری شریف کا آخری باب ہے۔ اوراس کے اندر حدیث نقل کی ہے:

كَلِمَتَانِ خَفِيْفَتَانِ عَلَى اللِّسَانِ، ثَقِيْلَتَانِ فِى الْمِيْزَانِ، حَبِيْبَتَانِ اِلَى الرَّحْمٰنِ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيْمِ،(۱۲۹)

اعمال کیسے تولے جائیں گے؟ اس میں علماء کے درمیان اختلاف ہے کہ اعمال کیسے تولے جائیں گے؟ ایک شخص نے نماز پڑھی، ابھی ہم سب نے نماز فجر پڑھی ہے۔ کہیں یہ نظر بھی آرہی ہے؟ لفظ سُبْحَانَ اللّٰهِ ہم نے کہا زبان سے الفاظ نکلے، کانوں نے

(۱۲۸) سورۃ انبیاء آیت ۴۷

(۱۲۹) بخاری شریف ج ۲ ص ۱۱۲۹، ترمذی ج ۲ ص ۱۸۴، مشکات ص ۲۰۰

سنے مگر۔ ہیں کہاں؟ نظر نہیں آرہے ہیں۔ تو جب یہ نظر نہیں آتے تو، تو لا کس چیز کو جائے گا؟ یہ جو ارشاد عالی ہے ثَقِيلَتَانِ فِي الْمِيزَانِ کہ میزان کے اندر وہ بہت وزنی ہوں گے پلڑا جھکتا چلا جائے گا۔

پاکی آدھا ایمان ہے مسلم شریف کی روایت ہے:

اَلطُّهُورُ شَطْرُ الْإِيمَانِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ يَمْلَأُ الْمِيزَانَ، سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ، يَمْلَآنِ مَا بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ أَوْ كَمَا قَالَ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (۱۳۰)

پاکی آدھا ایمان ہے۔ جسم کا پاک رکھنا، کپڑوں کا پاک رکھنا، پاکیزہ چیز کھانا، غرض ہر چیز کا پاک رکھنا یہ آدھا ایمان ہے۔

تیسرے کلمے کا اجر و ثواب اور اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ کہنا یہ میزان کو بھر دے گا۔ وہ میزان جس کے ایک پلڑے میں ساتوں آسمان اور ساتوں زمینیں سما سکتی ہیں۔ اس ترازو کے پلڑے کو ایک مرتبہ سُبْحَانَ اللّٰهِ اخلاص کے ساتھ کہہ لینا بھر دے گا۔ اور سُبْحَانَ اللّٰهِ کے ساتھ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ بھی اگر کسی نے ملا لیا یعنی سُبْحَانَ اللّٰهِ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ کہا تو زمین و آسمان کے درمیان کا خلا بھر جائے گا۔

اور طبرانی کی روایت میں ہے:

سُبْحَانَ اللّٰهِ مِائَةً، تَعْدِلُ مِائَةَ رَقَبَةٍ مِنْ وُلْدِ

(۱۳۰) حصن حصین ۱۹۶، مشکات ص ۳۸ بروایۃ مسلم، ترمذی ج ۲ ص ۱۹۱

اِسۡمَاعِیۡلَ، اَلۡحَمۡدُ لِلّٰهِ مِائَةَ تَعۡدِلُ مِائَةَ فُرُسٍ مُسَرَّجَةٍ مُلۡجَمَةٍ یُحۡمَلُ عَلَیۡهَا فِی سَبِیۡلِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ اَکۡبَرُ مِائَةَ تَعۡدِلُ مِائَةَ بَدَنَةٍ، مُقَلَّدَةٍ، مُتَقَبَّلَةٍ، تُنۡحَرُ بِمَکَّةَ اَوۡکَمَا قَالَ عَلَیۡهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ رَوَاهُ الطَّبۡرَانِیۡ (۱۳۱)

فرمایا کہ سبحان اللہ کا سو مرتبہ پڑھ لینا۔ یعنی ایک تسبیح سبحان اللہ پڑھ لینے کا اجر و ثواب ایسا ہے جیسا کہ سو غلام سیدنا اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں کے کسی نے خرید کر آزاد کیے ہوں۔ کسی نے رسول پاک علیہ الصلاۃ والسلام کے خاندان کے سو افراد کو پکڑ کر گرفتار کرلیا۔ اور غلام بنا کر ان کو بیچ دیا تو ان کو خرید کر آزاد کرنے کا جو اجر و ثواب ہے وہ ہی ثواب سو مرتبہ سبحان اللہ پڑھنے کا ہے۔

ایک صاحب نے کہا کہ ہم جو تیسرا کلمہ پڑھتے ہیں :

سُبۡحَانَ اللّٰهِ وَالۡحَمۡدُلِلّٰهِ وَلَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَکۡبَرُ

کیا اس میں بھی یہی ثواب ہے؟

فرمایا: ہاں! پڑھتے رہو۔ اس میں بھی وہی ثواب ہے۔ اور فرمایا کہ پڑھتے رہو اور آج کا سبق یہی ہے کہ پڑھتے پڑھتے مر و اور مرتے مرتے پڑھو۔ اور جو مرتے ہوئے پڑھ لے گا سمجھو کامیاب ہو گیا۔

---

(۱۳۱) حصن حصین ص۲۰۱

دین کی نیکیاں بے شمار ہیں ایک صحابی دیہات کے رہنے والے رسول پاک علیہ الصلاۃ والسلام کی خدمت اقدس میں حاضر ہوے۔ اور صاف صاف عرض کیا:

اِنَّ شَرَائِعَ الْاِسْلَامِ قَدْ كَثُرَتْ عَلَيَّ فَاَ نْبِئْنِيْ بِشَيْئٍ اَتَشَبَّثُ بِهٖ؟ (۱۳۲)

اے اللہ کے نبی! دین کی نیکیاں بے شمار ہیں۔

کسی کا جوتا ہاتھ میں اُٹھانا بھی نیکی ہے یہاں تک کہ یہ بھی نیکی ہے کہ آدمی کسی کا جوتا ہاتھ میں اُٹھائے۔ قطب عالم مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی نور اللہ مرقدہ کے یہاں بخاری یا ترمذی کا درس ہو رہا تھا۔ حضرت شاہ عبد القدوس گنگوہیؒ کی جو خانقاہ شریف ہے اس کے پیچھے حضرت کا چھپرّ تھا وہیں بیٹھے ہوے پڑھا رہے تھے کہ بارش آگئی۔ بارش جب آئی تو سارے طلبا تو اپنی کتاب لے لے کر چھپرّ میں چلے گئے۔ وہاں ایک چھپر بھی پڑا ہوا تھا جس میں حضرت شیخ کے والد مولانا یحییٰ صاحب نور اللہ مرقدہ نے پڑھا ہے۔ تو سارے طلبا تو چھپر میں چلے گئے لیکن حضرت اقدس حضرت گنگوہی ان سب طالب علموں کے جوتے اٹھا کر لے کر اندر چلے، کہ طالب علموں کے جوتے بھیگ جائیں گے۔ یہ ہے وہ نیکی۔

---

(۱۳۲) ترمذی ج ۲ ص ۱۷۵، مشکات ص ۱۹۸

قطب عالم کب بنتے ہیں؟ یہ قطب عالم ہیں۔ مگر قطب عالم کب بنے؟ ویسے تو ہر ایک کو تمنا ہے کہ اگر میں بھی بن جاؤں تو اچھا۔ مگر بنتا کب ہے؟ جب بنتا ہے کہ دوسرے کو ترجیح دے۔ اور دوسرے کو فائدہ پہنچائے۔ تب قطب بنتے ہیں۔ حدیث پاک میں ہے:

اَلرَّاحِمُوْنَ یَرْحَمُهُمُ الرَّحْمٰنُ اِرْحَمُوْا مَنْ فِی الْاَرْضِ یَرْحَمُكُمْ مَنْ فِی السَّمَاءِ۔ (۱۳۳)

علم حاصل کرنے کا عجیب شوق مگر بھائی گئے وہ دور، ہمارے ایک استاد تھے۔ حافظ سعادت خاں صاحب ڈھائی سال کی عمر میں ان کو چیچک نکلی، دونوں آنکھیں جاتی رہیں۔ مگر حافظ ہوے۔ اور پھر دارالعلوم میں داخلہ لیا۔ پورے مولوی تو نہیں ہوے۔ آدھے مولوی بنے۔ اس دور میں سنا کہ پانی پت میں کوئی محدّث ہیں۔ قاری عبدالرحمٰن محدّث پانی پتی ان کا نام ہے۔ نوراللہ مرقدہ، ایک طالب علم کو اپنے ساتھ لیا دیوبند سے پیدل چلے۔ غور سے سن لو، دیوبند سے ایک نابینا پیدل پانی پت کا سفر کرتا ہے، جب کہ پل بھی نہیں ریتی (جمنا کے ریت) میں نہ معلوم کیا کیا دقتیں پیش آئی ہوں گی؟ ناؤ کے ذریعہ پانی پت پہنچے ہیں۔ اور پھر وہاں جاکر

---

(۱۳۳) ترمذی ج ۲ ص ۱۴ مشکات ص ۴۲۳

قاری عبد الرحمٰن پانی پتی سے حدیث شریف سننے کی درخواست ظاہر کی کہ مجھے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ حدیث سنا دیجیے۔

ایک حدیث مسلسلات کی سند

انہوں نے حدیث بیان کی کہ میں نے سنا ہے شاہ اسحاق صاحب نور اللہ مرقدہ سے، اور شاہ اسحاق صاحب نے سنا ہے مسند ہند شاہ عبد العزیز صاحب نور اللہ مرقدہ سے اور شاہ عبد العزیز صاحب نے سنا ہے شاہ ولی اللہ محدث دھلوی سے، اور شاہ ولی اللہ نے سنا ہے شاہ ابو طاہر کردی سے۔ اور ابو طاہر کردی نے سنا ہے ابراہیم کردی سے اس طریقے سے پوری سند بیان کی اور سند کو رسول پاک علیہ الصلاۃ والسلام تک پہنچادی۔

کیا حدیث ہے؟

اَلرَّاحِمُوْنَ یَرْحَمُهُمُ الرَّحْمٰنُ اِرْحَمُوْا مَنْ فِی الْاَرْضِ یَرْحَمُکُمْ مَنْ فِی السَّمَاءِ۔

ترجمہ: رحم کرنے والوں پر اللہ رحم فرمائے۔ تم زمین والوں پر رحم کرو آسمان والا تم پر رحم کرے گا۔

مدد الٰہی حاصل کرنے کا طریقہ

دوسری حدیث پاک میں ہے:

وَاللّٰهُ فِیْ عَوْنِ الْعَبْدِ مَاکَانَ الْعَبْدُ فِیْ عَوْنِ اَخِیْهِ۔ (۱۳۴)

(۱۳۴) مشکات ص ۳۲، ورواہ الترمذی وقال ہذا حدیث حسن ج ۲ ص ۱۴

اللہ عزاسمہ اپنے بندے کے کام میں لگے رہتے ہیں جب تک کہ بندہ اپنے بھائی کے کام میں لگا رہے۔ بغیر کسی غرض کے اپنے بھائی کا جو کام کرتا ہے اس کا کام بنانے والے اللہ عزاسمہ ہیں۔

ابن عباسؓ اور مسلمان کی ہمدردی

رسول پاک علیہ الصلاۃ والسلام کے چچازاد بھائی حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے مسجد نبوی کے اندر اعتکاف فرما رکھا ہے۔ ایک شخص آئے اور سلام کر کے خاموش بیٹھ گئے۔ حضرت ابن عباسؓ نے دریافت فرمایا کہ بھائی آج تمہارے چہرے پر اداسی کیوں ہے؟ کیا بات ہے؟ اس نے کہا کہ جی فلاں آدمی کا مجھ پر قرضہ ہے۔ اور وہ مانگ رہا ہے۔ اور میرے پاس دینے کا موقعہ نہیں۔ فرمایا: تو میں تیری سفارش کر دوں کہ وہ اور رک جائے۔ وہ بے چارہ تو سمجھ رہا تھا کہ وہ شخص نماز پڑھنے کے لیے آئے گا تو حضرت جی اسے کہہ دیں گے کہ بھائی اسے کچھ اور ڈھیل دے دے۔

خدمت اور نفلی اعتکاف کا ثواب

لیکن حضرت جی فوراً کھڑے ہو گئے۔ حالاں کہ اعتکاف میں تھے مگر اعتکاف توڑ دیا۔ یہ سمجھے کہ شاید حضرت جی کو اپنا اعتکاف یاد نہیں رہا۔ اس نے کہا کہ جی آپ تو اعتکاف میں ہیں۔ فرمایا کہ مجھے اپنا اعتکاف یاد ہے۔ مگر تمہاری ضرورت کی وجہ سے اپنا اعتکاف ختم کر دیا ہے۔

ایک دن کے نفلی اعتکاف کا ثواب

اور پھر رسول پاک علیہ الصلاۃ والسلام کی قبر مبارک کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ اس قبر والے سے میں نے سنا ہے اور زمانہ کچھ زیادہ نہیں گزرا کہ رسول پاک علیہ الصلاۃ والسلام نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص ایک دن کا نفلی اعتکاف کرے گا اس کے اور جہنم کے درمیان تین خندقیں ایسی بڑی بڑی حائل ہو جائیں گی جیسا کہ زمین سے لے کر آسمان تک کا فاصلہ، ایک دن کے نفلی اعتکاف کا یہ ثواب ہے۔

ضرورت پوری کرنے کا اجر

اور جو شخص اپنے بھائی کی ضرورت پوری کرنے کے لیے قدم اٹھائے گا اس کو میری مسجد میں دس سال کا اعتکاف کرنے کے برابر ثواب عطا فرمائیں گے۔

مولانا مظفرؒ صاحب کا جذبۂ خدمت

مولانا مظفر حسین صاحب نور اللہ مرقدہ اشراق کی نماز پڑھ کر مسجد سے نکلتے اور محلے والوں کے دروازوں پر جا کر آواز لگاتے کہ بی بی کچھ منگانا تو نہیں تمہیں بازار سے؟ ہاں جی مولوی جی! ہمیں گوشت لا کر دینا، کہیں کا؟ ناڑ کا (گردن)، آگے پہنچے ہاں بی بی کچھ منگانا تو نہیں؟ وہ کہتی کہ جی! ہمارے یہاں تو آج آٹا آئے گا۔ غرض یہ کہ سارے محلے میں عورتوں سے پوچھتے جن کے شوہر باہر کام کے لیے گئے ہوئے ہوتے۔ اور کسی کا سامان رومال میں باندھا۔ کسی کا پلے میں باندھا۔ کسی

کا گٹھڑی میں باندھا۔ تاکہ رلے (ایک دوسرے میں ملے) نہیں۔ غرض یہ کہ الگ الگ سب کا سامان لاتے۔ اور حوالہ کرتے اس طرح قطب بنتے ہیں۔ اسی کو فرمایا کہ اللہ عزاسمہ اپنے بندے کے کام میں لگے رہتے ہیں جب تک کہ بندہ اپنے بھائی کے کام میں لگا رہتا ہے۔

مرد حقانی کی پیشانی کا نور

ایک قصہ بیچ میں اور یاد آگیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام مصر سے مدین تشریف لائے۔ حضرت شعیب علیہ السلام نے جب ان کے چہرے کو دیکھا تو سمجھ گئے کہ یہ تو کوئی اللہ کا پیارا بندہ ہے۔ اسی کو مولانا ابوالحسن صاحب کاندھلوی نے اپنے شعر میں اس طرح کہا ہے:

مرد حقانی کی پیشانی کا نور
کب چھپا رہتا ہے پیش ذی شعور

پرکھنے والے فوراً پرکھ لیتے ہیں۔

حضرت شیخ الحدیث کا ایک واقعہ

حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ نے ۲۷/ رمضان میں ایک قصہ سنایا جب کہ ان کے یہاں اعتکاف ہوتا تھا اور ہزاروں اشخاص ہوتے تھے۔ شیخ نے رو کر ایک قصہ سنایا کہ بھائی جب میں چھوٹا سا تھا ہمارے ماموں کے یہاں قمر عنایت علی خاں صاحب آئے ہوئے تھے۔ اور کھانا کھاتے ہوئے انہوں نے گرم گرم روٹیاں منگوائیں۔ میں لا لا کر دے رہا تھا۔

شیخ زکریاؒ سے لیا گیا ایک اقرار ایک مرتبہ انہوں نے میرا ہاتھ پکڑ لیا اور ہاتھ پکڑ کر مجھ سے ایک اقرار کرایا کہ زکریا! جنت میں مجھے اپنے ساتھ لے کر جایئے۔ میں کہہ رہا تھا کہ تائے جی! ہاتھ تو چھوڑ دو۔ جب تک حضرت شیخؒ نے اقرار نہیں کر لیا انہوں نے ہاتھ نہیں چھوڑا، میں نے کہہ دیا کہ انشاء اللہ جنت میں لے کر جاؤں گا۔

قمر عنایت علی ایک تعارف قمر عنایت علی صاحب بڑے سمجھ دار تھے۔ اور سمجھ کیا ہے؟

ایک بھنگی سامنے کھڑا ہوا ہے۔ پوچھا: بھائی کیا بات ہے؟ تم کیوں کھڑے ہوئے ہو؟ اس نے کہا جی بات کرنی ہے۔ کہو کیا کہنا ہے؟ اس بھنگی نے کہا کہ جی الگ کی بات ہے؟ پچاس آدمیوں میں سے اس کی بات سننے کے لیے وہاں گئے۔ اسی کو اللہ کے پیارے نبی نے فرمایا:

اَلرَّاحِمُوْنَ یَرْحَمُهُمُ الرَّحْمٰنُ اِرْحَمُوْا مَنْ فِی الْاَرْضِ یَرْحَمُکُمْ مَنْ فِی السَّمَاءِ۔

میرے والد صاحب فرمایا کرتے تھے کہ عنایت خاں کی ساری زندگی کیسے گزری ہمیں معلوم ہے؟ اور ان کے حالات کون نہیں جانتا۔ مرتے وقت میرے والد ان کو دیکھنے کے لیے آئے تھے۔ نزاعی کیفیت طاری اور قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ زبان پر ہے۔ اور

حدیث پاک میں فرمایا گیا ہے کہ جس نے بیماری کی حالت میں قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ پڑھ لی وہ قبر کے عذاب اور سوال سے بچ گیا۔

شامی کا نام اور اس کے معنیٰ علامہ شامی نے در مختار کے حاشیے میں اس کا نام رد المحتار ہے۔ ابھی ایک مولوی صاحب تھے۔ وہ کتاب لینے کے لیے میرے پاس آئے۔ میں نے کتاب کھول کر ان کو دکھائی انہوں نے پوچھا کہ جی اس کا نام کیا ہے.؟ میں نے کہا ردالمحتار شرح الدر المختار پریشان آدمی کو چنے ہوے موتیوں کی طرف لوٹانا۔

وہ اشخاص جن سے سوال نہیں ہو گا تو ردالمحتار میں علامہ شامی نے نقل کیا ہے: ثَمَانِيَةٌ لَا يُسْئَلُوْنَ فِيْ قُبُوْرِهِمْ، آٹھ قسم کے اشخاص ہیں کہ ان سے قبر میں سوال نہیں کیا جاے گا:

۱۔ انبیاء علیهم الصلاة والسلام

۲۔ صدیقین۔ جیسا کہ سیدنا صدیق اکبرؓ سید الصدیقین۔

صدّیقیت کا مرتبہ کم ملتا ہے؟ اور صدیقیت کا مرتبہ حق تعالی اس وقت مرحمت فرماتے ہیں جب کہ ذرہ کے برابر بھی دنیا کی محبت نہ رہے۔

شاہ عبد الرحیم رائپوری صدّیق تھے ہمارے حضرت قطب عالم شاہ عبد القادر صاحب رائے پوری نور اللہ مرقدہ نے فرمایا کہ

ہمارے حضرت شیخ شاہ عبد الرحیم صاحب رائے پوریؒ صدیقیت کے درجے پر تھے۔ حضرت کا بڑا اہم کتب خانہ تھا، چالیس بیگہ کا باغ تھا سب کچھ مدرسے میں دے دیا تھا۔ اور اپنے پہننے کے کپڑے بھی اپنے خادم خاص مولانا عبد القادر صاحب کو دے دیے تھے کہ مولوی عبد القادر جب تک زندگی ہے تم سے مانگ کر پہنتا رہوں گا۔ میں یہ نہیں چاہتا کہ میں اس حالت میں مروں کہ میری ملک میں دنیا کی کوئی چیز ہو۔ یہ ہے صدیقیت کا مرتبہ، علماء، فقہاء، صوفیا، مشائخ کو کوئی ہدیہ دے تو وہ خوش ہوتے ہیں مگر وہاں کسی کے ہدیہ لینے کی بھی ضرورت نہ تھی۔ حضرت شاہ عبد الرحیم صاحب پیشاب کے لیے تشریف لے گئے۔ ان کے تکیے کے نیچے کوئی پیسے رکھ گیا۔ اس زمانے میں چاندی کے روپے ہوتے تھے۔ حضرت جی نے آکر اپنی تسبیح اٹھائی اور جو دیکھا تو فوراً آواز دی کہ مولوی عبد القادر! یہ کون رکھ گیا؟ تو صدیقیت کا درجہ یہ ہے کہ غیر اللہ کو دل سے بالکل نکال دیا جائے۔

حضرت شاہ عبد الرحیم کا مرثیہ ان کے انتقال پر مولانا شبیر احمد صاحب عثمانیؒ نے مرثیہ کہا تھا اس کا ایک شعر یہ ہے:

اگر یہ مانتے ہو موت عالِم موت عالَم ہے
تو موتِ مرشدِ عالَم کا بولو نام کیا ہوگا؟

یہ عالم کے مرشد ہیں۔ جب کہ حدیث پاک میں ارشاد

فرمایا گیا ہے:

مَــوْتُ الْـعَـالِمِ مَـوْتُ الْعَـالَمِ

ترجمہ: ایک عالِم کا مرنا ایک عالَم کا مرنا ہے۔ تو جو پورے عالم کا مرشد ہے اس کی موت کو کیا کہو گے؟

کلیجہ منہ کو آجاتا ہے جب یہ سوچتا ہوں میں
کہ کیا کچھ حال تیرا اے اسیرِ مالٹا ہوگا؟

حضرت شیخ الہند اس وقت مالٹا میں انگریزوں کی قید میں تھے۔ جب کہ حضرت شاہ عبد الرحیم صاحب کا انتقال ہوا۔ اور دونوں میں بے انتہا محبت تھی۔ جب تشریف لے جا رہے تھے تو جو سیاسی اسکیم تھی اس کا ذمہ دار شاہ عبد الرحیم صاحب کو بنایا تھا۔

گئے ہو چھوڑ کر محمود کی اولاد کو کس پر؟
اگر ہوگا تو ہم کو آپ سے یہ ہی گلہ ہوگا

حضرت شیخ الہند[رح] نے تو جاتے ہوئے اپنی اولاد کو آپ کے حوالے کیا تھا۔ اور ہمیں تاکید کی تھی کہ شاہ صاحب سے مشورہ کر کے کام کرتے رہنا۔

چلے ہیں آپ اور محمود بھی آنے نہ پائے تھے
اسے تو غالباً دل آپ کا بھی جانتا ہوگا؟

ہمارے دلوں پر آپ کی جدائی سے کیا گزری یہ تو ہماری کیفیت نہیں آپ ہی خود غور فرمالیجیے گا کہ ہمارے اوپر کیا گزر رہی ہے؟

یہ ہیں صدیق جن سے قبر میں سوال نہیں ہو گا۔

۳۔ شہید، جو اللہ کی راہ میں لڑتا ہوا کافروں کے ہاتھ سے مارا گیا ہو۔

۴۔ مرابط۔ یعنی اسلامی سرحدوں کی حفاظت کرنے والا۔

۵۔ وہ شخص جو پیٹ کی بیماری میں مرا ہو۔ جیسے دست وغیرہ۔

۶۔ وہ شخص جو زمانۂ طاعون میں طاعون کے سوا کسی اور بیماری سے مرا ہو۔ جب کہ وہ طاعون کے مقام پر ہی صبر کے ساتھ ثواب کی امید پر رہتا رہا ہو۔

۷۔ بچہ، جو نابالغی کے زمانے میں فوت ہو گیا ہو۔

۸۔ جمعہ کی رات میں یا دن میں مرنے والا

۹۔ وہ شخص جو زمانۂ مرض میں سورۂ اخلاص پڑھتا ہو۔

۱۰۔ وہ شخص جو رات کو سورۂ ملک اور سورۂ سجدہ پڑھ کر سوتا ہو۔(۱۳۵)

حضرت موسیٰؑ کے دو وصف تو قصہ میں سنا رہا تھا کہ حضرت شعیب علیہ السّلام کی خدمت میں حضرت موسیٰ حاضر ہوئے تو دیکھتے ہی پہچان لیا دو صاحب زادیاں حضرت کے یہاں تھیں۔ ان میں سے ایک نے کہا کہ ابا جی! ان کو تو اپنے یہاں مزدور رکھ لیجیے گا۔ بڑا اچھا آدمی ہے۔ اس نے ہمیں پانی بھر کر دیا ہے۔ ہماری بکریوں کو پانی پلایا ہے۔ وہ بڑا کنویں کا ڈول اس نے اکیلے نے کھینچا ہے۔ یہ بڑا طاقتور بھی ہے۔ اور حیا والا بھی ہے۔ اس کو آپ اپنے یہاں ملازم رکھ لیجیے۔

(۱۳۵) ردالمحتار ج ۳ ص ۸۱

نبی را نبی می شناسد ابّا جان نے سر جھکا لیا کہ بیٹی ملازم نہیں اس کو تو میں سر کا تاج بنا کر رکھوں گا۔ اس کو میں اپنے یہاں بیگار میں اور ملازمت میں نہیں رکھوں گا بلکہ میں تو دو لڑکیوں میں سے ایک کا اس سے نکاح کروں گا۔ سیدنا شعیب علیہ السلام نے حضرت موسیٰ سے اس ارادے کا اظہار فرمایا کہ میں اپنی ایک لڑکی کا آپ سے نکاح کرنا چاہتا ہوں۔

حضرت موسیٰ کے نکاح کا مہر مگر شرط یہ ہے کہ آٹھ سال میری بکریاں چرانی پڑیں گی۔ اب میری لڑکیوں کے بس کی بات نہیں رہی کہ بکریاں چرائیں اور ان کو پانی پلا کر لائیں۔ اور اگر دس سال پورے کر دو تو بہت ہی اچھا۔ حضرت موسی نے دس سال بکریاں چرائیں۔ دس سال میں کتنے بیانت (بکریوں کے بچے) ہوے اور کتنی بکریاں ہوئیں کہ جنگل کا جنگل بھر گیا۔ دس سال جب پورے ہو گئے تو موسی علیہ السلام نے ارادہ فرمایا کہ آج بکریاں اپنے خسر حضرت شعیب علیہ السلام کے حوالے کر دوں اور بیوی کو رخصت کرا کر اپنے گھر چلوں۔ چناں چہ حضرت شعیبؑ سے اجازت چاہی۔ حضرت شعیب نے اجازت عطا فرمائی اور ساتھ ہی بکریوں کا وہ ریوڑ بھی ان کے حوالے کر دیا۔

بکریاں ہانکتے ہوے چل رہے ہیں۔ خبر نہیں کتنی ہوں گی؟

حضرت شعیب نے جس وقت چرانے کے لیے بکریاں مرحمت فرمائی تھیں اس سے دس بیس گنا زائد بکریاں ہو گئیں۔ تھامے تھمتی نہیں۔ روکے رکتی نہیں۔ ایک بکری ان میں سے بھاگ گئی۔ تو یہ نہیں کہ بھاگنے دو، یہ تو بہت ہیں۔ اگر انہوں نے ایک ہزار دی تھیں تو اب دس ہزار ہو گئیں۔ انہوں نے سو دی تھیں تو اب ایک ہزار ہو گئیں۔ دس گنی بڑھ گئیں اب کیا فرق پڑتا ہے۔ نہیں۔ بلکہ موسیٰ علیہ السلام اس کے پیچھے بھاگے۔ اور اللہ نے حضرت موسیٰ کو بھاری بھرکم بنایا تھا۔ بھاری آدمی جب دوڑتا ہے تو اس کا سانس پھول جاتا ہے۔ حضرت موسیٰ بھی تھک گئے اور بکری بھی ہانپنے لگی۔

حضرت موسیٰ کی بکری پر شفقت

حضرت موسیٰ کلیم اللہ نے کوئی میل سوا میل بھاگ کر بکری کو پکڑ لیا تو یہ نہیں کہا کہ تجھے قصائیوں میں بیچوں گا۔ تیرے پیسے بناؤں گا۔ بلکہ بکری کو اپنی گود میں بٹھایا۔ اور کہا کہ پیاری تو خود بھی تھکی اور تو نے مجھے بھی تھکایا۔ یہ الفاظ کہنے تھے کہ رحمت خداوندی جوش میں آگئی کہ یہ ہیں ہماری مخلوق کے اوپر ترس کھانے والے۔ جسے ایک بکری کے اوپر اتنی شفقت ہے وہ انسانوں پر کس قدر شفقت کرے گا۔ اسی رات نبوت مل گئی۔ اسی کو اللہ کے پیارے نبی فرما گئے ہیں:

اَلرَّاحِمُوْنَ یَرْحَمُهُمُ الرَّحْمٰنُ اِرْحَمُوْا مَنْ فِی الْاَرْضِ یَرْحَمُکُمْ مَنْ فِی السَّمَاءِ۔

میں سنا رہا تھا کہ سیدنا ابن عباسؓ نے اپنا اعتکاف توڑا۔ اور جوتے اٹھا کر چل دیے عرض کیا گیا کہ حضرت کا تو اعتکاف تھا؟ ارشاد فرمایا کہ ہاں! مجھے اپنا اعتکاف یاد ہے میں بھولا نہیں۔ میں نے اس قبر والے سے سنا ہے کہ جو ایک دن کا اعتکاف کرے گا اس کے اور جہنم کے درمیان میں تین خندقیں ایسی ایسی حائل ہو جائیں گی جیسا کہ زمین و آسمان کی دوری ہے۔ اور جو بھائی کی خدمت میں قدم اٹھائے گا اس کو میری مسجد کے دس سال کے اعتکاف کے برابر ثواب ملے گا۔ یہ نفلی اعتکاف ہے۔

بہر کیف! امام بخاری نے بخاری شریف کے ترجمۃ الباب میں آیت بیان کی ہے کہ قیامت میں ذرّے ذرے کا حساب ہو گا۔ اور ہر عمل کو میزان میں تولا جائے گا یہاں تک کہ حدیث پاک میں ہے کہ ایک صحابی حاضر خدمت ہوے۔ اور عرض کیا کہ اے اللہ کے نبی! میرے کچھ غلام ہیں۔ وہ میرے ساتھ جھوٹ بولتے ہیں۔ اور میرے مال میں چوری کرتے ہیں۔ جو کام میں ان کے سپرد کرتا ہوں کبھی انجام نہیں دیتے۔ مجھے ان پر غصہ آتا ہے۔ میں ان کو برا بھلا کہتا ہوں۔ اور مار بھی دیتا ہوں میرا اور ان کا حساب حشر کے میدان میں کیسے ہو گا؟ فرمایا: قیامت کے دن ان

کے تیرے ساتھ خیانت کرنے، اور تیری نافرمانی کرنے اور تیرے ساتھ جھوٹ بولنے اور تیرے ان کو سزا دینے کا حساب ہوگا اگر تیرا ان کو مارنا ان کے قصور سے زائد ہے تو ان کو تجھ سے بدلہ دلوایا جائے گا۔ اور اگر تیرا مارنا ان کے قصور سے کم ہے تو ان سے مزید بدلہ دلوایا جائے گا۔ اور اگر جتنا ان کا قصور تھا اتنی تم نے سزا دی ہے تو تمہیں برابر سرابر چھوڑ دیا جائے گا۔ اور کسی کو کسی سے بدلہ نہیں دلوایا جائے گا۔ پس وہ صحابی رونے لگے یہاں تک کہ ان کی چیخ نکل گئی تب جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کیا تم نے حق تعالی کا یہ ارشاد گرامی نہیں پڑھا:

وَنَضَعُ الْمَوَازِيْنَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ اِلٰى قَوْلِهٖ تَعَالٰى وَكَفٰى بِنَا حَاسِبِيْنَ۔ (۱۳۶)

اور ہم انصاف کی ترازو رکھیں گے۔ یہاں موازین، جمع کا صیغہ کیوں استعمال فرمایا؟ کیا ہر امت کے لیے علاحدہ میزان ہوں گی، یا کیا؟ انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام کے اعمال کا تو وزن نہیں ہوگا۔ لیکن ان کی امتوں کے لیے کیا علاحدہ علاحدہ میزان ہیں۔؟

اس میں علماء کے مختلف اقوال ہیں۔

ایک قول یہ ہے کہ اس میزان کی عظمت کو ظاہر کرنے

---

(۱۳۶) رواه الترمذي وقال هذا حديث غريب لا نعرفه الا من حديث عبد الرحمن بن غزوان وقد روى احمد بن حنبل عن عبد الرحمن بن غزوان هذا الحديث، ج۲ ص ۱۴۹، ابن كثير ج ۳ ص ۲۲۳، مشكات ص ۴۸۶

کے لیے جمع کا لفظ استعمال فرمایا گیا ہے

دوسرا قول یہ ہے کہ ہر عمل کے لیے جدا جدا میزان ہو گی نماز کی میزان الگ ہو گی۔ روزے کی ترازو الگ ہو گی۔ زکات کی میزان الگ ہو گی۔ اور اسی طرح ہر عمل کی الگ میزان ہو گی۔

تیسرا قول یہ ہے کہ ہر امت کے لیے جدا جدا میزان ہوں گی۔ حضرت نوح کی امت کے لیے الگ میزان ہو گی۔ حضرت موسیٰ کی امت کے لیے الگ میزان ہو گی۔ حضرت عیسی کی امّت کے لیے الگ میزان ہو گی۔ امّت محمدیہ کے لیے میزان الگ ہو گی۔ اسی لیے جمع کا لفظ استعمال فرمایا۔

چوتھا قول یہ ہے کہ چوں کہ اس میزان میں وزن کیے جانے والے اعمال متعدد ہوں گے اس لیے جمع کا لفظ استعمال فرمایا گیا ہے۔(۱۳۷)

بہر کیف! آگے حدیث میں ہے کہ جب ان صحابی نے یہ آیت سنی تو عرض کیا: اے اللہ کے رسول! میں اپنے اور ان کے لیے اس سے بہتر کچھ نہیں سمجھتا کہ ان کو اپنے سے جدا کر دوں۔ آپ گواہ رہیں میں نے ان سب کو آزاد کر دیا۔

اور اعمال کا وزن ہونے میں کوئی اشکال نہیں۔ پرانے

---

(۱۳۷) ابن کثیر ج ۳ ص ۲۲۱

زمانے میں جب تک درجۂ حرارت، ہوا کی رفتار کی پیمائش کرنے کے آلات ایجاد نہیں ہوئے تھے جب تک تو یہ باتیں سمجھانے میں ذرا دقت ہوتی تھی۔ لیکن آج جب کہ حرارت کی تھرمامیٹر کے ذریعہ پیمائش کی جاسکتی ہے۔ اور ہوا میں رطوبت اور یبوست کے تناسب کو معلوم کیا جاسکتا ہے تو پھر اعمال کے وزن کیے جانے پر کوئی اشکال نہیں ہو سکتا اور نہ ان باتوں کو عقل سے بعید کہا جا سکتا۔ کیوں کہ یہ سب چیزیں اعراض ہی کے قبیل سے ہیں۔ اور جب انسان اپنی محدود عقل سے اعراض کی پیمائش اور وزن کر سکتا ہے تو پھر اس مالک الملک کے لیے ان باتوں کے ماننے میں کیا اشکال رہ جاتا ہے؟

8755602256 دین کی باتیں گروپ محمد شہزاد کیرانوی

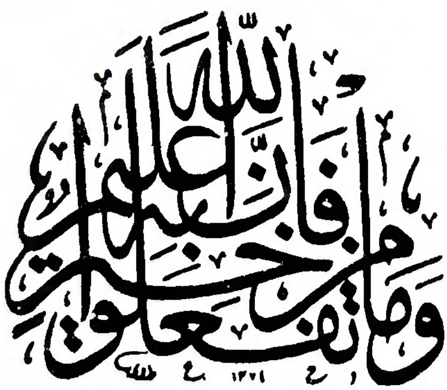

تقریر نمبر ٦ حق تعالیٰ کی لامحدود مخلوقات

کل میں عرض کر رہا تھا کہ اللہ عزاسمہ نے بے شمار مخلوق پیدا فرمائیں۔

فرشتوں کی تقابلی تعداد لیکن جن مخلوقات کا قرآن پاک میں اور احادیث رسول میں تذکرہ فرمایا ہے ان میں سب سے زیادہ کثیر تعداد فرشتوں کی ہے جن کی تعداد کا نہ کوئی تصور کر سکتا ہے۔ اور نہ کوئی عدد ہے کہ اس عدد کے ساتھ ان کی شمار کو بتلایا جا سکے۔

امام فخر الدین رازی نے تفسیر کبیر میں نقل کیا ہے:

کہ عالم کے اندر جتنے بھی انسان ہیں ارب ہیں یا کھرب ہیں، پچاس کھرب ہیں یا جتنے بھی ہیں اس کا علم کسی کو نہیں۔ اور بعض اشخاص نے جو تعداد بتلائی ہے وہ ان اشخاص کی بتلائی ہے جہاں تک ان کی رسائی ہے۔

یاجوج ماجوج کی کثرت بہت سے نفوس ایسے ہیں کہ ہیں تو آدم علیہ السلام ہی کی اولاد لیکن ہمیں ان کا علم نہیں ہے۔ ان کو ہمارا علم نہیں ہے۔ اور وہ یاجوج ماجوج ہیں۔ (۱۳۸) قرآن پاک میں اجمالی طریقے سے ارشاد فرمایا گیا ہے:

(۱۳۸) وقد حکی النووی: فی شرح مسلم، عن بعض الناس ان یا جوج وما جوج خرجوا من منی خرج من آدم فاختلط بالتراب فخلقوا من ذالك فعلی هذا یکونون مخلوقین من آدم و لیسوا من حواء، وهذا قول غریب جداً، ثم لا دلیل علیه لا من عقل ولا من نقل۔ ابن کثیر ج ۳ ج ۱۲۷

حَتّٰی اِذَا فُتِحَتْ یَاْجُوْجُ وَمَاْجُوْجُ وَهُمْ مِنْ کُلِّ حَدَبٍ یَّنْسِلُوْنَ (۱۳۹)

جب یاجوج ماجوج کو کھول دیا جائے گا۔ اب تو وہ مقید ہیں اور ہمارے اور ان کے درمیان ایک دیوار حائل ہے۔ اس دیوار کی وجہ سے وہ ادھر نہیں آسکتے۔ جس وقت میں وہ دیوار توڑ دی جائے گی اور ان کو کھول دیا جائے گا تو ہر ٹیلے اور ہر دریا پر وہی نظر آئیں گے۔ جس دریا پر پہنچیں گے اگلے اس دریا کا پانی پی کر ایسا خشک کردیں گے کہ پچھلے کہیں گے کہ کبھی اس دریا میں پانی ہی نہیں ہوا۔ ابھی ان کی قطار اور جماعت آہی رہی ہے اگلوں نے اس میں سے پانی پی کر بالکل ایسا خشک کر دیا ہے کہ اس میں نہ پانی باقی رہا اور نہ پانی کا نام و نشان موجود رہا۔

اور یہ بحیرۂ طبریہ کا حال ہوگا جو سمندروں میں بڑا سمندر ہے (۱۴۰) جس میدان میں گزر جائیں گے اس میدان میں نہ کوئی درخت چھوڑیں گے۔ نہ کوئی گھاس چھوڑیں گے۔ ہر چیز کو کھا جائیں گے۔

یاجوج ماجوج کی عمریں علماء نے بیان فرمایا کہ ان کی عمریں بھی بڑی طویل ہیں۔ ان میں کسی کو موت نہیں آتی۔ جب تک کہ اپنی

(۱۳۹) سورۂ انبیاء آیت ۹۶

(۱۴۰) ابن کثیر ج ۳ ص ۲۳۸

اولاد کا سلسلہ ہزار تک نہیں دیکھ لیتا۔ بیٹے، پوتے، پڑپوتے، جب تک ان کی تعداد ایک ہزار تک نہیں پہنچ جاتی جب تک ان کو موت نہیں آتی۔ غرض بہت بڑی تعداد ہے ان کی تعداد کا کوئی اندازہ نہیں۔

ایک سفر کا نصیحت آموز واقعہ ایک حدیث پاک میں ہے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک سفر میں تشریف لے جارہے ہیں۔ صحابہ کرامؓ نے رسول پاک علیہ الصلاۃ والسلام کے آرام فرمانے کے لیے ایک چھوٹا سا خیمہ جو ساتھ تھا لگا دیا اس میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آرام فرمانے لگے۔ تھوڑا وقت گزرا کہ صحابۂ کرام کے مجمع میں تشریف لائے۔ اور سورۂ حج کی ابتدائی آیات تلاوت فرمائیں:

يَآيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمْ (اِلٰى قَوْلِهٖ تَعَالٰى) وَلٰكِنَّ عَذَابَ اللّٰهِ شَدِيْدٌ۔ (۱٤۱)

قرب قیامت کے بعض احوال اے لوگو! اپنے رب کے احکام کا لحاظ رکھو، اپنے رب کے احکام کے مطابق اپنی زندگی گزارو، قیامت کا زلزلہ بڑا سخت ہے۔ جس دن کہ اے انسان! اے غفلت میں پڑے ہوئے نادان انسان! اے سوئے ہوئے انسان! تو دیکھے گا کہ وہ دن ایسا ہولناک ہوگا ہر دودھ پلانے والی عورت اپنے بچے کو

(۱۴۱) سورۂ حج آیت ۱، ۲

بھول جائے گی۔ اور ہر حمل والی اس دن کی ہولناکی کی وجہ سے اپنے حمل کو گرادے گی۔ ان کے حمل گر جائیں گے۔ اور تو لوگوں کو مدہوش دیکھے گا اور ہوش و حواس ان کے جاتے رہیں گے۔ لیکن حقیقت میں وہ کسی نشے وغیرہ کی وجہ سے بے ہوش نہیں ہوں گے۔ لیکن ان کی آنکھوں کے سامنے اللہ کا سخت عذاب ہو گا۔ اس عذاب نے ان کے ہوش و حواس اڑادیے ہوں گے۔ یہ آیت شریفہ تلاوت فرمائی، اور ارشاد فرمایا:

اَیُّھَا النَّاسُ اَتَدْرُوْنَ اَیَّ یَوْمٍ ذَالِکَ؟

اے لوگو! جانتے بھی ہو یہ دن کون سا ہے؟ جس دن کی ہولناکی کو اللہ عز اسمہ نے ان آیتوں میں ارشاد فرمایا ہے تمہیں خبر بھی ہے؟ کچھ پتہ بھی ہے یہ کون سا دن ہے؟ صحابہؓ کرام نے عرض کیا: اللہ اور اس کے رسول زیادہ جاننے والے ہیں۔ ارشاد فرمایا: کہ حشر کے میدان میں تمام اولین، تمام آخرین، تمام انسان، تمام جنّات، تمام حیوانات، تمام فرشتوں کو جمع کیا جائے گا۔ سارے کے سارے جب اکھٹے ہو جائیں گے ایک پیٹ میں مرنے والا بچّہ بھی باقی نہیں بچے گا۔ جو بَچّہ پیٹ میں مر چکا ہے اور پیٹ میں مرنے کے بعد اس کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے نکالا ہے۔ اس کو بھی وہاں حاضر کیا جائے گا۔ سب کے اکٹھا ہو جانے کے بعد حق تعالیٰ ارشاد فرمائیں گے: اے آدم! حضرت آدم عرض کریں گے:

لَبَّیْكَ رَبَّنَا وَسَعْدَیْكَ وَالْخَیْرُ فِیْ یَدَیْكَ

میں حاضر ہوں اے پاک پروردگار! میں حاضر ہوں۔ اور ہر قسم کی خیر اور بھلائی آپ ہی کے لیے ہے۔

جنّتیوں اور جہنّمیوں کی تقسیم | حق تعالیٰ ارشاد فرمائیں گے:

اِبْعَثْ، بَعْثَ النَّارِ - اپنی اولاد میں سے جہنم میں جانے والوں کو جدا کردو۔ تم باپ ہو۔ یہ تمہاری اولاد ہے۔ باپ اپنے بیٹے کو زیادہ جانتا ہے اپنی اولاد میں سے جو جہنم میں جانے والے ہیں ان کو جنت میں جانے والوں سے جدا کردو۔ یہ تقسیم کا کام تمہارے ذمہ کیا جارہا ہے۔ آدم علیہ الصلاۃ والسلام عرض کریں گے کہ اے رب کریم! جہنم میں جانے والے کتنے ہیں؟ کس تناسب سے ان کو جدا کیا جائے؟ حق تعالیٰ ارشاد فرمائیں گے ہر ہزار میں سے نو سو ننانوے جہنم میں جانے والے ہیں۔ ایک جنت میں جانے والا ہے۔ ایک ہزار میں سے نو سو ننانوے کو جہنّم میں ڈال دو اور ایک کو جنت کے لیے رکھ لو۔ جس وقت حق تعالیٰ کا یہ ارشاد گرامی ہوگا۔ لوگوں کے ہوش وحواس جاتے رہیں گے۔ انسان کھڑے کھڑے گر جائیں گے۔ اسی کو فرمایا گیا:

وَتَرٰی کُلَّ اُمَّةٍ جَاثِیَةً۔ کُلُّ اُمَّةٍ تُدْعٰٓی اِلٰی کِتٰبِهَا (۱۴۲)

دیکھے گا تو اے نادان انسان! ہر جماعت کو گھٹنوں کے بل گرا ہوا۔

(۱۴۲) سورۂ جاثیہ آیت ۲۸

ایک جگہ پر ارشاد ہے:

وَجِایْٓءَ یَوْمَئِذٍ بِجَهَنَّمَ یَوْمَئِذٍ یَّتَذَکَّرُ الْاِنْسَانُ وَاَنّٰی لَهُ الذِّکْرٰی۔ (۱۴۳)

انسان کی آنکھیں کب کھلیں گی؟ جس دن کہ جہنم کو لایا جائے گا۔ اس دن انسان نصیحت حاصل کرے گا۔ اس وقت میں اس سوتے ہوے کی آنکھ کھلے گی۔ جو غفلت کی نیند سو رہا ہے یہ اس وقت میں جاگے گا۔ لیکن اس وقت کا جاگنا کوئی فائدہ نہیں دے گا۔ ارے مرنے سے پہلے اگر کوئی جاگ جائے اور نصیحت حاصل کرلے یہ تو فائدہ دے گی۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے:

جاگ مسافر سونے والے آئی قضا کی ریل

ارے قضا کی ریل آرہی ہے۔ اس ریل کے آنے سے پہلے پہلے اگر تو جاگ جائے گا تو کامیاب ہو جائے گا۔ ورنہ انتہائی خسارہ ہے۔

غرض یہ کہ جس وقت حق تعالی آدم علیہ السلام کو ارشاد فرمائیں گے کہ اپنی اولاد میں سے ہر ہزار میں سے نوسو ننانوے کو جہنم کے لیے الگ کردو۔ اور ایک کو جنت کے لیے الگ کردو۔ تو لوگوں کے ہوش وحواس جاتے رہیں گے۔ (۱۴۴)

زلزلہ قیامت سے پہلے ہے یا بعد میں؟ اسی کیفیت کو حق

---

(۱۴۳) سورہ فجر آیت ۲۳
(۱۴۴) ابن کثیر ج ۳ ص ۲۵۰، مشکات ص ۵۸۳

تعالیٰ نے ان آیات کے اندر بیان فرمایا۔ اگرچہ مفسّرین کا ان آیات کے بارے میں اختلاف ہے کہ یہ جو زلزلے کی خبر دی گئی ہے یہ زلزلہ (بڑا بھونچال) یہ قیامت سے پہلے ہے یا بعد میں؟

اگر یہ قیامت کے بعد ہے تو وہاں حاملہ اور دودھ پلانے والی عورتیں کہاں ہوں گی؟ یہ ان حضرات کے قول پر اشکال ہوتا ہے جنہوں نے فرمایا کہ یہ زلزلہ نفخ صور کے بعد کا ہے جب کہ دوبارہ صور پھونکا جائے گا۔

دوبارہ زندہ کیے جانے کی صورتیں مگر اس کا جواب کوئی زیادہ مشکل نہیں ہے۔ حدیث پاک میں ارشاد فرمایا گیا ہے:

اِنَّکُمْ تُحْشَرُوْنَ کَمَا تَمُوْتُوْنَ۔

تمہیں اسی حالت میں اٹھایا جائے گا جس حالت میں تمہیں موت آئے گی۔

حاملہ عورت کو اگر حالتِ حمل میں موت آئی ہے تو حالت حمل میں اس کو اٹھایا جائے گا اور حشر کے دن کی ہولناکی کو دیکھ کر اس کا حمل وضع ہو گا۔

دودھ پلانے والی عورت ہے اس کو دودھ پلانے کی کیفیت میں اٹھایا جائے گا۔ اور وہ قیامت کی ہولناکی کو دیکھ کر اپنے اس دودھ پیتے بچے کو، اپنے اس لال کو جس کے لیے اپنے آپ کو مشقت

میں ڈالتی تھی۔ اور ساری ساری رات بیٹھ کر اس کو تھپکیاں دیتی تھی اس بچّے کو بھول جائے گی۔

معاذ اللہ معاذ اللہ

اگر معصیت کرتے ہوے کسی کو موت آئی ہے تو معصیت کرتا ہوا اٹھے گا۔ شراب کے نشے میں اگر کسی کو موت آئی ہے تو شراب کے نشے میں اس کو اٹھایا جائے گا۔

چوری کے لیے نقب لگاتے ہوے دیوار گر گئی ہے اور اسی وقت اس کو موت آگئی ہے تو اس کو اسی طرح چوری کرتے ہوے اٹھایا جائے گا۔

اگر کسی کی سجدے کی حالت میں موت آئی ہے تو وہ قیامت کے دن سجدے ہی سے اپنے رب کریم کے حضور میں سر اٹھائے گا۔

غرض یہ کہ جس حالت میں جس کو موت آئے گی اسی حالت میں اس کو اٹھایا جائے گا۔

اسی کو فرمایا: اِنَّكُمْ تُحْشَرُوْنَ كَمَا تَمُوْتُوْنَ۔ تم اس حالت میں اٹھائے جاؤ گے جس حالت میں تمھیں موت آئے گی۔

بعض علماء نے کہا ہے کہ یہ آیت شریفہ قیامت میں نفخ صور سے پہلے جو زلزلے آئیں گے۔ اور صور کی وجہ سے جو پہاڑ اڑیں گے۔ اور ان کی چٹانیں ٹکرائیں گی۔ اور ان میں دھماکا پیدا ہوگا۔ جیسا کہ ہزار توپیں کسی نے ایک ساتھ چلادی ہیں۔ ان کے

دھماکے کی بھی کوئی حیثیت نہیں جو حشر کے دن پہاڑوں کے چٹانوں کے ٹکرانے سے پیدا ہوگی اور جو دھماکا ہوگا۔ اس کی دہشت کی وجہ سے یہ حالت پیش آئے گی۔ اس کے متعلق یہ آیت ہے۔

علماء کے دونوں قول ہیں۔ (۳۰)

غرض جس وقت جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ہزار میں سے نوسو ننانوے جہنم میں جائیں گے تو صحابہ کرام کی عجیب کیفیت ہوگئی بعض تو زار وقطار رو رہے ہیں۔ اور بعض کی دہاڑیں نکل گئی ہیں۔ اور بعض بالکل مبہوت ہوگئے۔

امّت محمدیہ کے جنتیوں کی تعداد

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے خیمہ مبارک میں تشریف لے گئے۔ تھوڑی دیر کے بعد دوبارہ تشریف لائے۔ اور ارشاد فرمایا: تمہارے لیے خوش خبری ہے کہ جنت میں جانے والوں میں تہائی تم ہو اور دو تہائی میں دوسرے انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام ہیں۔ صحابہ کرام کو کچھ تسلی ہوئی اور تکبیر (اللہ اکبر) کا نعرہ بلند کیا۔ تھوڑی دیر توقف فرمانے کے بعد پھر ارشاد فرمایا: تمہارے لیے خوش خبری ہے کہ جنت میں جانے والوں میں آدھے تم ہو اور آدھے میں جملہ انبیا علیہم السلام کی امتیں ہیں۔ صحابہ کرام کو اور زیادہ تسلی ہوئی۔ اور پھر اور زیادہ زور سے تکبیر کا نعرہ بلند کیا، تھوڑی دیر توقف فرمانے کے بعد میں

پھر ارشاد فرمایا کہ تمہارے لیے خوش خبری ہے۔ جنت میں جانے والوں میں دو تہائی میں تم ہو اور ایک تہائی میں جملہ انبیا علیھم السلام کی امتیں ہیں۔ صحابۂ کرام نے اور زیادہ زور سے نعرۂ تکبیر بلند کیا۔(۱۴۵) صحابۂ کرام نے عرض کیا کہ اے اللہ کے نبی! جنّت میں جانے والے ہم اتنے ہوں گے۔

جنّت میں جانے والوں کی صفیں جیسا کہ پرسوں میں نے عرض کیا تھا صحیح مسلم کی روایت ہے کہ جنت میں جانے والوں کی ایک سو بیس صفیں بنادی جائیں گی۔ ان میں اسی صفیں میری امت کی ہوں گی۔ اور چالیس صفیں جملہ انبیا علیھم الصلاۃ والسلام کی امتوں کی ہوں گی۔ یعنی تہائی میں ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیا علیھم السلام کی امتیں ہوں گی۔ اور دو تہائی میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امّت ہو گی۔(۱۴۶)

اہل جنّت کی صفوں کی لمبائی لیکن وہ صفیں کتنی لمبی اور چوڑی ہوں گی؟ اس کی لمبائی اور چوڑائی کی پیمائش حدیث پاک میں نہیں فرمائی گئی۔ امام غزالیؒ نے کشف علوم آخرہ میں بیان فرمایا ہے کہ ایک ایک صف کی لمبائی چالیس چالیس ہزار سال کی ہو گی۔

---

(۱۴۵) تفسیر ابن کثیر ج ۳ ص ۱۵۱، ۲۵۰ مطبوعہ بیروت، مشکات ص ۴۸۳

(۱۴۶) اهل الجنة عشرون ومائة صف ثمانون منها من هذه الامة واربعون من سائر الامم رواه الترمذی، وقال هذا حديث حسن، ج ۲ ص ۸۱، مشكات ص ۴۹۸

سوال پیدا ہو گا کہ وہ ہوں گی کہاں؟ جب کہ یہ بتلایا جاتا ہے کہ مشرق سے مغرب تک اور شمال سے جنوب تک پانچ پانچ سو سال کا فاصلہ ہے۔ تو پھر ایسی کون سی جگہ ہے جہاں چالیس ہزار سال لمبی صف آجائے گی۔؟

جواب یہ ہے کہ دنیا ہی کے اندر تو اتنا فاصلہ ہے۔ حشر کے میدان میں جب اس زمین اور آسمان کو دوسری زمین اور آسمان سے بدل دیا جائے گا۔ تو ان کا طول وعرض اس سے بہت زیادہ ہو گا۔ جیسا کہ قرآن کریم میں ہے:

يَوْمَ تُبَدَّلُ الْاَرْضُ غَيْرَ الْاَرْضِ وَالسَّمٰوٰتُ وَبَرَزُوا لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ۔(١٤٧)

جس دن کہ زمین کو دوسری زمین سے بدل دیا جائے گا۔ اور آسمان بھی بدل دیا جائے گا۔ اور وہ اللہ عزاسمہ کے سامنے حاضر کیے جائیں گے جو اکیلے ہیں۔ اور زبردست ہیں۔

مخلوق کے حساب کا وقت

اور اتنی مخلوق کا حساب کتنے وقت میں لے لیا جائے گا؟ ہمارا حال تو یہ ہے کہ اگر ایک دن کی کارگزاری سنانے لگیں تو ڈھائی گھنٹے لگیں گے۔ صبح سے لے کر شام تک ہم نے کیا کیا، کیا؟ کیا باتیں کی؟ کیا کھایا؟ کیا پیا؟ کتنا پانی استعمال کیا؟ مگر حق تعالیٰ مخلوق کا حساب اتنے وقت میں لے لیں گے کہ بکری کا

---

(۱۴۷) سورۂ حجر آیت ۴۸

دودھ دوہنے میں بھی اتنا وقت نہیں لگتا۔

حضرت علیؓ سے ایک یہودی عالم نے یہ سوال کیا کہ علی! تمہارے بارے میں بڑی شہرت ہے کہ بڑے سمجھ دار ہو۔ ہمیں ایک بات بتاؤ کہ حق تعالیٰ مخلوق کا حساب الگ الگ لیں گے ؟ یا اکٹھے ہی لیں گے ؟ اگر علاحدہ علاحدہ حساب لیں گے تو ایک ہی آدمی کا حساب لینے کے لیے سالہا سال کی ضرورت ہے۔ اور اگر سب کا اکٹھا لیں گے تو وہاں اُس بھیڑ بھاڑ میں پتہ بھی نہیں چلے گا کہ عمر نے کیا کہا؟ زید نے کیا کہا؟ وہ یہودی سمجھ رہا تھا کہ میرا سوال ایسا ہے کہ علی مرتضیٰؓ سر کھجلانے لگیں گے۔ مگر علی مرتضیٰؓ نے رسول پاک علیہ الصلاۃ والسلام کے جوتے اٹھائے تھے جن کو خداوند قدوس نے اپنی ذات و صفات اور آخرت کا سب سے زیادہ علم عطا فرمایا تھا۔ حضرت علیؓ نے جواب دیا کہ اللہ عز اسمہ ایک وقت میں سب کا حساب لے لیں گے۔ اور اتنے وقت میں حساب ہو جائے گا کہ بکری کا دودھ دوھنے میں بھی اتنا وقت نہیں لگتا۔ اس یہودی نے کہا کہ وہاں تو خلط ہو جائے گا (یعنی آواز ایک دوسرے کے ساتھ رل مل جائے گی) پتہ بھی نہیں چلے گا۔ حضرت علیؓ نے فرمایا: جب وہ مالک الملک! پوری مخلوق کو روزی عطا فرمارہے ہیں۔ جس کے لیے جتنی مقرر فرمائی ہے وہ اس کو پہنچ رہی ہے۔ اور اس پہنچانے میں کوئی مغالطہ اور بھول نہیں لگتی۔ یہ نہیں ہوتا کہ کسی کی روٹی کسی کو پہنچ جائے۔؟

تو فرمایا کہ جب اس مالک کو روزی پہنچانے میں کوئی بھول نہیں لگتی تو اس مالک الملک کے لیے حساب لینے میں بھی کوئی مغالطہ نہیں ہوگا۔ یہ ہمارا علم ناقص ہے کہ دو چار کی باتیں بھی ہم نہیں سن سکتے۔ وہ مالک وہ قادر مطلق ان کا علم کامل و مکمل ہے وہ ہر ہر شخص کی حالت کو پوری طرح ملاحظہ فرما رہے ہیں۔ اور ہر شخص کی کیفیت کو پورے طریقے سے جان رہے ہیں۔ اس میں ان کو نہ کوئی خلط ہو سکتا ہے نہ بھول ہو سکتی ہے۔ حدیث پاک میں ہے:

اَلْبِرُّ لَا یُبْلٰی، وَالذَّنْبُ لَا یُنْسٰی، وَالدَّیَّانُ لَا یَمُوْتُ، فَاعْمَلْ مَاشِئْتَ، کَمَا تُدِیْنُ تُدَانُ۔(۱۴۸)

رسول پاک علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ نیکی کبھی پرانی نہیں ہوتی، اور گناہ کبھی بھلایا نہیں جاتا، اور بدلہ دینے والی ذات عالی کبھی فنا نہیں ہوگی۔ یہ تین باتیں ذہن نشین کرنے کے بعد اب تجھے اختیار ہے کہ جو چاہے کر، بھلا کر یا برا کر، جنت کی طرف قدم اٹھا، یا جہنم کے اندر گر، تجھے اختیار ہے، ہم زیادہ تجھ پر اصرار نہیں کرتے۔ جیسا کرے گا ویسا بھرے گا۔

بہر کیف! عرض میں کر رہا تھا کہ صحابہ کرام نے عرض کیا کہ جب ہزار میں سے نو سو ننانوے جہنم میں جائیں گے اور ایک جنت میں جائے گا تو پھر جنت میں جانے والوں کی اتنی تعداد کہاں سے

---

(۱۴۸) کشف الخفاء ج ۲ ص ۱۲۶

ہو جائے گی؟ تب جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تمہاری مثال جنت میں جانے والوں کے مقابلے میں ایسی ہو گی جیسا کہ ایک سفید رنگ کا بیل ہے۔ اور اس میں دو چار بال کہیں کالے بھی ہیں۔ صحابہ کرام نے پھر عرض کیا پھر جہنم میں جانے والوں کی اتنی تعداد کہاں سے آجائے گی؟

فرمایا: یاجوج ماجوج کی جو قوم ہے وہ ساری کی ساری جہنم ہی کے اندر دھکیل دی جائے گی سوائے ان لوگوں کے جو ان میں سے ایمان لائے ہیں۔ (۱۴۹)

مولانا ابوالکلام آزاد نے اپنی تفسیر میں بڑے زور لگائے ہیں کہ مغل جو ہیں یہ ان ہی میں سے ہیں۔ ان کے بائیس فرقے تھے۔ ایک تو دیوار سے اِدھر رہ گیا تھا وہ ترکی مغل ہیں۔ اور بقیہ دیوار کے پیچھے ہیں۔

یاجوج ماجوج کی عجیب کیفیت ان کی کیفیت بھی قرطبی نے عجیب و غریب بیان کی ہے۔ یہاں تک کہ ان کے یہاں نہ شادی بیاہ کا رواج ہے اور نہ پھیرے پھرنے کا کوئی طریقہ ہے۔ ان کے یہاں تو یہ ہے کہ جس کو چاہو استعمال کر لو۔ نہ ان کے یہاں مردوں کے جلانے اور دفنانے کا کوئی رواج ہے۔ کوئی اگر مر گیا ہے تو یہ کرتے ہیں کہ اس کا تھوڑا حصہ کاٹ کر سب کھالو۔ جیسا کہ

(۱۴۹) ابن کثیر ج ۳ ص ۵۱، ۲۵۰، مشکات ص ۴۸۳

مرغی کو دیکھا ہوگا کہ وہ بعض مرتبہ اپنے مرے ہوئے بچے کو کھالیتی ہے۔ تو یاجوج ماجوج کی قوم میں بھی یہی ہوتا ہے۔

مخلوقات کی تخمینی تعداد

تو میں عرض کر رہا تھا کہ فخرالدین رازی نے بیان فرمایا کہ دنیا کے اندر جتنے انسان ہیں جن کی تعداد کو کوئی بتلا ہی نہیں سکتا۔ یہ نہیں کہ جو چلے گئے یا جو آنے والے ہیں بلکہ جو موجود ہیں ان کی تعداد کو بھی کوئی نہیں بتلا سکتا۔ اور جتنے انسان ہیں ان سے دس گنا زائد جنّات ہیں۔ اور انسان اور جنّات کی جتنی تعداد ہے ان کا مجموعہ کرنے کے بعد دس گنے زائد وہ جانور ہیں جو زمین کے اوپر یا زمین کے سوراخوں میں رہنے والے ہیں۔ اور ان جانوروں سے دس گنے زائد وہ جانور ہیں جو اڑنے والے جانور ہیں۔ اور ان جانوروں سے دس گنے زائد وہ جانور ہیں جو سمندروں کے اندر رہنے والے ہیں۔ اور سب کا مجموعہ کرنے کے بعد اڑنے والے جانور بھی، اور سمندر کے جانور بھی، اور سارے انسان بھی، اور سارے جنات بھی، اور سارے حشرات الارض بھی سب کا دس گنا کرنے کے بعد میں وہ فرشتے ہیں جو اس عالم دنیا کے اندر ہیں۔

کمپیوٹر والوں کی عاجزی

بہت سے اشخاص یہ کہتے ہیں کہ ہم نے کمپیوٹر کا حساب سیکھ رکھا ہے۔ اور دعوا کرتے ہیں کہ ہم حساب ذرا سی دیر میں بتلا دیتے ہیں۔ بلالو دس بیس کمپیوٹر والوں کو، جو بڑی

ڈینگیں (بڑائی اور شیخی) مارتے ہیں۔ اور بڑے نعرے لگاتے ہیں۔
بارش کا ہر قطرہ ایک فرشتہ لے کر آتا ہے۔ بارش کے بارے میں حدیث پاک میں بتلایا گیا ہے کہ ایک ایک قطرے کو ایک ایک فرشتہ لے کر آتا ہے۔ کوئی بارش کے قطروں کو گن سکتا ہے۔؟ اور یہ بارشیں دنیا میں ہر وقت ہوتی رہتی ہیں۔ کبھی کہیں، اور کبھی کہیں، اتنے فرشتے تو دنیا کے ہیں اور دنیا کے فرشتوں سے دس گنا زائد پہلے آسمان کے فرشتے ہیں۔ اور پہلے آسمان کے فرشتوں سے دس گنا زائد دوسرے آسمان کے فرشتے ہیں۔ اور اسی طرح دس گنا زائد ہوتے چلے گئے ہیں۔ یہاں تک کہ تمام فرشتوں سے دس گنا زائد کرسی کے فرشتے ہیں۔ اور کرسی سے دس گنا زائد عرش کے فرشتے ہیں۔ عرش الٰہی کے اوپر جو پردے پڑے ہوئے ہیں اور اس کے بعد عرش الٰہی کے چاروں طرف جو فرشتے ہیں ان کو تو کوئی بیان کر ہی نہیں سکتا۔ جن کا تذکرہ قرآن کریم میں ہے:

اَلَّذِيْنَ يَحْمِلُوْنَ الْعَرْشَ وَمَنْ حَوْلَهٗ يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَيُؤْمِنُوْنَ بِهٖ وَيَسْتَغْفِرُوْنَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَا وَسِعْتَ كُلَّ شَيْءٍ رَّحْمَةً وَّعِلْمًا فَاغْفِرْ لِلَّذِيْنَ تَابُوْا وَاتَّبَعُوْا سَبِيْلَكَ وَقِهِمْ عَذَابَ الْجَحِيْمِ۔ (۱۵۰)

ترجمہ: جو فرشتے عرش کو اٹھائے ہوئے ہیں اور جو فرشتے

---

(۱۵۰) سورۂ مومن آیت ۸

اس کے چاروں طرف ہیں وہ اپنے رب کی تسبیح و تحمید کرتے رہتے ہیں۔ اور اس پر ایمان رکھتے ہیں۔ اور ایمان والوں کے لیے استغفار کرتے رہتے ہیں۔ کہ اے ہمارے پروردگار! آپ کی رحمت اور علم ہر چیز کو شامل ہے سو ان لوگوں کو بخش دیجیے جنہوں نے توبہ کر لی ہے۔ اور آپ کے راستے پر چلتے ہیں۔ اور ان کو جہنم کے عذاب سے بچا لیجیے۔

اس سے معلوم ہوا کہ فرشتوں کی تعداد سب سے زیادہ ہے۔ اور سب سے زیادہ حکم الٰہی کی اطاعت کرنے والے، اور سب سے زیادہ خداوند قدوس کی عبادت میں مشغول رہنے والے بھی یہی ہیں۔ جن کے بارے میں قرآن کریم میں ہے:

لَا یَعۡصُوۡنَ اللّٰهَ مَاۤ اَمَرَهُمۡ وَیَفۡعَلُوۡنَ مَا یُؤۡمَرُوۡنَ۔ (۱۵۱)

فرشتے اس چیز میں اللہ کی نافرمانی نہیں کرتے جو اللہ نے ان کو حکم دیا ہے۔ اور جو حکم ان کو دیا جاتا ہے اسی کو کرتے ہیں۔ اور دن رات اس مالک الملک کی عبادت میں مشغول ہیں۔

حدیث پاک میں ایک واقعہ ہے کہ مسجد نبوی میں اذان ہو چکی ہے۔ نماز تیار ہے۔ حضرت عمرؓ اپنے گھر سے وضو فرما کر تشریف لائے۔ دیکھا کہ مسجد نبوی کے دروازے پر تین آدمی بیٹھے ہوئے باتیں کر رہے ہیں۔ فرمایا: بھلے آدمیو! مسجد میں بیٹھ کر اللہ کا ذکر عالی

---

(۱۵۱) سورۂ تحریم آیت ۶

کرو نماز شروع ہونے والی ہے۔ دو تو چپ چاپ اٹھ کر چل دیے۔ ایک تھا چودھری ابو جحش لیثی اس نے کہا کہ میں تو کسی چودھری ہی کے کہنے سے اٹھ سکتا ہوں۔ یہ نہیں کہ ہر کس و ناکس مجھے اٹھا دے۔ اس کا یہ کہنا تھا کہ حضرت عمرؓ کو طرّارہ آگیا کہ اس میں چودھری (معزز) یا بے چودھری (معزز) کی کیا بات، اللہ کے دربار عالی میں تو سب برابر ہیں۔

ایک ہی صف میں کھڑے ہو گئے محمود و ایاز ☆ نہ کوئی بندہ رہا نہ کوئی بندہ نواز

حضرت عمرؓ نے اس کو اٹھانے کے لیے اس کی گردن میں ہاتھ ڈالا۔ وہ زمین پر لیٹ گیا۔ حضرت عمرؓ تو اس کو کھینچ کر لانا چاہتے ہیں لیکن وہ آنے کے لیے تیار نہیں۔ دونوں میں وہیں مسجد نبوی کے دروازے پر کشتی ہونے لگی۔ حتیٰ کہ مسجد نبوی میں تکبیر شروع ہو گئی۔ حضرت عثمان غنیؓ جن کا مکان مسجد کے قریب ہی تھا تکبیر کی آواز سن کر لپکے ہوئے آرہے تھے۔ دیکھا کہ مسجد نبوی کے دروازے پر کشتی ہو رہی ہے۔ حضرتِ عثمان نے حضرت عمر کا ہاتھ پکڑا اور کہا کہ اس کو چھوڑو تمھاری تکبیر تحریمہ فوت ہو جائے گی۔ خیر وضو تو تھا ہی حضرت عمرؓ نے جا کر نماز شروع کر دی۔ رسول پاک علیہ الصلاۃ والسلام نے نماز کا سلام پھیر کر دیکھا کہ بال بالکل بکھرے ہوئے ہیں۔ چہرے کا رنگ بھی بدلا ہوا ہے۔ دریافت فرمایا کہ اللہ عمر پر رحم کرے آج عمر کو کیا ہوا؟ حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ نے

پورا قصہ سنایا۔ قصہ سن کر رسول پاک علیہ الصلاۃ والسلام نے فرمایا کہ اللہ کے سامنے سر جھکانے سے جس نے انکار کیا ہے اس کا سر اتار کر لاؤ۔ حضرت عمرؓ کو تو پہلے ہی طرارہ آرہا تھا۔ مسجد میں چاروں طرف دیکھا کہ کسی کی تلوار ہو تو ابھی اس کا کام تمام کروں۔ مسجد کے کونے میں کسی کی تلوار بھی رکھی ہوئی تھی۔ تلوار لے کر چلے اور قریب تھا کہ ایک لمحے میں اس کا سر قلم کردیں۔ اتنے میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آواز دی کہ اے عمر! اِدھر آؤ۔ یہ حاضر ہوے۔ تب جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اے عمر! پہلے آسمان کے اوپر فرشتے ہیں۔ اللہ کے آگے ہاتھ باندھے سر جھکائے ہوے کھڑے ہیں۔ اور قیامت تک اسی طرح سر جھکائے ہوے کھڑے رہیں گے یہاں تک کہ قیامت قائم ہو گی اور وہ اپنا سر اٹھائیں گے۔ اور کہیں گے:

رَبَّنَا مَا عَبَدْنَاكَ حَقَّ عِبَادَتِكَ

دوسرے آسمان کے اوپر فرشتے ہیں وہ اللہ کے سامنے سر سجدے کے اندر رکھے ہوے ہیں۔ اور قیامت میں اپنا سر اٹھائیں گے اور کہیں گے:

سُبْحَانَكَ رَبَّنَا مَا عَبَدْنَاكَ حَقَّ عِبَادَتِكَ

اے رب کریم! ہم نے ویسی عبادت نہیں کی جیسا کہ آپ کی عبادت کا حق تھا۔ سجدے والے اپنا سر سجدے سے اٹھائیں گے

اور کہیں گے: مَاعَبَدْنَاكَ حَقَّ عِبَادَتِكَ۔

فرشتوں کے رکوع وسجدے کی تسبیح حضرت عمرؓ نے عرض کیا کہ اتنے لمبے رکوع میں اور اتنے لمبے سجدے میں لاکھوں کروڑوں سال گزر گئے جب سے زمین وآسمان پیدا ہوے۔ اور قیامت تک ان کا سجدہ ہوگا وہ اتنے طویل سجدے اور رکوع میں پڑھتے کیا ہیں؟

ارشاد فرمایا کہ پہلے آسمان کے فرشتوں کی تسبیح یہ ہے:

سُبْحَانَ ذِی الْمُلْكِ وَالْمَلَكُوْتِ

دوسرے آسمان کے فرشتوں کی تسبیح یہ ہے:

سُبْحَانَ ذِی الْعِزَّةِ وَالْجَبَرُوْتِ

تیسرے آسمان کے فرشتوں کی تسبیح یہ ہے:

سُبْحَانَ الْمَلِكِ الْحَيِّ الَّذِیْ لَا یَنَامُ وَلَا یَمُوْتُ سُبُّوْحٌ قُدُّوْسٌ رَبُّنَا وَرَبُّ الْمَلٰئِكَةِ وَالرُّوْحِ۔

اور فرمایا کہ اے عمر! تو بھی اس دعا کو اپنے سجدے میں پڑھ لیا کر۔ رمضان میں ہر چہار تراویح کے بعد بھی اس دعا کو پڑھا جاتا ہے۔

سجدے میں پڑھی جانے والی دعا حضرت عمرؓ نے عرض کیا کہ اے اللہ کے نبی! جناب والا نے سجدے میں پڑھنے کے لیے جو دعا پہلے بتلائی تھی اس کو چھوڑ دوں؟ فرمایا: نہیں، اس کو بھی نہ چھوڑو

کبھی اس کو پڑھ لیا کرو۔ حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ پہلے رسول پاک علیہ الصلاۃ والسلام نے یہ دعا تلقین فرمائی تھی:

اَعُوْذُ بِعَفْوِكَ مِنْ عِقَابِكَ، وَاَعُوْذُ بِرِضَاكَ مِنْ سَخَطِكَ، وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْكَ جَلَّ وَجْهُكَ،(۱۵۲) لَا اُحْصِیْ ثَنَاءً عَلَيْكَ، اَنْتَ كَمَا اَثْنَيْتَ عَلٰى نَفْسِكَ، وَاَقُوْلُ كَمَاقَالَ اَخِیْ دَاؤُدُ: وَاُثَرُ وَجْهِیْ فِی التُّرَابِ، لِسَيِّدِیْ،وَحُقَّ لَهٗ اَنْ يُّسْجَدَ۔

اور میں بھی وہی کہتا ہوں جو میرے بھائی داوٗد علیہ السلام نے کہا تھا۔

حضرت داوٗدؑ کا لمبا سجدہ

داوٗد علیہ السلام نے چالیس دن کا لمبا سجدہ کیا تھا۔ آنسو بہاتے رہے۔ اور یہ کہتے رہے۔ وَاُثَرُ وَجْهِیْ فِی التُّرَابِ لِسَيِّدِیْ اور میں نے اپنی پیشانی کو اپنے آقا کے آگے خاک میں ملایا۔ اور حق یہی ہے کہ ان کے آگے اپنی پیشانی خاک میں ملائی جائے۔

❁❁❁❁❁❁❁❁❁❁

(۱۵۲) ابن کثیر فرماتے ہیں کہ یہ روایت غریب بل کہ شدید درجہ کی منکر ہے۔ اور اس میں اسحاق فروی نام کا راوی متکلم فیہ ہے۔ ابن کثیر ج ۴ ص ۷ ۳۶۰۳،۵

تقریر نمبر ۷
خلافت اور اُس کے متعلقات

خلیفہ کے معنی کل میں عرض کر رہا تھا کہ خلیفہ کا لفظ دو معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ لغت کے اعتبار سے اس کا ایک اطلاق تو پیچھے آنے والے پر ہوتا ہے۔ جو ایک دوسرے کے پیچھے آتا ہے وہ خلیفہ ہوتا ہے۔ انسان جنّات کا خلیفہ ہے۔ اور جنات فرشتوں کے خلیفہ ہیں۔

جنّات سے پہلے کی دو عجیب مخلوق اور بعض علماء نے تو بیان فرمایا کہ جنات سے پہلے دو مخلوق اور بھی زمین کے اوپر اس عالم میں آباد رہ چکی ہیں۔ ان میں سے ایک کا نام حَنْ ہے۔ دوسری کا نام بَنْ ہے۔ بعض نے کہا ہے کہ ایک کا نام دَمْ ہے اور دوسری کا نام بزْ ہے۔ بہر کیف! ہم نہ ان کی حقیقت کو بیان کر سکتے ہیں اور نہ ان کی شکل و شباہت کی طرف اشارہ کر سکتے ہیں۔ اللہ ہی بہتر جاننے والے ہیں کہ اس مالک الملک نے اور اس قادر مطلق نے اپنی قدرت کاملہ سے کیا کیا چیزیں پیدا فرما رکھی ہیں۔

غرض یہ کہ پیچھے آنے والے کو بھی خلیفہ کہا جاتا ہے۔

لفظ خلیفہ کا قرآن میں استعمال قرآن کریم میں اس لفظ کو بھی کئی جگہ استعمال فرمایا گیا ہے۔ ایک جگہ ارشاد عالی ہے:

وَهُوَ الَّذِىْ جَعَلَكُمْ خَلٰٓئِفَ فِى الْاَرْضِ وَرَفَعَ بَعْضَكُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجٰتٍ لِّيَبْلُوَكُمْ فِىْ مَآ اٰتٰكُمْ (۱۵۳)

اللہ کی وہ ذات عالی ہے جس ذاتِ عالی نے تمہیں ماقبل کا خلیفہ بنایااور تمہیں ان کا قائم مقام کر دیا۔ اور ان کی جگہ پر تمہیں آباد کر دیا۔ اور تم میں سے بعض کے بعض پر درجے بڑھائے۔ تاکہ ان چیزوں میں تمہارا امتحان ہو جو تمہیں مرحمت فرمائی گئی ہیں۔

امتحان اور آزمائش کی چیز مطلب یہ ہے کہ تم میں بعض اشخاص ایسے ہوں گے جن کے باپ دادا کی کچھ بھی حیثیت نہیں تھی۔ آج ان کی اولاد کروڑوں کی مالک بنی ہوئی ہے۔ اللہ عزاسمہ نے اس کا جو مالک بنایا ہے وہ اس لیے بنایا ہے تاکہ وہ مالک الملک جان لے کہ تم اس مال کے حقوق ادا کرتے ہو یا نہیں؟

لفظ خلف کی تحقیق اور بھی بعض آیتوں میں اس لفظ کو استعمال کیا گیا ہے اور ہر شخص کو سلَف یا خَلَف کہا جاتا ہے۔ خَلَف لام کے زبر کے ساتھ بھی اور سکون کے ساتھ بھی۔ دونوں میں فرق بھی علماء نے بیان فرمایا ہے۔ خَلْف تو وہ ہیں جو ناکارہ ہیں۔ اپنے بڑوں کی راہ نہیں چلتے۔ اپنے بڑوں کا دینی امور میں اتباع نہیں کرتے۔ اور خَلَف لام کے زبر کے ساتھ وہ شخص جس نے اپنے بڑوں کی راہ کو

(۱۵۳) سورۂ اعراف آیت ۱۶۵

اختیار کیا۔

اپنے بڑوں کے صحیح جانشین جیسا کہ اس دور میں مولانا محمد یوسف صاحب تھے۔ نور اللہ مرقدہ۔ باپ نے جو جدوجہد کی تھی اور باپ نے جو دوڑ دھوپ کی تھی۔ ان سے بھی سو قدم آگے چلے گئے۔ یہ خلفُ کہلاتے ہیں۔

اپنے بڑوں کو بدنام کرنے والے اور وہ اشخاص جنہوں نے اپنے ماں باپ کے اور اپنے بڑوں کے نام کو ڈبویا ہے۔ اور ان کا طریقہ اختیار نہیں کیا۔ وہ خَلْف کہلاتے ہیں۔ قرآن پاک میں متعدد جگہ حق تعالیٰ نے اس لفظ کو ارشاد فرمایا ہے۔ ایک جگہ ہے:

فَخَلَفَ مِنْ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ اَضَاعُوا الصَّلَاةَ وَاتَّبَعُوا الشَّهَوَاتِ فَسَوْفَ يَلْقَوْنَ غَيًّا (١٥٤)

پھر ان کے بعد میں ناخلف پیدا ہوئے ان کی جگہ پر ناخلف آئے۔ جنہوں نے اپنی نمازوں کو ضائع کر دیا۔ اور جو کتاب ان کو دی گئی تھی اسے پیچھے ڈال دیا۔ یہ خَلَفْ ہیں۔ ان کو اصطلاح کے اندر ناخَلَف کہا جاتا ہے۔

مشائخ کی گدّیوں کا حال کہنے کی بات نہیں اللہ معاف کرے۔ جتنی مشائخ کی گدیاں ہیں ۔اور جتنی مشائخ کی خانقاہیں

---

(۱۵۴) سورۂ مریم آیت ۵۹

ہیں۔ سب بدعات و خرافات کا مرکز بنی ہوئی ہیں۔ مخدوم علی احمد صابر کلیری جنہوں نے مدتوں گولر کھائے ہیں آج ان کی قبر اور ان کا مزار بھی خرافات کا اڈا بنا ہوا ہے۔ یہ سب لوگ نَا خَلَفْ ہیں۔

مخدوم صابر کلیریؒ، ایک تعارف حضرت اقدس حضرت تھانویؒ کے ملفوظات میں ہے کہ حضرت بابا فرید گنج شکرؒ کے خادم خاص اس طرف تشریف لائے۔ حضرت نے آتے ہوئے تاکید کی کہ علاء الدین اور نظام الدین دونوں سے مل کر آنا۔ یہ دونوں حضرت کے خلیفہ ہیں۔

خواجہ صابرؒ کی گم نامی خادم نے پہلے صابر کلیریؒ کے پاس حاضری کا ارادہ کیا۔ کہیں پتہ نہیں چلا۔ رڑکی تک تو پہنچ گئے۔ اور وہیں کہیں مسجد میں پڑ گئے۔ لوگوں سے پوچھا کہ بھائی یہاں اس نام کے کوئی بزرگ ہیں۔ لوگوں نے کہا جی ہمیں تو علم نہیں ہم نے تو نام بھی آج ہی سنا ہے۔ البتہ آٹھویں دن یہاں پینٹھ لگتی ہے۔ اس میں ایک ملا جی نمک خریدنے کے لیے آتے ہیں۔ ان سے پتہ چل سکتا ہے۔ بس وہ آئے اور ان سے پوچھا کہ حضرت مخدوم علاء الدین سے ملنا ہے۔ پوچھا کہ تم کہاں سے آئے ہو؟ ان کو تو یہاں کوئی جانتا بھی نہیں۔ اور میں ان کا پتہ بھی نہیں بتلا سکتا۔ اگر میں ان کا پتہ بتلا دوں گا تو میرے کان کھنچ جائیں گے۔ وہ تو بارہ سال سے

یہاں ہیں۔ رڑکی شریف سے چھ میل دور کلیر شریف میں ان کا قیام ہے۔ راستے بھی ایسے ہیں کہ ہر کوئی اس جگہ جا بھی نہیں سکتا۔ مگر جب ان کو پتہ چلا کہ بابا صاحب کے خادم ہیں تو ساتھ لے کر آئے اندر جاکر دیکھا کہ صابر صاحب گردن جھکائے ہوے بیٹھے ہیں۔ کان میں زور سے خواجہ شمس الدین صاحب نے کہا کہ خواجہ صاحب کے خادم بابا صاحب کا پیغام لیکر آئے ہیں۔ صابر صاحبؒ نے آنکھیں کھولیں۔ انہوں نے سلام کیا۔ سلام کا جواب مرحمت فرمایا۔ اور یہ پوچھا کہ بابا صاحب بھی اچھے ہیں؟ انہوں نے کہا: جی!

نمک کے گولروں سے میزبانی فرمایا: شمس الدین گولر میں نمک ملا لینا۔ پھر کوئی بات نہیں کی۔ خادم صاحب کو بہت غصہ آیا۔ کہ گولر کیسے کھائے جائیں گے؟ خواجہ شمس الدین صاحب گولر کے پتّے کے اوپر رکھ کر تین چار گولر لائے ان پر نمک چھڑکا کہ لو جی کھالو، ایک آدھ کھایا ایک آدھ پھینکا اور بس جلدی وہاں سے چلتے بنے۔

بابا کا خادم سلطان کی خدمت میں پھر دہلی سلطان نظام الدین کے یہاں پہنچے۔ حضرت کو کشف ہو گیا فرمایا: بابا صاحب کی خوشبو آرہی ہے۔ کوئی پیغام لے کر آیا ہے۔ خانقاہ سے باہر تشریف لائے، استقبال کیا۔ اپنے ساتھ لائے۔ اپنی گدی پر بٹھایا۔

اور خود خادموں کی طرح سامنے بیٹھے اور جو مطبخ کے منتظم تھے ان سے کہا کہ جب تک بابا صاحب کے خادم یہاں ٹھہریں گے سب کی عام دعوت ہے۔ اور جس کی جو بھی مرضی ہو وہ کھائے۔ پھر جو وہاں دعوتوں کے نمبر لگے تو بادشاہوں کو بھی رشک آنے لگا کہ اس فقیر بے نوا نے تو حد کر دی۔ جب وہ خادم صاحب جانے لگے تو اشرفیوں کی تھیلی بھر کر ان کے قدموں میں ڈال دی۔

دو مریدوں کے احوال پر شیخ کی عارفانہ نظر

یہ واپس بابا صاحب کی خدمت میں پہنچے بابا صاحب نے پوچھا کہ کیا حال دیکھا؟ خادم نے حضرت محبوب الٰہی سلطان نظام الدین اولیا کی بڑی تعریفیں کیں۔ کہ اللہ کی مخلوق کو بڑا فائدہ پہنچا رہے ہیں۔ بادشاہ سے لے کر فقیر تک خود دربار عالی میں حاضری دیتے ہیں۔ اور ان کے فیض عام سے سیراب ہو رہے ہیں۔ پوچھا کہ علاء الدین کا کیا حال ہے؟ کہ جی وہاں تو خاک بھی نہیں۔ آخر کچھ تھا بھی وہاں؟ کہا کہ کچھ بھی نہیں۔ پوچھا کہ سلام پہنچا دیا تھا؟ کہا جی حضرت آپ کا سلام پہنچا دیا تھا۔ پھر جواب دیا؟ کہا: جی، یہ پوچھا، کہ بابا صاحب بھی اچھے ہیں۔ اتنا سن کر بابا فرید گنج شکرؒ پر وجد کی کیفیت طاری ہو گئی۔ اور کبھی جھومتے۔ اور کبھی پوچھتے کہ کیا کہا تھا؟ میرے علاء الدین نے کیا کہہ کر پوچھا تھا؟ خادم ایسا ہی منہ چڑھا تھا اس نے کہا جی مجھے تو ان پر غصہ آ رہا ہے اور آپ اس طریقے سے جھوم رہے ہیں۔

خواجہ صابرؒ کا عجیب استغراق

تب فرمایا: میں کیوں نہ بھوموں جس کی زبان پر اور جس کے دل میں بارہ برس سے بجز خداوند قدّوس کی ذاتِ عالی کے کسی اور کا دھیان نہیں آیا۔ اس نے ایسے مقام پر پہنچ کر، اور ایسا درجہ پالینے کے بعد مجھے یاد رکھا۔ کیا میں اس پر فخر نہ کروں؟

خانقاہ صابری میں شرمناک حرکتیں

تو وہ درگاہ عالیہ جس میں اس طریقے سے ہر چیز کو ختم کر دیا گیا تھا۔ کسی کی طرف کوئی دھیان نہیں تھا۔ خدا کی شان ہے کہ وہاں پر وہ خرافات ہوتی ہیں خصوصاً عرس کے زمانے میں کہ ان کا تصور رونگٹے کھڑے کر دیتا ہے۔ دنیا بھر کی تورنڈیاں مجرا کرنے اور سلامی دینے کے لیے وہاں آتی تھیں۔ اور ہر ایک رنڈی کا الگ خیمہ لگتا تھا۔ وہیں اس کا گانا بجانا ہوتا تھا۔ اور وہیں اس کے چاہنے والے ہوتے تھے۔ یہ سارے دھندے ہو رہے تھے اس کے دربار عالی میں جس نے بارہ برس تک کسی کی طرف کوئی دھیان نہیں دیا۔

کلیرِ شریف میں ایک اصلاحی کوشش

ان رنڈیوں کا وہاں آنا، اللہ کے فضل و کرم سے میں نے ہی بند کرانے کی کوشش کی تھی۔ ایک مرتبہ عرس ہونے والا تھا۔ کلئیر شریف میں ربیع الاوّل کے مہینے سے پہلے وہاں حاضر ہوا۔ وہاں کے جو منتظم تھے وہ ایک اشتہار

میرے پاس لے کر آئے۔ جو چھپنے والا تھا اور اس کی کتابت ہو رہی تھی۔ کہ جی یہ اشتہار جاری ہو گا۔ آپ دیکھ لیجیے گا اس میں کہیں کوئی اصلاح کی ضرورت تو نہیں۔ میں نے کہا کہ اچھا ہے۔ مگر جو کام کرنے کا تھا وہ تو اس میں نہ لکھا۔ اس میں یہ تو ہے کہ فلاں وقت دنگل ہو گا۔ فلاں وقت غسل ہو گا۔ فلاں وقت قوالی ہو گی۔ یہ تو سارے دھندے ہیں۔ لیکن جو کام انہوں نے کیا اس کا کہیں ذکر نہیں۔

اہل اللہ کی زندگی کا اصل مقصد

انہوں نے کہا کہ جی وہ کیا ہے؟ میں نے کہا قرآن وحدیث کی اشاعت، انہوں نے کہا جی کوئی کرنے والا نہیں۔ چاہو تو اس کو بھی لکھ دو۔ میں نے لکھوا دیا کہ عرس کے دنوں میں یکم ربیع الاوّل سے لے کر تیرہ تاریخ تک فجر کی نماز کے بعد مسجد میں ترجمہ ہو گا۔

رُڑکی میں اِصلاحی کوشش کا ایک اور واقعہ

انہوں نے یہ لکھ لیا مگر ان کا اصرار ہوا کہ میں ہی ترجمہ کروں۔ میں نے کہا کہ تیرہ دن تک میرا ٹھہرنا تو مشکل ہے میں نے رڑکی کے ایک مولانا محمد حنیف صاحب تھے بڑے اچھے عالم انہیں تیار کیا۔ انہوں نے کہا میں تیار ہوں۔ مگر شرط یہ ہے کہ شروع بھی آپ کرائیں گے اور ختم بھی آپ کرائیں گے یہ شرط میں نے منظور کرلی میں نے

شروع کرایا۔ خیر یکم ربیع الاوّل کو تو زیادہ بھیڑ بھاڑ نہیں تھی۔سعید مرتضٰی،سعید الزماں کے والد یہ انچارج تھے۔ان کا ہر چند اصرار ہوا کہ تو ہی ترجمہ کرا۔ اور جو بھی تیری شرط ہو ہم ہر شرط منظور کرنے کے لیے تیار ہیں۔اگر چاہو تو باہر کوٹھیاں بنی ہوئی ہیں۔ان میں سے کوئی کوٹھی آپ کے لیے خاص کر دی جائے۔کوئی اور اس میں نہیں ہو گا۔اگر خیمہ لگوانا چاہو تو خیمہ لگوا دیا جائے۔رڑکی ٹھہرنا چاہو رڑکی ٹھہر جاؤ۔فجر کی نماز سے پہلے یہاں آجایا کیجیے گا۔مگر میں نے معذرت کر دی۔ ہاں البتہ یہ وعدہ کر لیا کہ آخری دن میں آجاؤں گا۔

مزعومہ شہادت کی رات غرض یہ کہ آخری دن جو ہم پہنچے۔ ہم بھی یہ سوچ کر گئے تھے کہ آج ہمارا آخری دن ہے۔ہمیں وہاں سے واپس زندہ نہیں آنا۔ اتنے بدعتیوں میں ہمیں کون زندہ چھوڑے گا؟ میرے ساتھ میرے رفیق سفر صوفی حنیف رہتے تھے۔ وہ بھی ساتھ تھے۔ اور بھی حضرات تھے۔ ہم نے ساری رات نہا دھو کر صلاۃ التسبیح پڑھی۔ اور اللہ سے اپنے گناہوں کی معافی چاہی، اس خیال سے کہ آج ہماری شہادت کی رات ہے اور ہم کلیر شریف میں ایسے وقت پہنچے کہ فجر کی اذان ہو رہی تھی۔ اتنی بھیڑ تھی کہ گاڑی ہمیں پہلے ہی روکنی پڑی۔ اور بمشکل تمام بہت دیر میں پیدل وہاں پہنچے۔ ہمیں پیشاب اور وضو کرنے کی ضرورت

تھی۔ ان سے فارغ ہو کر ہم مسجد میں پہنچے۔

کلیر شریف میں حق کی آواز

نماز کے بعد مسجد میں بیان ہوا قرآن پاک کی تفسیر نہیں بلکہ حدیث پاک پڑھ کر میں نے تقریر کی۔ کہ جناب رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

اَنَا سَیِّدُ وُلْدِ آدَمَ وَلَا فَخْرَ

اس حدیث پاک پر میں نے تقریر کی میرے ساتھ جو گئے تھے وہ چاروں طرف دیکھتے رہے اور ایک صاحب تھے جو مظفر نگر میں ہمارے مکان میں کرائے دار تھے۔ وہ ایک چھرا بھی لے کر آگئے تھے کہ اڑی بھیڑ میں کہیں ضرورت پڑے۔ اور ایک انگوٹھی بھی پہن رکھی تھی کہ یہ ہے اصل چھرا اس سے ماریں گے۔

اصلاح کی ذمہ داری کس پر؟

خیر جب میں تقریر سے فارغ ہوا تو ایک فقیر جس کے ہاتھوں میں چوڑیاں تھیں۔ اور رنگین ان کی لٹیں تھیں۔ انہوں نے میرا ہاتھ پکڑ کر زور سے ہلا دیا میں کھڑا ہو گیا۔ اور میرے ساتھی بھی چوکنے ہو گئے۔ کہ یہ بابا حملہ کرے گا اور ہم اس کی خبر لیں گے۔ اس نے کہا کہ مولانا جو بات تم نے کہی ہے اگر یہ بات صحیح ہے تو اس کی ہم تک پہنچانے کی ذمہ داری تم پر ہے۔ کہ ہمیں آج تک کسی نے نہیں بتلایا۔ ہمیں تو جو آج ہم کر رہے ہیں۔ یہ عرس اور قوالی، یہ گانا اور بجانا یہ ہی بتلایا گیا ہے۔ کہ یہ

ہی دین ہے۔ اور یہی بابا صابر نے کیا ہے۔ اس کی ذمہ داری ہمارے اوپر نہیں تم پر ہے۔ تم نے ہمیں کیوں آگاہ نہیں کیا۔

غرض تین چار سال تک عرس کے موقعہ پر یہ ترجمہ ہوتا رہا۔ میری طرف سے آدمی جاتے تھے اور ترجمہ کرتے تھے۔ خدا کا فضل اور کرم ہوا کہ رنڈیوں کی جو فوج آتی تھی اس کا سلسلہ بند ہو گیا۔

بہر کیف! حق تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

فَخَلَفَ مِنْ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ اَضَاعُوا الصَّلَاةَ وَاتَّبَعُوا الشَّهَوَاتِ فَسَوْفَ يَلْقَوْنَ غَيًّا.

اس سے پچھلی آیت شریفہ میں حق تعالیٰ نے انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام کے واقعات ارشاد فرمائے اور اس کے بعد ان لوگوں کی شکایت کی جو ان کے بعد ان کے قائم مقام ہوئے تھے۔ کہ وہ ناخلف ایسے آئے جنہوں نے نماز کو ضائع کر دیا۔

بابا فرید کا اہتمام نماز ان سے پہلے تو ایسے تھے جیسے بابا فرید صاحب گنج شکر، جس رات انتقال ہوا عشا کی نماز اوّل وقت پڑھی بے ہوش ہو گئے۔ ہوش آیا تو فرمایا: بھائی عشا کی نماز پڑھوا دو۔ لوگوں نے عرض کیا: حضرت! آپ نے تو نماز پڑھ لی۔ فرمایا: مجھے علم نہیں۔ لوگوں نے وضو کرایا۔ نماز پڑھی نماز کا سلام پھیرتے ہی پھر بے ہوش ہو گئے۔ ہوش آیا تو پھر فرمایا: بھائی مجھے نماز پڑھوا دو۔ لوگوں نے عرض کیا: حضرت! دو مرتبہ پڑھ چکے۔ فرمایا: مجھے تو یاد

نہیں۔ پھر وضو کرایا پھر نماز پڑھی۔ پھر سلام پھیرتے ہی بے ہوش ہو گئے اس طریقے سے سترہ مرتبہ عشا کی نماز ادا کی ہے۔ یہ تھے اولیاء اللہ نماز کی حفاظت کرنے والے۔ اور نماز کو قائم کرنے والے۔

نماز مومن کی معراج ہے اسی لیے تو صوفیائے کرام نے فرمایا:

اَلصَّلٰوۃُ مِعْرَاجُ الْمُؤْمِنِ ..... نماز مومن کی معراج ہے

جیسا کہ جناب رسول اللہ ﷺ کو اللہ عزاسمہ نے اپنے دربار عالی کے اندر طلب فرمایا۔ اور بغیر کسی واسطے کے اللہ عزاسمہ نے کلام فرمایا۔ اور جو کچھ عطا فرمانا تھا عطا فرمایا۔ اسی کے بارے میں حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

فَاَوْحٰیٓ اِلٰی عَبْدِہٖ مَآ اَوْحٰی ... پس اللہ نے اپنے بندے کی طرف وحی بھیجی جو بھیجی۔

ہر آدمی کے لیے یاد رکھنے کی بات ایک بات ہر امتی کو جس کی تعلیم دی گئی ہے کہ جیسے اللہ کے پیارے نبی نے اپنے رب کریم سے درخواست کی ہے۔ اور کلام کیا ہے۔ اسی طریقے سے تم بھی اپنے رب کریم سے گفتگو کرو۔ اور گفتگو کرنے کا وہ طریقہ نماز ہے۔ جناب رسول اللہ ﷺ جب حق تعالیٰ کے دربار میں عرشِ الٰہی کے قریب پہنچے تو عرشِ الٰہی کے قریب سے ایک آواز آئی:

قِفْ، فَاِنَّ رَبَّکَ یُصَلِّیْ

ترجمہ: ٹھہر جایئے گا آپ کے رب صلات میں مشغول ہیں۔

عرش الٰہی کے قریب ندائے صدیقی اور آواز ایسی تھی جیسا کہ صدیق اکبر کی آواز ہو۔ میں نے اِدھر اُدھر دیکھا اور سوچا کہ جبرئیل امین نے تو یہ کہہ دیا تھا کہ بال برابر بھی آگے نہیں سرک سکتا۔ اور یہ ابو بکر یہاں کیسے آگئے؟ ابو بکر کا درجہ جبرئیل امین سے بھی بڑھ گیا یہ کہاں بول رہے ہیں؟

رسول پاک علیہ الصلاۃ والسلام ارشاد فرماتے ہیں کہ عرش الٰہی کے قریب جاکر میں نے حق تعالیٰ سے یہی سوال کیا کہ ابو بکر کی آواز میں نے سنی تھی ابو بکر کہاں ہیں؟ ارشاد فرمایا: ابو بکر نہیں ہیں۔ یہ تو تمہاری وحشت دور کرنے اور انس پیدا کرنے اور تمہاری دل جمعی کے لیے ایک فرشتہ پیدا کیا گیا ہے۔ جس کی آواز ابو بکر کی آواز کے مثل ہے۔ یہ بولنے والے ابو بکر نہیں ہیں۔ بلکہ یہ فرشتہ ہے لیکن اس کی آواز ابو بکرؓ کی آواز کے مشابہ ہے۔

لفظ صلات کے متعدد معنی رسول پاک علیہ الصلاۃ السلام نے یہ بھی سوال کیا کہ مجھے یہ بات بھی سمجھ میں نہیں آسکی کہ یہ جو الفاظ نقل کیے گئے ہیں کہ آپ کے رب صلاۃ میں مشغول ہیں۔ صلاۃ کا کیا مفہوم ہے؟ حق تعالیٰ کی طرف سے ارشاد عالی ہوا کہ کیا آپ نے نہیں پڑھا:

هُوَ الَّذِیْ یُصَلِّیْ عَلَیْکُمْ وَمَلٰٓئِکَتُهٗ (۱۵۵)

اللہ کی وہ ذات عالی ہے جو آپ پر درود بھیجتے ہیں اور اس کے فرشتے بھی۔ایک اور جگہ ارشاد ہے:

اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِکَتَهٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ (۱۵۶)

بے شک اللہ اور اللہ کے فرشتے اپنے پیارے نبی پر صلاۃ بھیجتے ہیں۔

صلات کے معنی مختلف ہین۔اور جس کی طرف اس کا انتساب ہو گا اسی لحاظ سے اس کے معنی کیے جائیں گے۔ اگر اللہ کی طرف اس کی اضافت ہو گی تو اس کے معنی نزول رحمت کے ہوں گے۔اور اگر فرشتوں کی جانب اس کی نسبت ہو تو اس کے معنی ہوں گے درجات بلند ہونے کی دعا کرنا۔ اور انسان کی طرف اگر اس کی نسبت ہو گی تو اس کے دو معنی ہو سکتے ہیں۔ایک معنی یہ ہیں کہ انسان اللہ عزاسمہ سے رسول پاک علیہ الصلاۃ والسلام کے رفع درجات کی دعا کر رہا ہے۔اور دوسرے یہ کہ انسان اللہ تعالیٰ سے رسول پاک علیہ الصلاۃ والسلام پر بے انتہا نزول رحمت کی دعا کر رہا ہے۔

نبیؐ کی طرف سے جناب باری میں ہدیہ پھر حق تعالیٰ کی طرف ارشاد گرامی ہوا کیا لے کر آئے ہو؟ جناب رسول اللہ ﷺ

(۱۵۵) سورۃ احزاب آیت ۴۳

(۱۵۶) سورۃ احزاب آیت ۵۶

نے عرض کیا:

اَلتَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ وَالصَّلَوٰاتُ وَالطَّيِّبَاتُ

ہر قسم کی زبانی عبادتیں، ہر قسم کی بدنی عبادتیں، اور ہر قسم کی مالی عبادتیں اے مالک الملک! خالص آپ ہی کے لیے ہیں۔ اس میں کسی اور کی شرکت نہیں۔ کوئی اور اس میں مقصد نہیں۔ نہ کسی کا دکھاوا اس میں منظور و مقصود ہے۔ اور نہ اس میں کسی کی تعریف مطلوب ہے۔ زبان سے جو تعریف ہو وہ بھی آپ ہی کے لیے ہے۔ اور بدن سے آپ کے آگے جو عجز و انکساری کا اظہار کیا گیا ہے وہ بھی آپ ہی کے لیے ہے۔ اور اپنے مالوں کو جو خرچ کیا ہے یہ بھی آپ ہی کی رضا کے لیے ہے۔

یہ نہیں ہے کہ کسی نے پانچ روپے مسجد میں دیے ہیں تو کہتا ہے کہ بھائی اس کا اعلان کر دینا تاکہ محلے والوں کو بھی پتہ چل جائے۔

حق تعالیٰ کے تین انعامات

تو جناب رسول اللہ ﷺ نے جناب باری میں تین ہدیے پیش کیے۔ اس کے جواب میں حق تعالیٰ نے بھی تین انعامات فرمائے: تم پر سلامتی ہو . . اور اللہ کی رحمت . . . . اور اس کی برکتیں . . . . . .

نبی رحمت کی امت پر شفقت

رسول پاک علیہ الصلاۃ والسلام نے جب دیکھا کہ بارگاہ رب العزت سے رحمتوں کی بارش ہو رہی

ہے۔ اور خزانوں کے دروازے کھلے ہوے ہیں۔ تو امت پر بھی شفقت فرمائی۔ اور ان رحمتوں میں امت کو بھی شامل فرمایا۔ اور ارشاد فرمایا:

اَلسَّلَامُ عَلَیْنَا وَعَلٰی عِبَادِ اللّٰہِ الصَّالِحِیْنَ

کہ صرف میرے ہی اوپر نہیں بلکہ میرے ساتھ اللہ کے دوسرے سب نیک بندوں پر بھی۔ فرشتے جو اس کلام کو سن رہے تھے انہوں نے فوراً کہا:

اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ، وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّداً عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ

عابد اور معبود خالق اور مخلوق کے درمیان راز و نیاز میں ہونے والی یہ گفتگو امت کو تعلیم کی گئی کہ جب تم اللہ سے ہم کلامی کرنا چاہو تو اس طریقے سے ہم کلامی کرو۔

مگر محدثین کے یہاں اس روایت کا ثبوت نہیں ملتا۔ البتہ فقہا اس کا ذکر کرتے ہیں۔

انبیاء، اللہ کے خلیفہ ہیں بہر کیف! حق تعالی نے ارشاد فرمایا میں روئے زمین کے اندر اپنا ایک خلیفہ بنانے والا ہوں۔ یہاں پر لفظ خلیفہ احکام نافذ کرنے والے کے معنی میں استعمال فرمایا گیا ہے۔ یعنی یہ فرمایا کہ میں ایسی مخلوق پیدا کرنے والا ہوں جو دنیا میں میرے احکام نافذ کرنے والی ہوگی۔ اس سے مراد انبیاء علیہم الصلاۃ

والسلام ہیں۔

حضرت آدم علی نبینا وعلیہ الصلاۃ والسلام کی خلافت کا تو خود قرآن کریم میں تذکرہ ہے۔ اسی طرح دوسرے بعض انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام کی خلافت کا بھی قرآن پاک میں صراحت کے ساتھ تذکرہ ہے۔ جیسا کہ حضرت داؤد کے بارے میں ہے:

يٰدَاوٗدُ اِنَّا جَعَلْنٰكَ خَلِيْفَةً فِى الْاَرْضِ

اے داؤد ہم نے تمہیں زمین میں خلیفہ بنا دیا ہے۔ تا کہ ہمارے احکام کا نفاذ ہو۔

مسئلہ خلافت کی اہمیت خلیفہ کے بارے میں علامہ قرطبیؒ نے بڑی تفصیلی بحث کی ہے۔ اور یہاں پر یہ مسئلہ بیان فرمایا ہے کہ خلیفہ کا انتخاب کرنا، خلیفہ تجویز کرنا، خلیفہ مقرر کرنا، یہ اہم واجبات میں سے ہے۔ یہاں تک کہ رسول پاک علیہ الصلاۃ والسلام کے وصال کے بعد، تجہیز وتکفین سے پہلے، ابھی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا غسل بھی نہیں ہوا تھا۔ ابھی کفنایا بھی نہیں گیا۔ ابھی نماز جنازہ بھی ادا نہیں کی گئی، ابھی قبر مبارک میں بھی رسول پاک علیہ الصلاۃ والسلام کو نہیں پہنچایا گیا۔ لیکن اس سے پہلے خلافت کا مسئلہ پیش آیا۔ اور خلافت کے مسئلے کی طرف صحابہ کرام نے توجہ فرمائی۔ اور سیدنا ابو بکر صدیقؓ کو خلیفہ منتخب فرمایا۔ اس میں قرطبیؒ فرماتے ہیں کہ رسول پاک علیہ الصلاۃ والسلام کی تدفین سے پہلے

خلافت کی طرف متوجہ ہونا اس کی اہمیت کو ظاہر کرتا ہے۔ اور پھر قرطبی نے خلافت کی شرائط بیان کی ہیں۔ لیکن میری طبیعت بھی خراب ہے۔ اور مسئلہ بھی ایسا ہے کہ عوام کو اس کی ضرورت ہی نہیں۔ آج کل تو اس خلافت کے مسئلے کو پورے عالم کے اندر ایسا بالائے طاق رکھ دیا گیا ہے کہ اس کی طرف کسی کو دھیان ہی نہیں۔ اس جگہ علامہ قرطبی نے خلیفہ کی شرائط کو بھی بیان کیا ہے کہ خلیفہ کے اندر کیا کیا شرطیں ہونی چاہییں؟ اور خلیفہ کن لوگوں میں سے ہوگا؟

جسد آدم بنانے کا واقعہ بہر کیف! حق تعالیٰ نے جب حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا فرمانے کا ارادہ فرمایا تو جبرئیل امین کو بھیجا کہ دنیا کی جو زمینیں ہیں ان میں سے ایک ایک مٹھی مٹی جمع کرو۔ جب جبرئیل امین زمین پر تشریف لائے اور زمین سے مٹی اٹھانا چاہی تو زمین نے جبرئیل امین سے سوال کیا کہ کیا کرو گے؟ جواب دیا کہ حق تعالیٰ اس تیرے حصے سے ایک مخلوق پیدا فرمائیں گے۔ اور اس مخلوق کے لیے حق تعالیٰ نے دو ٹھکانے پہلے سے تیار کر رکھے ہیں۔ ایک جنّت دوسرے جہنم، جو اطاعت کرے گا اس کو جنّت میں داخل کیا جائے گا۔ اور جو نافرمانی کرے گا اس کو جہنم میں جھونکا جائے گا۔ زمین نے حضرت جبرئیل کو قسم دی۔ اور معذرت کی کہ میں قسم دیتی ہوں اس ذات عالی کی جس نے تمہیں بھیجا ہے کہ میرے

اندر اس کی سکت نہیں ہے کہ جو مخلوق مجھ سے پیدا کی جائے وہ جہنم کے اندر جائے۔ جبرئیل امین واپس چلے گئے۔ جبرئیل امین کے بعد حق تعالی نے میکائیل علیہ السلام کو بھیجا۔ زمین نے میکائیل علیہ السلام کے ساتھ بھی وہی معاملہ کیا۔ اور ان کو بھی اسی طرح قسم دی۔ وہ بھی واپس چلے گئے۔ اس کے بعد حضرت اسرافیل کو بھیجا مگر وہ بھی زمین کی گریہ وزاری دیکھ کر خالی واپس چلے گئے۔ چوتھے نمبر پر حضرت عزرائیل جن کا لقب ملک الموت ہے ان کو بھیجا گیا۔ ان کو بھی زمین نے قسمیں دیں۔ انہوں نے کہا کہ مجھے تو حق تعالی نے بھیجا ہے میں تو ضرور لے کر جاؤں گا۔ انہوں نے ایک ایک مٹھی مٹی مختلف زمینوں کی کچھ نرم تھی کچھ سخت تھی۔ کچھ کالی تھی۔ کچھ سفید تھی۔ مختلف مٹی اکٹھی کر کے حق تعالی کے سامنے پیش کی۔

خاک آدم پر خوشی وغمی کی بارش حق تعالی نے اس مٹی کے اوپر بارشیں برسائیں۔ احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اس مٹی کے اوپر چالیس دن بارش ہوئی۔ انتالیس دن غموں کی بارش ہوئی۔ اور ایک دن خوشی کی بارش ہوئی۔

خاکی انسان کے، خمیر کی کیفیت پھر حق تعالی نے اس مٹی سے فرشتوں کے ذریعہ گارا تیار کرایا۔ اور جب وہ سوکھ گیا تو اس سے آدم علیہ الصلاۃ والسلام کا جسم عالی بنایا گیا۔ نرم چیز کا موڑنا توڑنا

یہ تو آسان ہے۔ لیکن سخت چیز کا موڑنا توڑنا ذرا مشکل ہو جاتا ہے۔ حق تعالیٰ نے ایسی ہی مٹی سے جس میں سے ایسی آواز آرہی تھی جیسی کہ پکے ہوئے برتن میں سے آتی ہے۔ ایسی مٹی سے حضرت آدم کا جسم عالی تیار ہوا۔

جسم آدم کہاں بنایا گیا؟ اور جسم عالی دنیا ہی کے اندر تیار ہوا۔ علما نے بیان فرمایا کہ عرفات اور طائف شریف کا جو درمیانی میدان ہے اس میں آدم علیہ السلام کا جسم عالی تیار ہوا۔

پُتلۂ آدم کا ابلیسی معائنہ اور جسم عالی وہیں تھا ابھی روح نہیں ڈالی گئی تھی کہ ابلیس آیا اور ابلیس نے بہت غور سے چاروں طرف کو دیکھا۔ مُنھ کھلا ہوا نظر آیا۔ منھ کے ذریعہ داخل ہو کر پیٹ میں بھی پہنچا۔ پیٹ میں جا کر خوب سیر کی۔ اور خوب دیکھا بھالا۔

انسان کے متعلق شیطان کا تاثر باہر نکلنے کے بعد ابلیس نے کہا کہ میں نے اندر باہر سے سب دیکھ لیا ہے۔ یہ تو اندر سے بالکل خالی ہے۔ پیٹ اس کا کھوکھلا ہے۔ یہ میرے قابو میں آجائے گا۔ اگر اس کے پیٹ میں کچھ ہوتا تو میرے لیے بہکانا مشکل تھا۔ لیکن اب میرے قابو میں آجائے گا۔

جب جسم آدم میں روح ڈالی گئی پھر حق تعالیٰ نے اپنی

قدرت کاملہ سے حضرت آدم کے جسم عالی میں روح ڈالی۔ روح ناک کے ذریعہ داخل ہوئی۔ جب روح ڈالی گئی تو دو باتیں ہوئیں۔ ایک تو آدم علیہ السلام کو چھینک آئی۔

حضرت آدمؑ اور فرشتوں کی سنّت

آدم علیہ السلام نے چھینکنے کے بعد میں اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ کہا۔ وہاں پر جو فرشتے تھے انہوں نے یَرْحَمُكَ اللّٰہُ کہا حق تعالیٰ کی طرف سے ارشاد عالی ہوا کہ اے آدم! یہ طریقہ تمہارے لیے اور تمہاری اولاد کے لیے باقی رکھا جائے گا۔ جب کسی کو چھینک آئے اور چھینکنے والا اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ کہے تو سننے والوں میں جو قریب ہے وہ کہے یَرْحَمُكَ اللّٰہُ۔ اگر چھینکنے والے نے اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نہیں کہا ہے تو پھر پاس بیٹھنے والے کے لیے بھی دعا کا کلمہ اس کے لیے کہنے کی ضرورت نہیں ہے۔ حدیث پاک کے اندر آتا ہے کہ ایک ایمان والے کا دوسرے ایمان والے پر جو حق ہے ان میں ایک چھینکنے والے کے لیے دعا دینا، یہ بھی حق ہے۔(۱۵۷)

جب حضرت آدمؑ کی آنکھیں کھلیں

دوسرے جب آدم علیہ السلام کی آنکھیں کھلی ہیں تو نظروں کے سامنے عرشِ الٰہی ظاہر ہوا اس پر لکھا ہوا دیکھا:

---

(۱۵۷) مشکات ص ۳۹۷

لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ

آدم علیہ السلام نے اس کو پڑھا اور اس کو محفوظ رکھا۔ کافی عرصہ جنّت میں رہنے کے بعد جب دنیا کے اندر بھیجے گئے دنیا میں آنے کے بعد دوسو سال تک آدم علیہ السلام حق تعالی سے معافی مانگتے رہے۔ کہ میرے اس قصور کو معاف فرمادیا جائے جس کی وجہ سے مجھے جنت سے بر طرف کیا گیا ہے۔

دعائے آدمؑ کی قبولیت کا پہلا راز دوسو سال کے بعد حق تعالی نے ان کے قلب عالی کے اندر ڈالا اور انہوں نے دعا فرمائی کہ اے اللہ! میں محمد ﷺ کے واسطے سے اپنے قصور کی معافی چاہتا ہوں۔ حق تعالی نے ارشاد فرمایا کہ تم نے محمد ﷺ کو کیسے جانا؟ اور کیسے پہچانا؟ حضرت آدم نے عرض کیا کہ اے رب کریم! جب آپ نے مجھے پیدا فرمایا۔ اور میری آنکھوں کو آپ نے بینائی مرحمت فرمائی۔ میں نے آپ کے عرشِ پاک پر لکھا ہوا دیکھا:

لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ

اسی وقت مجھے یقین ہو گیا تھا کہ محمد ﷺ کا درجہ آپ کے نزدیک بہت اونچا درجہ ہے۔ جن کے نام نامی کو آپ نے اپنے نام مبارک کے ساتھ اپنے عرش پاک پر لکھا ہے۔

مقام محمدؐ اور شانِ محمدؐ حق تعالی نے ارشاد فرمایا: اے آدم! تم

نے صحیح کہا۔ یہ تمہاری اولاد میں نبوت کے ختم کرنے والے ہیں۔ اگر ان کو پیدا نہ کیا جاتا تو تمہیں بھی پیدا نہ کیا جاتا۔ اور زمین و آسمان اور جنت و دوزخ بھی نہ بنائی جاتی۔ اسی کو قشیری نے کہا:

لَوْلَاہُ مَا خَلَقَ الْاَفْلَاكَ خَالِقُهَا

لَوْلَاہُ مَاخَرَجَ الْاِنْسَانُ مِنْ عَدَمٖ

ترجمہ: اگر وہ نہ ہوتے تو زمین و آسمان کا پیدا کرنے والا زمین و آسمان کو پیدا نہ کرتا۔ اگر وہ نہ ہوتے تو انسان کو عدم سے وجود میں نہ آتا۔

آگے آیت شریفہ آرہی ہے:

فَتَلَقّٰی اٰدَمُ مِنْ رَّبِّهٖ كَلِمَاتٍ فَتَابَ عَلَيْهِ اِنَّهٗ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ۔ (۱۵۸)

پس سیکھ لیں آدم علیہ السلام نے چند باتیں اپنے رب کریم سے اور ان کی وجہ سے اللہ عزاسمہ آدم علیہ الصلاۃ والسلام پر متوجہ ہوے۔

وہ چند باتیں کیا تھیں؟ اس میں علماء کے کئی قول ہیں۔ چار قول عام طور سے علماء نے بیان کیے ہیں۔

ایک قول یہ ہے کہ آدم علیہ الصلاۃ والسلام کی دعا قرآن پاک میں حق تعالی نے نقل فرمائی ہے:

---

(۱۵۸) سورۂ بقرہ آیت ۳۷

رَبَّنَا ظَلَمْنَآ اَنفُسَنَا وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ۔ (۱۵۹)

یہ وہ دعا ہے جس کا کَلِمَاتٍ میں تذکرہ فرمایا گیا ہے۔

دعاء آدم کی قبولیت کا دوسرا راز

اور بعض نے کہا ہے کہ آدم علیہ الصلاۃ والسلام نے بیت اللہ کا طواف کیا۔ اور طواف کے بعد مقام ابراہیم کے قریب آکر دو رکعتیں ادا فرمائیں۔ اور یہ دعا پڑھی

اَللّٰهُمَّ اِنَّكَ تَعْلَمُ سِرِّىْ وَعَلَانِيَتِىْ فَاقْبَلْ مَعْذِرَتِىْ وَتَعْلَمُ حَاجَتِىْ فَاَعْطِنِىْ سُؤْلِىْ وَتَعْلَمُ مَافِىْ نَفْسِىْ فَاغْفِرْلِىْ ذُنُوْبِىْ اَسْئَلُكَ اِيْمَانًا يُّبَاشِرُ قَلْبِىْ وَيَقِيْنًا صَادِقًا حَتّٰى اَعْلَمَ اَنَّهٗ لَا يُصِيْبُنِىْ اِلَّا مَا كَتَبْتَ لِىْ وَرَضِّنِىْ بِقَضَآئِكَ.

ترجمہ: اے اللہ! تو میرے پوشیدہ اور ظاہر سب حال کو جانتا ہے پس تو میری معذرت کو قبول فرما۔ اور تو میری حاجت کو بھی جانتا ہے پس میرے سوال کو پورا فرما۔ اور جو میرے جی میں ہے تو اس سے بھی واقف ہے پس میرے گناہوں کو معاف فرما۔ میں تجھ سے ایسا ایمان چاہتا ہوں جو میرے دل میں جم جائے۔ اور ایسا سچا یقین کہ میں جان لوں کہ مجھے وہ ہی بات پیش آسکتی ہے جو تو

(۱۵۹) سورۂ اعراف آیت ۲۳

نے میرے لیے مقدر کر دی ہے۔ اور مجھے اپنے فیصلے پر راضی رہنا نصیب فرما۔

یہ دعا آدم علیہ الصلاۃ والسلام نے پڑھی۔ حق تعالی کی طرف سے وحی نازل ہوئی۔ کہ اے آدم! میں نے تمہارے قصور کو معاف کر دیا اور میں نے تمہاری اولاد میں سے بھی ہر اس شخص کے قصور کو آج ہی معاف کر دیا جو اس دعا کا پڑھنے والا ہے۔ اور فرمایا: دنیا اس کے پاس ذلیل و خوار ہو کر آئے گی۔ اگر چہ وہ دنیا کا طالب اور دنیا کا متلاشی نہ ہو۔

بیشک سب مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں (القرآن)

تقریر نمبر ۸ بنی نوع انسان کا اعزاز و اکرام

اس سے پہلے میں عرض کر چکا ہوں کہ حق تعالیٰ نے حضرتِ آدم پر جو چار مخصوص انعام فرمائے ان میں سے ایک یہ تھا کہ حضرت آدم کی پیدائش سے پہلے ہی حضرت آدم کا فرشتوں کے سامنے تذکرہ فرمایا۔

حضرت آدم کے لیے آرائش عالم

اور دنیا اور دنیا کی تمام چیزوں کو پہلے ہی آراستہ فرمادیا۔ جیسا کہ کوئی حضرت آنے والے ہیں۔ اور ان کے لیے پہلے ہی تیاریاں ہو رہی ہیں۔ اور ان کے آنے سے پہلے کہا جارہا ہے کہ فلانے حضرت اور فلانے بزرگ تشریف لائیں گے۔ اللہ عزاسمہ نے انسان پر کرم فرمایا۔ اور انسان کے اعزاز، اور انسان کی فوقیت کا یہ کہہ کر فرشتوں کے سامنے اظہار فرمایا:

اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةً،

میں اپنا ایک نائب بنانے والا ہوں۔ یہ میں پہلے عرض کر چکا ہوں کہ خلیفہ کا لفظ دو معنوں میں استعمال کیا جاتا ہے۔ انسان خلیفہ ہے جنّات کا۔ اور جنّات خلیفہ ہیں فرشتوں کے۔ اور جنات روئے زمین پر کتنے دنوں آباد رہے۔ سات لاکھ برس تو ابلیس نے

فرشتوں کے ساتھ مل کر عبادت کی ہے۔ اور پھر حضرت آدم کو سجدہ نہ کرنے کی وجہ سے مردود ہوا۔

شیطان اور خدائے تعالی کا مکالمہ اس وقت شیطان نے جو جرأت کی اور باری تعالی سے مکالمہ کیا وہ یہ تھا: اِنَّ الشَّيطَانَ قَالَ: وَعِزَّتِكَ يَارَبِّ لَاأَبرَحُ أُغوِيُ عِبَادَكَ مَادَامَتْ اَرْوَاحُهُمْ فِيْ اَجْسَادِهِمْ۔

شیطان نے کہا: اے میرے رب! تیری عزت کی قسم، میں تیرے بندوں کو برابر گمراہ کرتا رہوں گا جب تک کہ روح ان کے جسم میں باقی رہے گی۔

حق تعالی نے ارشاد فرمایا:

وَعِزَّتِيْ وَجَلَالِيْ وَارْتِفَاعِ مَكَانِيْ لَا اَزَالُ اَغْفِرُ لَهُمْ مَا اسْتَغْفِرُوْنِيْ.

میری عزت کی قسم، میرے جلال کی قسم، اور میرے بلند مرتبہ کی قسم، میں بھی ان کو معاف کرتا رہوں گا جب تک کہ وہ مجھ سے معافی مانگتے رہیں گے۔ (۱۶۱)

تو حق تعالی نے انسان پر کرم فرمایا کہ شیطان کے مقابلے میں انسان کے لیے اپنی مغفرت کا وعدہ فرمایا۔

---

(۱۶۰) ابن کثیر ج ۲ ص ۳۷۲، مشکات ص ۲۰٤
(۱۶۱) مشکات ص ۲۰۴

حق تعالیٰ کی لامحدود مغفرت

حدیث پاک میں آتا ہے: حق تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

يَابْنَ اٰدَمَ! اِنَّكَ مَادَعَوْتَنِىْ وَرَ جَوْتَنِىْ غَفَرْتُ لَكَ عَلٰى مَاكَانَ مِنْكَ وَلَا اُبَالِىْ۔ يَابْنَ اٰدَمَ! لَوْ بَلَغَتْ ذُنُوْبُكَ عَنَانَ السَّمَاءِ ثُمَّ اسْتَغْفَرْ تَنِىْ غَفَرْتُ لَكَ، يَابْنَ اٰدَمَ! لَوْاَتَيْتَنِىْ بِقُرَابِ الْاَرْضِ خَطَايَا ثُمَّ لَقِيْتَنِىْ لَا تُشْرِكُ بِىْ شَيْئًا لَاَتَيْتُكَ بِقُرَابِهَا مَغْفِرَةً (۱۶۲)

اے انسان! جب تک تو مجھے پکارتا رہے گا۔ اور مجھ سے امیدیں وابستہ رکھے گا۔ میں تیری خطاؤں کو معاف کرتا رہوں گا۔ اور مجھے پروا نہیں خواہ تیری خطائیں کتنی ہی کثیر مقدار میں کیوں نہ ہوں؟

اے انسان! اگر تیرے گناہ آسمان کے بادلوں تک پہنچ جائیں پھر تو مجھ سے معافی چاہے۔ میرے آگے بخشش کے لیے ہاتھ پھیلائے۔ تو میں تیری خطاؤں کو معاف کردوں گا۔

اے انسان! اگر تو میرے پاس اتنی خطائیں لے کر آئے جس نے روئے زمین کو بھر دیا ہو لیکن تو نے میرے ساتھ کسی کو ساجھی نہ ٹھہرایا ہو۔ تو اسی قدر مغفرت لے کر میں تجھ سے ملاقات کروں گا۔

---

(۱۶۲) ترمذی ج ۲ص ۱۹۴، مشکات ص ۲۰۴

بعد وفاتِ مومن کراماً کاتبین کا ٹھکانہ؟ ایک روایت میں ہے کہ وہ فرشتے جو انسان کے ساتھ لگے رہتے ہیں مومن کے انتقال کے بعد وہ مومن کی روح کے ساتھ آسمان پر چڑھنا چاہتے ہیں۔ مگر وہاں دیکھتے ہیں کہ جگہ بالکل پُر ہے۔ واپس آجاتے ہیں۔ زمین میں کسی جگہ جانا چاہتے ہیں۔ زمین پر بھی ہر ہر جگہ فرشتے موجود ہیں۔ وہ عرض کرتے ہیں کہ اے رب کریم! آپ کا فلاں بندہ تو انتقال کر چکا آپ کی اجازت ہو تو ہم آسمانوں میں چلے آئیں؟ ارشاد ہوتا ہے میرا آسمان تو میری تسبیح بیان کرنے والے فرشتوں سے بھرا ہوا ہے وہ عرض کرتے ہیں کہ ہم زمین میں کسی جگہ ٹھہر جائیں؟ ارشاد ہوتا ہے کہ زمین بھی میری تسبیح بیان کرنے والی مخلوق سے بھری ہوئی ہے۔ تو وہ فرشتے عرض کرتے ہیں ہم کہاں جائیں؟ آسمانوں میں جگہ نہیں ہے۔ زمینوں میں جگہ نہیں ہے۔ ہم کہاں جائیں؟ حق تعالیٰ کی طرف سے ارشاد عالی ہوتا ہے کہ اس کی قبر پر پہنچ جاؤ۔ اور میری تکبیر و تہلیل اور میرا ذکر کرتے رہو اور اس کو قیامت تک میرے بندے کے اعمال نامے میں لکھتے رہو۔ جو عمل صالح تم اس کی زندگی میں لکھا کرتے تھے وہ عمل صالح اس کے مرنے کے بعد بھی لکھتے رہو۔ (۱۶۳) اور مرنے کے بعد اگرچہ عمل کرنے کا سلسلہ ختم ہو جاتا ہے لیکن بعض اشخاص ایسے

---

(۱۶۳) شامی ج ۲ ص ۲۴۳، مطبوعہ مثل بیروت

بھی ہیں کہ ان کو بعض ان اعمال کا ثواب پہنچتا رہتا ہے جو زندگی میں انہوں نے کیے تھے۔ رسول پاک علیہ الصلاۃ والسلام نے ارشاد فرمایا:

اِذَا مَاتَ الْاِنْسَانُ انْقَطَعَ عَمَلُهٗ اِلَّا مِنْ ثَلٰثَةٍ، صَدَقَةٍ جَارِيَةٍ، اَوْعِلْمٍ يُنْتَفَعُ بِهٖ، اَوْوَلَدٍ صَالِحٍ يَدْعُوْالَهٗ. اَوْكَمَا قَالَ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (١٦٤)

جب انسان مر جاتا ہے تو اس کے اعمال کا سلسلہ منقطع ہو جاتا ہے۔ اس کے اعمال نامے پر مہر لگادی جاتی ہے۔ اور مہر لگا کر عرش الٰہی کے نیچے لٹکادیا جاتا ہے۔

بعد وفات ثواب پانے والے تین اشخاص

لیکن تین قسم کے اشخاص وہ ہیں کہ مرنے کے بعد بھی ان کے اعمال میں اضافہ ہوتا رہتا ہے۔

ایک وہ شخص جس نے کوئی صدقہ جاریہ کیا۔ کوئی مسجد یا مدرسہ بنوادیا۔ یا کوئی قرآن پاک یا حدیث پاک کی کوئی کتاب وقف کردی۔ جب تک لوگ اس سے فائدہ اٹھاتے رہیں گے اس کے اجر وثواب کے اندر اضافہ ہوتا رہے گا۔

دوسرے وہ شخص جس نے علم سیکھا اور پھر اس نے دوسروں کو علم سکھایا۔ اور اسی طرح اس کا سلسلہ چلتا رہا تو جب تک اس کا

(١٦٤) مشکات ص٣٢

سلسلۂ علم و تعلیم چلتا رہے گا تو اسکے ثواب میں زیادتی ہوتی رہے گی۔ اور تیسرے وہ شخص جس نے نیک اولاد چھوڑی۔ اور نیک اولاد ماں باپ کے انتقال کے بعد ان کے لیے دعائے مغفرت کرتی رہی۔ اور ان کے لیے رفع درجات کی دعا کرتی رہی۔ تو اولاد کی دعا سے ان کے رفع درجات ہوتے رہیں گے۔

اولاد کی دعا کا ثواب عظیم حدیث پاک میں فرمایا گیا ہے کہ بعض اشخاص کے جنت میں درجات بلند کر دیے جاتے ہیں اسے حیرت ہوتی ہے۔ اور تعجب کے ساتھ وہ سوال کرتا ہے کہ اے رب کریم! مرنے کے بعد تو میں نے کوئی عمل صالح نہیں کیا۔ یہ میرا درجہ کیسے بڑھا؟ حق تعالی فرماتے ہیں: لِاسْتِغْفَارِ وَلَدِكَ لَكَ ۔ (الف)

تیرے لیے تیرے بیٹے کے استغفار کرنے کی وجہ سے۔ تیرے بیٹے نے تیرے لیے آج ہمارے سامنے ہاتھ اٹھا کر یہ دعا کی تھی: اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِیْ وَلِوَالِدَیَّ

اے رب کریم! میری اور میرے ماں باپ کی مغفرت فرما۔

دوسروں کے لیے دعا کرنے کا اجر یہ میں نے پہلے عرض کیا تھا کہ دوسرے کے لیے دعا کرنے کا بہت بڑا اجر و ثواب ہے۔ حدیث پاک میں آتا ہے:

(الف) مشکات ص ۲۰۶

مَنِ اسْتَغْفَرَ لِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ كُلَّ يَوْمٍ سَبْعاً وَّعِشْرِيْنَ مَرَّةً اَوْخَمْساً وَّعِشْرِيْنَ مَرَّةً اَحَدَ الْعَدَدَيْنِ كَانَ مِنَ الَّذِيْنَ يُسْتَجَابُ لَهُمْ وَيُرْزَقُ بِهِمْ اَهْلُ الْاَرْضِ، اَوْكَمَا قَالَ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (۱۶۵)

جو شخص تمام ایمان والے مردوں اور تمام ایمان والی عورتوں کے لیے استغفار کرتا ہے۔ ایک دن میں ستائیس مرتبہ یا پچیس مرتبہ ان دونوں عددوں میں سے کسی ایک عدد کے مطابق، تو وہ ان لوگوں میں سے ہو جائے گا جس کی دعائیں اللہ کے یہاں قبول ہوتی ہیں۔ اور زمین کی مخلوق کو جس کے صدقے میں روزی دی جاتی ہے۔

۲۵ / یا ۲۷ / مرتبہ استغفار کی حکمت قاضی شوکانی یمن کے قاضی، تحفۃ الذاکرین میں تحریر فرماتے ہیں کہ اس عدد کے اندر کیا حکمت اور راز ہے؟ اس حکمت کو اللہ ہی جاننے والے ہیں۔ ہمیں اس کا علم نہیں۔ (۱۶۶)

نیکیاں کمانے کا آسان نسخہ ایک روایت میں آتا ہے:

مَنِ اسْتَغْفَرَ لِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ كَتَبَ اللّٰهُ

---

(۱۶۵) کنز العمال ج ا ص ۶ ۷ ۴ مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۲۱۰

(۱۶۶) وهذا العد دالمنصوص عليه ليس لنا ان نكشف العلة يعلل بها اور نطلب وجه الحكمة فيه فان ذالك سرمن اسرار النبوة ليس لنا ان نقدم على تفسيره و بيان وجهه وحكمته بدون برهان. تحفۃ الذاکرین ص ۲۰۶۔

تَبَارَكَ وَتَعَالٰى لِكُلِّ مُؤْمِنٍ وَمُؤْمِنَةٍ حَسَنَةً اَوْكَمَا قَالَ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (۱۶۷)

جو تمام ایمان والے مردوں اور تمام ایمان والی عورتوں کے لیے دعائے مغفرت کرتا ہے تو اللہ عزاسمہ تمام ایمان والے مردوں اور عورتوں کی تعداد کے بقدر اس کو نیکیاں مرحمت فرماتے ہیں۔

دعامانگنے سے پہلے استغفار تو عرض میں کر رہا تھا کہ ایمان والوں کے لیے مغفرت کی دعا کرنا اللہ کے نزدیک انتہائی محبوب ہے۔ جس نے ستائیس مرتبہ یا پچیس مرتبہ ایک دن میں دعا کی ہے۔اور کہاہے: اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لَنَا وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ۔

تواس کی دعاقبول کی جائے گی۔بہتر یہ ہے کہ دعامانگنے سے پہلے ستائیس مرتبہ یا پچیس مرتبہ یہ استغفار پڑھ لیا جائے تا کہ اس کی دعا رد نہ ہو۔ قبول ہو جائے۔اور یہی نہیں بلکہ اس کا ایسادرجہ ہو جائے کہ اس کے صدقے اور طفیل میں روئے زمین کی مخلوق کو روزی دی جائے۔

کمزوروں کے سبب روزی ملتی ہے آج جو ہمارے دماغ میں یہ بات بیٹھی ہوئی ہے کہ ہم تو کما کر اور محنت کر کے کھا رہے

(۱۶۷) حصن حصین ص ۲۰۶

ہیں۔ ہم تو اپنے ہاتھ پیر چلا رہے ہیں جب ہمیں روٹی مل رہی ہے۔ یہ ہمارا خیال بالکل غلط ہے۔

عہد نبوی کے دو بھائیوں کا واقعہ

رسول پاک علیہ الصلاۃ والسلام کے مبارک زمانے میں دو بھائی تھے تھوڑی سی ان کے پاس زمین تھی۔ ایک بھائی تو اپنی زمین میں محنت کرتا تھا۔ دوسرے بھائی مسجد نبوی میں پڑے رہتے تھے۔ رسول پاک علیہ الصلاۃ والسلام سے دین سیکھتے رہتے تھے۔ اس بھائی نے جو زمین کی دیکھ بھال کرتا تھا اس بھائی سے کہا جو مسجد نبوی میں پڑے رہتے تھے کہ بھائی تم بھی کچھ محنت کیا کرو۔ جب زمین مشترک ہے اور میں تمہیں آدھا حصہ دیتا ہوں تم بھی کام کیا کرو۔ وہ بے چارے ایسے رسول پاک علیہ الصلاۃ والسلام کی خدمت عالیہ میں حاضری کے شائق تھے کہ انہیں کھیت میں جانے کا موقعہ نہیں ملتا تھا۔ دوسرے بھائی نے رسول اکرم ﷺ سے شکایت کی کہ اگر میرا بھائی کام نہیں کرے گا تو میں اس کو حصہ نہیں دوں گا۔ رسول اکرم ﷺ نے تنبیہ فرمائی۔ اور فرمایا: لَعَلَّكَ تُرْزَقُ بِهٖ (۱۶۸) کہ تو یہ سمجھتا ہے کہ تیری محنت سے روٹی مل رہی ہے۔ ہو سکتا ہے کہ اسی کی وجہ سے تجھے بھی روزی مل رہی ہو۔ اور دوسری حدیث میں ارشاد عالی ہے:

اِنَّكُمْ تُنْصَرُوْنَ وَتُرْزَقُوْنَ بِضُعَفَائِكُمْ (۱۶۹)

(۱۶۸) مشکات ص ۴۵۳ (۱۶۹) مشکات ص ۴۴۷

تمہاری جو مدد کی جاتی ہے اور تمہیں جو روزی دی جاتی ہے تم میں جو کمزور اور ضعیف ہوتا ہے اس کے صدقے اور برکت سے دی جاتی ہے۔

کوئی بوڑھا گھر میں ہے اس کو روٹی دینا دشوار معلوم ہوتا ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ اسی کے صدقے سے جو تندرست اور طاقتور ہیں ان کو بھی روزی مل رہی ہے۔

تخلیق آدم کے ذکر کی حکمت

بہر کیف! عرض میں کر رہا تھا کہ حق تعالیٰ کا ایک کرم یہ ہوا کہ حق تعالیٰ نے پیدائش سے پہلے فرشتوں کے سامنے ارشاد فرمایا کہ میں روئے زمین میں اپنا ایک خلیفہ بنانے والا ہوں۔ یہ حق تعالیٰ نے جو اظہار فرمایا اس میں ایسا نہیں ہے کہ فرشتوں سے کوئی مشورہ لیا جارہا ہو۔ بلکہ انسان کو حق تعالیٰ نے اس لیے پیدا فرمایا کہ انسان حق تعالیٰ کی پیدا کردہ چیزوں سے منتفع ہو۔ اور فائدہ اٹھائے جیسا کہ پچھلی آیت هُوَالَّذِیْ خَلَقَ لَكُمْ مَّافِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا میں گزر چکا ہے۔ کہ اللہ کی ذات عالی وہ ہے جس نے زمین میں جو کچھ ہے وہ تمہارے لیے پیدا فرمایا۔ تمہاری منفعت اور تمہاری افادیت کے لیے پیدا فرمایا۔ اور بہت سی چیزیں وہ ہیں جو فرشتوں سے متعلق ہیں۔ مثلاً زمین سے کھیتیوں کا اگنا۔ یہ اس وقت اگیں گی جب کہ ہوائیں

چلیں گی۔ اور بارشیں برسیں گی۔ اور ہواؤں کا چلانا اور بارشوں کا برسانا اور کھیتیوں کا اگانا حضرت میکائیل علیہ السلام سے متعلق ہے۔

غرض یہ کہ فرشتوں کے سامنے حق تعالی نے جو ارشاد فرمایا یہ اس بنا پر تھا کہ انسان دنیا کہ چیزوں سے منتفع ہو گا۔ جو خلیفہ بنایا جارہا ہے۔ جس کو ہم دنیا کے اندر پیدا کرنے کا ارادہ کر رہے ہیں۔ اور تم چوں کہ ان چیزوں پر متعین ہو۔ تمہیں بتلایا جارہا ہے۔ اور تمہیں سنایا جارہا ہے۔ اور تمہیں آگاہ کیا جارہا ہے تا کہ تم پورے طریقے سے اس کی خدمت انجام دو۔ یہاں تک کہ بے شمار فرشتے تو ایمان والوں کے لیے مغفرت کی دعا کر رہے ہیں۔ جیسا کہ اس سے پہلے گزر چکا ہے۔

امن کی دو چیزیں یہاں یہ بھی عرض کرتا ہوں کہ حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ نے فرمایا کہ اللہ تعالی نے اس امت کو دو چیزیں امن کی عطا فرمائیں۔ ایک رسول پاک علیہ الصلاۃ والسلام کی ذات گرامی ہے۔ رسول پاک علیہ الصلاۃ والسلام نے تو اپنے کام کو پورے طریقے سے پورا فرمادیا۔ اور پھر حق تعالی نے اپنے پیارے نبی کو اپنی طرف بلالیا۔ اور دوسری امن کی چیز ہے استغفار۔ جب تک کہ امتی استغفار کرتے رہیں گے عذاب خداوندی نہیں آئے گا۔ (۱۷۰) قرآن کریم میں ارشاد باری ہے:

---

(۱۷۰) ابن کثیر ج ۲ ص ۲۷۳، تحفۃ الاحوذی ج ۸ ص ۲۷۴

قُلْ مَا يَعْبَؤُا بِكُمْ رَبِّي لَوْ لَا دُعَاؤُكُمْ فَقَدْ كَذَّبْتُمْ فَسَوْفَ يَكُونُ لِزَامًا۔ (۱۷۱)

اے نبی! آپ فرمادیجیے کہ تمہارے رب کریم تمہیں عذاب دے کر کیا کریں گے؟ انہیں عذاب دے کر کوئی خوشی نہیں ہوتی۔ ان کو عذاب دینے کا شوق نہیں۔ لیکن تم تو ان کی قدرت کاملہ کا انکار کر رہے ہو۔ ضرور اس کا خمیازہ تمہیں بھگتنا پڑے گا۔

بہرکیف! حق تعالیٰ نے فرشتوں کے سامنے انسان کی پیدائش کا جو تذکرہ فرمایا تھا یہ اس لیے تھا تاکہ فرشتے جان لیں کہ جو مخلوق پیدا کی جارہی ہے اس کی تمہیں خدمت انجام دینی ہے۔ فرشتے جو کہ اللہ عزاسمہ کی عبادت میں مشغول ہیں ان کو اس مالک الملک نے فرمایا کہ جو مخلوق میں بناؤں گا اس کے پیدا کرنے کے بعد میں تمہیں اس کی اطاعت کرنی پڑے گی۔ اور اس کی خدمت انجام دینی ہوگی۔

انسان کے محافظ فرشتے بے شمار فرشتے ہیں جو خداوند قدوس کے حکم عالی سے انسان کی مختلف قسم کی حاجتوں کو پورا کر رہے ہیں۔ بعض کی تفصیل قرآن پاک میں ارشاد فرمائی گئی ہے۔ کچھ فرشتے وہ ہیں جو انسان کے جسم کی حفاظت کرنے والے ہیں۔ جن کو حَفَظَةٌ کہا جاتا ہے۔ سورۂ رعد میں ان کا تذکرہ فرمایا گیا ہے:

لَهُ مُعَقِّبٰتٌ مِّنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهٖ يَحْفَظُوْنَهٗ مِنْ

(۱۷۱) سورۂ فرقان آیت ۷۷

اَمرِ اللّٰہِ (۱۷۲)

ہر شخص کے لیے کچھ فرشتے ایسے ہیں جن کی ادلی بدلی ہوتی رہتی ہے۔ ایک ہی فرشتہ نہیں ہے۔ بلکہ فرشتے ہیں جن کی ڈیوٹی بدلتی رہتی ہے۔ اور وہ خداوند قدوس کے حکم سے انسان کی حفاظت کرتے رہتے ہیں۔ جہاں تک اللہ کا حکم ہوتا ہے وہاں تک حفاظت کرتے ہیں۔ اور جہاں پر حکم خداوندی نہیں ہوتا وہاں پر وہ اپنی حفاظت اٹھالیتے ہیں۔

محافظ فرشتوں کی تعداد وہ فرشتے کتنے ہیں؟ علماء نے ان کی مختلف تعداد بیان کی ہے۔ یہاں تک کہ بعض صحابہ سے یہ منقول ہے کہ انسان کے جسم کو جنات و شیاطین کے شر سے بچانے والے جو فرشتے ہیں ان کی تعداد تین سو ساٹھ ہے۔ ایک ایک آدمی پر تین سو ساٹھ حفاظت کرنے والے فرشتے ہیں۔ ورنہ حضرت ابن عباسؓ نے ارشاد فرمایا کہ اگر یہ فرشتے انسان کی اس طرح حفاظت نہ کرتے تو جنات اور شیاطین جو اس کے دشمن ہیں اس طریقے سے حملہ کرتے جیسا کہ حلوائی کی دکان کے اوپر مکھیوں کا چھتہ ہوتا ہے۔ حلوائی مکھیوں سے بچانے کے لیے مٹھائی کی بہت زیادہ حفاظت کرتا ہے مگر مکھیاں پھر بھی اس پر حملہ کرتی رہتی ہیں۔ یہ فرشتے تو وہ ہیں جو انسان کے جسم کی حفاظت کرنے والے ہیں۔ کچھ

(۱۷۲) سورۂ رعد آیت ۱۱

فرشتے وہ ہیں جو انسان کے اعمال کی حفاظت کرنے والے ہیں۔ جن کو کراماً کاتبین کہا جاتا ہے۔ جو انسان کے دائیں بائیں رہتے ہیں۔(۱۷۳) اور جس وقت انسان بالغ ہوتا ہے اس وقت سے اس کے اعمال درج کرنا شروع کردیتے ہیں۔

بلوغ کا ابتدائی اور انتہائی وقت

اور انسان کے بلوغ کے بارے میں علماء نے بیان فرمایا ہے کہ عورت اور مرد کی ابتدائی مدت بلوغ میں تو اختلاف ہے۔ عورت کو نو سال کی عمر کے بعد میں اگر حیض آگیا تو وہ بالغ مانی جائے گی۔ اور لڑکے کو اگر بارہ سال کی عمر میں احتلام ہوگیا ہے تو بالغ سمجھا جائے گا۔ اور اگر لڑکی کو حیض نہیں آیا اور لڑکے کو احتلام نہیں ہوا تو پندرہ سال کی عمر جب پوری ہوجائے گی اسی وقت وہ بالغ سمجھے جائیں گے۔ مرد بھی اور عورت بھی۔(۱۷۴)

یہاں تک کہ ایک شخص آج نومبر کی ۲۴ر تاریخ ہے۔ ۲۴ر نومبر کو بارہ بجے پیدا ہوا۔ اور پندرہ سال گذر گئے۔ اور پندرہ سال گزر کر ۲۴ر نومبر کو بارہ بج گئے۔ تو وہ بالغ ہوگیا ہے ظہر کی نماز اس کے ذمہ فرض ہوجائے گی۔

---

(۱۷۳) مراقی ص ۱۵۰

(۱۷۴) مراقی ص ۷۵

بہشتی زیور کا ایک مسئلہ حضرت اقدس حضرت تھانوی نور اللہ مرقدہ نے بہشتی زیور کے اندر ایک مسئلہ تحریر فرمایا۔ اس کی وجہ سے حضرت پر بڑی گالیاں پڑیں۔ اور کہا گیا کہ بہشتی زیور کو تو چولہے میں رکھ دو۔ آگ میں جلا دو۔ اس میں تو گمراہی کی باتیں لکھ رکھی ہیں۔ اور اس کے لکھنے والے تو ایسے ہیں ویسے ہیں۔ نہ معلوم کیا کیا باتیں کہی گئیں۔ مسئلہ کیا تھا؟ مسئلہ بالکل سیدھا سچا۔

نماز دوبارہ پڑھنے کی ایک صورت کہ ایک نابالغ لڑکے نے عشا کی نماز پڑھی محلے میں اس نے گشت بھی کرایا اور پچاسوں آدمیوں کے ساتھ عشا کی نماز پڑھی۔ ادر پھر گھر جا کر سو گیا۔ رات میں صبح صادق سے اتنے وقت پہلے اس کو احتلام ہو گیا کہ وہ جلدی سے غسل کر کے عشا کے چار فرض پڑھ سکتا تھا۔ تو مسئلہ یہ ہے کہ اس کو عشا کی نماز دوبارہ پڑھنی پڑے گی۔ اگر چہ پچاسوں آدمیوں کے ساتھ نماز پڑھ چکا ہے۔ لیکن جب اس کو احتلام ہو گیا ہے تو مسئلہ کی رو سے دوبارہ نماز پڑھنی پڑے گی۔ اگر چہ اس کو نو گھنٹے کے بعد احتلام ہوا ہے۔ عشا کی نماز سردیوں کے زمانے میں آٹھ بجے پڑھی اور پانچ بجے اس کو احتلام ہوا۔ اور یہ نماز اس لیے دوبارہ پڑھے کہ پہلی نماز اس کی نفل تھی۔ فرض نماز اس پر اس وقت ہوئی ہے جب کہ پانچ بجے اس کو احتلام ہوا۔(۱۷۵)

(۱۷۵) امداد الفتاوی ج ۱ ص ۷۸۷

نماز دوبارہ پڑھنے کی دوسری صورت یا پانچ بجے اس کی پیدائش کا وقت ہے۔ اور آج پانچ بجے اس کے پندرہ سال پورے ہو گئے ہیں۔ اگر چہ احتلام نہیں ہوا تب بھی اس کو فرض دوبارہ پڑھنے ہوں گے۔ کیوں؟ اس لیے کہ پہلی نماز اس کی نفل تھی۔

حج دوبارہ کرنے کی ایک صورت اسی طریقے سے مسئلہ یہ بھی ہے کہ بچہ اپنے ماں باپ کے ساتھ حج کے لیے چلا گیا۔ تین سال کی عمر تھی۔ اس کے والدین نے اس کا بھی احرام بندھوا دیا۔ اور اس نے بھی وقوف عرفہ کیا جو حج کا سب سے بڑا رکن ہے۔ یعنی نویں ذی الحجہ کو زوال سے لے کر صبح صادق تک کا جو وقت ہے اس میں تھوڑے سے وقت کے لیے بھی وہاں پہنچ گیا۔ اس کا احرام بھی بندھوایا۔ وقوفِ عرفہ بھی کرایا۔ مگر عمر اس کی تین ساڑھے تین سال کی تھی۔ اللہ نے اس کو بلوغ کے بعد پھر وسعت دے دی۔ یہ مال دار بن گیا تو حج اس کو دوبارہ کرنا پڑے گا۔ وہ حج اس کا فرض نہیں ہو گا بلکہ نفلی ہو گا۔ اور وہ حج اس کا ماں باپ کے اعمال نامے میں درج ہو جائے گا۔ (۱۷۶)

حج کے فرائض کی وضاحت ایک صاحب نے سوال کیا حج میں کتنے فرض ہیں؟ فرمایا: چار ہیں۔ احرام کا باندھنا۔ تلبیہ کہنا،

---

(۱۷۶) عن ابن عباس قال: قال رسول الله ﷺ ایما صبی حج ثم بلغ الحنث فعلیه ان یحج حجة اخری حاشیة الطحطاوی علی المراقی ص۳۹۶

وقوف عرفہ، نویں ذی الحجہ کو زوال سے لے کر دسویں کی صبح صادق تک میدانِ عرفہ سے گذر بھی جائے تب بھی کافی ہوگا۔ چاہے وہاں نہ بیٹھے۔ نہ ٹھہرے۔ مثلاً احرام بندھا ہوا تھا۔ اور بیماری کی وجہ سے بے ہوشی کی حالت تھی۔ اس کے ساتھیوں نے کہا کہ اسکا بچنا تو مشکل ہے مگر حج تو اس کا کرا ہی دو۔ جب یہ گھر سے اتنا روپیہ صرف کرکے آیا ہے۔ اور اس کی ساری عمر کی تمنا تھی کہ میں حج کروں۔ تو ان ساتھیوں نے ٹیکسی کرائے پر کی۔ اور ٹیکسی میں اس کو ڈال کر مکہ مکرمہ سے عرفات لے گئے۔ اور ٹیکسی والے سے یہ کہا کہ بھائی اس کو ایک چکر میدان عرفات میں کٹوا کر لے آ۔ ایسا کرنے سے اس کا حج ادا ہو جائے گا۔

حج کا رکن اعظم، وقوف عرفہ حدیث پاک میں ہے اَلْحَجُّ عَرَفَةٌ۔ یعنی حج کے ارکان اور بھی ہیں۔ لیکن سب سے اہم رکن وقوفِ عرفہ ہے۔(۱۷۷)

توبہ کے ارکان تین ہیں جیسا کہ ''اَلنَّدَمُ تَوْبَةٌ'' ندامت اور شرمندگی یہ خود توبہ ہے۔ توبہ کے تین رکن ہیں۔ سنتیں اور مستحبات تو بہت سے ہیں۔ مگر ارکان تین ہیں۔ ان میں سب سے اہم رکن ہے ندامت کا ہونا۔ اور یہ ندامت اللہ سے ہو۔ یہ نہیں کہ

---

(۱۷۷) سنن النسائی ج ۵ ص ۲۶۲

گناہ اور معصیت کرتے ہوئے کسی نے دیکھ لیا۔ اور اب شرمندگی یہ ہے کہ اب یہ دس کے سامنے جا کر بتائے گا۔ بھنگن کی لڑکی جو گھر میں کمانے کے لیے آئی تھی اس نے معصیت کرتے ہوئے دیکھ لیا۔ اور اب یہ لوگوں کے سامنے جاکر تذکرہ کرے گی۔ تو اب ندامت اس کو بھنگن کی لڑکی سے ہو رہی ہے۔ تو یہ کافی نہیں۔ یا ندامت اس بات پر ہو رہی ہے کہ اس نے معصیت پر سارا مال ضائع کر دیا ہے۔ جوا کھیلنے کے لیے بیٹھا تھا۔ دس ہزار کی رقم ہاتھ میں تھی۔ مگر سب ہار گیا۔ اب ندامت ہو رہی ہے۔ میں نے بہت برا کیا۔ اتنی بڑی رقم جو میں نے بڑی مشکل سے جمع کی تھی۔ ایک ہی رات میں برباد کر دی۔ تو ندامت تو اس کو ہوئی مگر مال کے ضائع ہونے پر ہوئی یہ ندامت توبہ کے لیے معتبر نہیں۔

توبہ کا پہلا رکن ندامت وہ ہے جو اس مالک الملک کے سامنے ہو۔ اللہ عزاسمہ کے خوف کی وجہ سے ہو۔ اسی کو فرمایا گیا ہے:
اَلنَّدَمُ تَوْبَةٌ، (۱۷۸) ندامت ہی توبہ ہے۔ یعنی توبہ کا بڑا رکن ہے۔

توبہ کا دوسرا رکن توبہ کے لیے دوسری شرط یہ ہے کہ جس وقت وہ اللہ سے معافی مانگ رہا ہے اس کا دل کے اندر پورا پورا یہ ارادہ ہو کہ آئندہ اس کام میں ارتکاب نہیں کروں گا۔ اس معصیت

---

(۱۷۸) مشکات ص ۲۰۶

اور گناہ کے قریب نہیں جاؤں گا۔ چاہے میرے ٹکڑے ٹکڑے کیوں نہ ہو جائیں۔ یہ ہے گناہ کا دل سے چھوڑنا۔ یہ نہیں کہ پھر بھی کرلوں گا۔ اگر دل کے اندر یہ ہے کہ پھر بھی کرلوں گا تو یہ توبہ نہیں سمجھی جائے گی۔ توبہ وہ سمجھی جائے گی کہ دل کے اندر پورا ارادہ ہے کہ آئندہ اس گناہ کو نہیں کروں گا۔ اگرچہ پھر بشریت کی بنا پر گناہ کا ارتکاب ہو جائے۔

حدیث پاک میں آتا ہے کہ ایک صحابی نے عرض کیا کہ اے اللہ کے نبی! ایک شخص معصیت کرتا ہے۔ اور پھر اپنے رب کریم سے توبہ کرلیتا ہے مگر پھر اس سے گناہ ہو جاتا ہے اس کے بارے میں کیا حکم ہے؟ فرمایا: خطا معاف ہو جاتی ہے۔ عرض کیا: پھر گناہ کرلیتا ہے۔ اور اس کے بعد پھر پکی توبہ کرلیتا ہے۔ فرمایا: پھر خطا معاف ہو جاتی ہے۔ عرض کیا کہ دوسری مرتبہ معافی مانگ کر پھر گناہ کرلیتا ہے۔ اس کی تو گناہ کرنے کی عادت ہو گئی ہے۔ عادت ہونے کی بنا پر مجبور ہے۔ مگر پھر سچی پکی توبہ کرلیتا ہے۔ (۱۷۹)

توبہ کے متعلق ایک واقعہ

یہ ہمارے ضلع کے بڑے رئیس ہیں سعید مرتضیٰ ان کے والد ایک بزرگ مولانا قاضی عبدالغنی منگلور والوں سے بیعت ہوئے انہوں نے ایک چیز کی شرط لگائی کہ دیکھو کلیر عرس میں نہ جائیو۔ بیعت کرتے وقت خصوصیت سے توبہ

(۱۷۹) مشکات ص ۲۰۴

کرائی کہ کلیر عرس میں نہ جانا۔ یہ بہت ٹھاٹ سے عرس میں جاتے تھے۔ پچاسوں آدمیوں کو اپنے ساتھ لے کر جاتے تھے۔ الگ ان کا خیمہ لگتا تھا۔ انہوں نے توبہ کرلی۔ مگر جب عرس کا وقت آیا پھر عرس میں جانے کی تیاری کرلی۔ اور پھر پہنچ گئے۔ منگلور سے چھ میل کے فاصلے پر کلیر ہے کچھ دنوں کے بعد شیخ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ فرمایا: چلا جا یہاں سے تو نے اپنی توبہ کو توڑ ڈالا۔ تو نے توبہ کرلی تھی اور پھر عرس میں گیا۔؟ انہوں نے کہا: حضرت جی! آپ نے ہی تو بتلایا تھا کہ توبہ کا دروازہ کھلا ہوا ہے۔ اور جب تک آدمی توبہ کرتا رہے گا اس کی توبہ قبول ہوتی رہے گی۔ پھر توبہ کرلوں گا۔ دروازہ ابھی بند تو نہیں ہوا۔ شیخ صاحب نے کہا: نہیں بند تو ہوا نہیں۔ انہوں نے کہا: اگر بند نہیں ہوا تو کوئی ڈر نہیں پھر توبہ کرلیتا ہوں۔ حضرت جی نے پھر توبہ کرائی کہ پھر نہیں جاؤں گا۔

آسمانوں کا دروازہ، باب التوبہ بہر کیف! حدیث پاک میں ارشاد فرمایا گیا ہے کہ آسمانوں میں ایک دروازہ ہے جس کا نام ہے "بَابُ التَّوْبَةِ" توبہ کا دروازہ۔ جب سے زمین و آسمان پیدا ہوئے ہیں وہ کھلا ہوا ہے۔ جب اللہ تعالی اس زمین و آسمان کو فنا کرنے کا ارادہ فرمائیں گے تو سورج کو اس دروازے سے نکالا جائے گا۔ ایک رات آئے گی کہ صبح صادق نہیں ہوگی۔ پُو نہیں پھٹے گی۔ کسی جگہ

اذان نہیں ہو گی۔ بچے بلبلا جائیں گے۔ اور جانور چلا اُٹھیں گے۔ اور آدمی حیران و پریشان ہوں گے کہ آج صبح صادق کیوں نہیں ہو رہی ہے؟ یہاں تک کہ تین دن اور تین رات کے بقدر وقت گزر جائے گا۔ تب سورج نکلے گا۔ اور جدھر چھپتا ہے اُدھر سے نکلے گا (یعنی مغرب سے) اور جب بیچ آسمان میں آجائے گا پھر حق تعالیٰ کا حکم عالی ہو گا کہ اُدھر ہی لوٹ جا۔ سورج واپس ادھر ہی لوٹ جائے گا۔ اس کو اجمالی طریقے سے قرآن کریم میں بیان فرمایا گیا:

يَوْمَ يَأْتِي بَعْضُ اٰيٰتِ رَبِّكَ لَا يَنْفَعُ نَفْسًا إِيْمَانُهَا لَمْ تَكُنْ اٰمَنَتْ مِنْ قَبْلُ أَوْ كَسَبَتْ فِيْٓ إِيْمَانِهَا خَيْرًا (۱۸۰)

جس دن کہ تیرے رب کی مقرر کی ہوئی بعض نشانیاں ظاہر ہو جائیں گی جو اس مالک الملک نے اس عالم کے فنا کرنے کے لیے مقرر کر رکھی ہیں۔ ان میں سے بعض نشانیاں ظاہر ہو جائیں گی تو کسی شخص کو اس کا ایمان لانا فائدہ نہیں پہنچائے گا۔

کس وقت کا ایمان فائدہ نہیں دے گا؟ اس میں علماء کے دو قول ہو گئے ہیں۔ کہ یہ جو فرمایا گیا ہے: لَا يَنْفَعُ نَفْسًا إِيْمَانُهَا کہ کسی شخص کو اس کا ایمان لانا فائدہ نہیں پہنچائے گا تو اس وقت سے لے کر قیامت تک جو ایمان لائے گا اس کا ایمان معتبر نہیں ہو گا۔ یا اس وقت جنہوں نے اس علامت اور نشانی یعنی سورج کو

---
(۱۸۰) سورۂ انبیا آیت ۱۵۸

مغرب سے نکلتے ہوئے دیکھا ہے ان کا ایمان معتبر نہیں ہوگا۔

حضرتِ اقدس اشرف العلماء حضرت تھانویؒ تحریر فرماتے ہیں کہ جن حضرات نے سورج کو مغرب سے نکلتے ہوئے دیکھا ہے۔ اور وہ کافر تھے۔ اور اس وقت وہ ایمان لائے۔ ان کے ایمان کا اعتبار نہیں ہوگا۔ اور جن اشخاص نے سورج کو مغرب سے نکلتے ہوئے نہیں دیکھا۔ یا وہ بعد میں کافر کے یہاں پیدا ہوئے اور پھر وہ ایمان لائے تو ان کے ایمان کا اعتبار ہوگا۔

اور سورج جب مغرب کی جانب سے نکلے گا اس کے ایک سو چوبیس سال کے بعد قیامت واقع ہوگی۔

تو بہر کیف! اس دروازے کا نام ہے بَابُ التَّوبَةِ، حدیث پاک میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مختلف ارشاد گرامی ہیں۔ ایک جگہ ارشاد ہے:

اِنَّ اللّٰهَ تَعَالیٰ یَقبَلُ تَوبَةَ العَبدِ مَا لَم تَطلُعِ الشَّمسُ مِن مَّغرِبِهَا(۱۸۱)

بے شبہ اللہ عزاسمہ بندہ کی توبہ قبول فرماتے رہیں گے جب تک کہ سورج مغرب کی جانب سے نہ نکلے۔ ایک اور جگہ ارشاد ہے:

اِنَّ اللّٰهَ تَعَالیٰ یَبسُطُ یَدَهٗ بِاللَّیلِ لِیَتُوبَ مُسِیٴُ

(۱۸۱) مشکات ص ۲۰۵، ابن کثیر ج ۳۸۲

النَّهَارِ، وَيَبْسُطُ يَدَهٗ بِالنَّهَارِ لِيَتُوْبَ مُسِيُّ اللَّيْلِ حَتّٰى تَطْلُعَ الشَّمْسُ مِنْ مَّغْرِبِهَا. اَوْكَمَا قَالَ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ(۱۸۲)

بے شک! اللہ تعالیٰ رات کے وقت اپنی رحمت کاملہ کا ہاتھ بڑھاتے ہیں تاکہ دن کا گنہ گار توبہ کرلے۔ جنہوں نے دن کے اندر گناہ اور خطائیں کی ہیں۔ ان کے لیے حق تعالیٰ کی طرف سے ارشاد عالی ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کے ہاتھ بڑھانے کے معنی

ان کی طرف ہاتھ پھیلانے اور بڑھانے کا مفہوم یہ ہے کہ حق تعالیٰ ان کو معاف کرنے کے لیے تیار ہیں۔ جیسے کہا کرتے ہیں کہ بھائی اس نے قدر نہ کی ورنہ ہم نے تو ہاتھ بڑھایا تھا۔ ہاتھ بڑھانے کا مطلب یہ ہے کہ ہم تو کام کرنے کے لیے تیار تھے۔ اسی طریقے سے وہ مالک الملک وہ قادر مطلق اپنے بندے کی خطاؤں کے معاف فرمانے کے لیے تیار رہتے ہیں۔ اور وہ مالک الملک دن میں تیار رہتے ہیں تاکہ رات کا گنہ گار توبہ کرلے۔ یہاں تک کہ سورج مغرب کی جانب سے نکلے گا۔ اس وقت تک اس مالک کا یہی کرم اور انعام ہوتا رہے گا۔ اور جب سورج مغرب کی جانب سے نکل آئے گا تب توبہ کا دروازہ بند کردیا جائے گا۔ جسے توبہ کرنی تھی وہ کرچکا۔ اب کسی کی

(۱۸۲) مشکات ص ۲۰۳

توبہ قبول نہیں۔

وقت موت کی دو حالتیں جیسا کہ حالت باس کا ایمان۔ دو حالتیں کہلاتی ہیں۔ ایک حالت یاس اور ایک حالت باس۔ حالت یاس کا ایمان معتبر ہے۔ حالت باس کا ایمان معتبر نہیں ہے۔

حالت یاس کا ایمان معتبر ہے حالت یاس یہ ہے کہ حکیموں اور ڈاکٹروں نے جواب دے دیا ہے۔ اور ہسپتال والوں نے کہہ دیا ہے کہ اس کو لے جاؤ۔ یہ تو اب صبح و شام کا مہمان ہے۔ اس مریض کو ہسپتال سے لے آئے ہیں۔ یہ حالت یاس (ناامیدی کی حالت) کہلاتی ہے۔

حالت باس کا ایمان معتبر نہیں اور حالت باس یہ ہے کہ نزع کی کیفیت طاری ہو جائے اور جب نزع کی کیفیت طاری ہوتی ہے تو اس وقت میں رحمت اور عذاب کے فرشتے جنت اور دوزخ دونوں طرح کے فرشتے حاضر ہو جاتے ہیں۔ ان فرشتوں کو دیکھ کر یا جنت اور دوزخ کو دیکھ کر اگر کوئی شخص ایمان لائے گا تو اس کے ایمان کا اعتبار نہیں ہوگا۔ وہ اللہ عزاسمہ کے فرمانے سے اور رسول پاک علیہ الصلاۃ والسلام کے بتلانے سے ایمان نہیں لایا۔

ایمان بالغیب معتبر ہے جس ایمان کی اللہ کے یہاں قیمت تھی

یُؤمِنُونَ بِالْغَیْبِ بغیر دیکھے یقین کرتے ہیں۔ غیب کی بات کا یقین کرتے ہیں۔ وہ یہ ایمان نہیں لایا۔ ایسا ایمان تو فرعون بھی لے آیا تھا۔ قرآن کریم میں اس کا تذکرہ ہے۔ ارشاد باری ہے:

حَتّٰیٓ اِذَآ اَدْرَکَهُ الْغَرَقُ قَالَ اٰمَنْتُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا الَّذِیٓ اٰمَنَتْ بِهٖ بَنُوٓا اِسْرَآئِیْلَ وَاَنَا مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ، آٰلْئٰنَ وَقَدْ عَصَیْتَ قَبْلُ وَکُنْتَ مِنَ الْمُفْسِدِیْنَ، فَالْیَوْمَ نُنَجِّیْكَ بِبَدَنِكَ لِتَکُوْنَ لِمَنْ خَلْفَكَ اٰیَةً وَّاِنَّ کَثِیْرًا مِّنَ النَّاسِ عَنْ اٰیٰتِنَا لَغٰفِلُوْنَ (۱۸۳)

حق تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: یہاں تک کہ جب وہ بحر قلزم میں غرق ہونے لگا۔ اس نے کہا میں ایمان لے آیا کہ بے شک کوئی معبود نہیں سوائے اس کے جس پر بنی اسرائیل ایمان لائے ہیں۔ اور میں سچّا پکا مسلمان ہو گیا۔ تین مرتبہ فرعون نے اقرار واعتراف کیا۔ حالاں کہ اگر حالت یاس نہ ہوتی۔ عذاب کا مشاہدہ اس نے نہ کیا ہوتا تو ایک ہی مرتبہ کا اقرار کافی تھا۔ اس لیے کہ کلمہ کا یقین کے ساتھ پڑھ لینا تمام گناہوں کو دھو دیتا ہے۔ اگر کافر پڑھ لے تو وہ ایمان والا ہو جائے۔ اور اس کے ستّر سال کے کفر و شرک کا گناہ بھی معاف ہو جائے۔

صحابہؓ اور ہمارے مزاج کا فرق

حدیث پاک میں ہے

(۱۸۳) سورۂ یونس آیت ۹۰

حضرت عبد اللہ ثقفی ایک صحابی ہیں انہوں نے عرض کیا: اے اللہ کے نبی! مجھے کوئی ایسی بات بتلا دیجیے گا کہ جناب والا کے بعد کسی اور سے کچھ پوچھنے کی نوبت نہ آئے۔ صحابہ کرام کے مزاج میں اور ہمارے مزاج میں کتنا فرق ہے۔ ہمارا مزاج تو یہ ہے کہ ہر روز نئی نئی بات بتلاؤ۔ ایسی بات بتلاؤ جو آج تک کسی نے نہ بتلائی ہو۔ مگر عمل کے میدان میں ہم بالکل کورے ہیں۔ اور صحابہ کرام رضوان اللہ تعالی علیہم اجمعین زیادہ لمبی چوڑی تقریروں کے عادی نہ تھے۔ وہ خود عرض کر دیتے تھے کہ ہمیں تو ایسی مختصر سی بات بتلا دیجیے جس پر ہم عمل کرتے رہیں۔

نیکی کی بہت سی قسمیں ہیں

ایک صحابی حاضر خدمت ہوئے اور عرض کیا کہ اے اللہ کے نبی! اسلام کے اندر نیکی کی بہت سی شاخیں ہیں۔ بے شمار نیکیاں ہیں۔ یہاں تک کہ سڑک کے اوپر اینٹ پڑی ہوئی ہے۔ اور آنے جانے والوں کو اس کی ٹھوکر لگتی ہے۔ اس کو وہاں سے ہٹا دینا یہ بھی نیکی ہے۔ اور بہت بڑی نیکی ہے۔ کہ حدیث پاک میں اس کو ایمان کا جزو ارشاد فرمایا گیا ہے:

اَلْاِیْمَانُ بِضْعٌ وَّسَبْعُوْنَ شُعْبَةً اَفْضَلُهَا قَوْلُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَدْنَاهَا اِمَاطَةُ الْاَذٰی عَنِ الطَّرِیْقِ (۱۸۴)

ارشاد فرمایا: ایمان کی ستّر سے زیادہ شاخیں ہیں۔ اور

(۱۸۴) ترمذی ج ۲ ص ۸۹، مشکات ص ۴

اعلیٰ شاخ لا الہ الا اللہ کا دل سے یقین اور زبان سے اقرار کرنا ہے۔ اور ایمان کی ادنیٰ شاخ اذیت دینے والے چیز کا راستے سے ہٹا دینا ہے۔

راستے سے موذی چیز کا ہٹانا بہت غور کرنے کی بات ہے کہ آج راستوں میں اپنے ڈھور (مویشی) باندھنے کا عام رواج ہو گیا ہے اور مونچھیں اینٹھتے (تاؤ دیتے) ہیں کہ ہمارے جانوروں کو کون کھلوا سکتا ہے؟ راستے کے اندر اپنی بوگی کا کھڑا کرنا۔ اور اپنے جانوروں کا باندھنا۔ اور اپنی کھاد کا ڈالنا یہ بہت مذموم ہے۔ اور ایمان کے خلاف بات ہے۔ اللہ کے پیارے نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ادنیٰ ایمان کا درجہ یہ ہے کہ اذیت دینے والی چیز کو راستے سے ہٹایا جائے۔

راستوں میں بیٹھنا منع ہے یہاں تک کہ راستوں میں بیٹھا بھی نہ جائے۔ ایک حدیث پاک میں آتا ہے:

اِیَّاکُمْ وَالْجُلُوْسَ فِی الطُّرُقَاتِ (۱۸۵)

دیکھو اپنے آپ کو راستے میں بیٹھنے سے بچاؤ۔ راستے میں نہ بیٹھو۔ صحابہ کرام نے عرض کیا: اے اللہ کے نبی! ہمارے لیے تو ضروری سا ہے۔ بعض دفعہ کسی کی تلاش ہوتی ہے۔ کوئی باہر گیا ہوا ہے۔ راستے میں جا کر بیٹھ گئے کہ کبھی تو آئے گا۔ اور بعض دفعہ آدمی کے پاس اتنا موقعہ تو ہوتا نہیں کہ وہ بازار میں دکان کرائے پر لے۔ تھوڑا سا سامان ہے۔ اور وہیں اپنے گھر کے دروازے میں

(۱۸۵) ترمذی ج ۲ ص ۱۰۱، مشکات ص ۳۹۸

رکھ رکھا ہے۔ آنے جانے والے اسی میں سے خرید لیتے ہیں۔ اسی میں بچوں کا گزارا ہو جاتا ہے۔ تو ہمارے لیے تو راستوں میں بیٹھنا ضروری سا ہے۔

راستوں میں بیٹھنے کے حقوق ارشاد فرمایا: اگر ضروری ہے تو راستے کا حق ادا کرو۔ صحابہ کرام نے عرض کیا کہ راستے کا حق کیا ہے؟ ارشاد فرمایا: راستے کے چھ حق ہیں۔

راستے کا پہلا حق پہلا حق یہ ہے کہ آنے والے کے سلام کا جواب دے۔ اور ابتدا میں سلام کرنا تو سنت ہے مگر اس کا جواب دینا واجب ہے۔ اور سلام ہر شخص کو کرنا چاہیے چاہے تم اس کو پہچانتے ہو یا نہ پہچانتے ہو۔ البتہ غیر مسلم کو سلام نہ کرے۔ ہاں آداب یا صرف لفظ سلام کہہ سکتے ہیں۔ اور اگر غیر مسلم سلام کرے تو اس کے جواب میں نمستے یا نمسکار یا رام رام کہنا بھی صحیح نہیں بلکہ حرام ہے۔ هَدَاكَ اللّٰهُ کہے یا آداب کہہ دے۔

راستے کا دوسرا حق بھلی بات کا حکم دے۔ جب راستے میں بیٹھے گا تو بہت سے لوگ راستے سے گزریں گے۔ بہت سے اشخاص گزریں گے انہیں بھلی بات سکھائے۔

جماعتِ تبلیغ کے ابتدائی احوال ابتدا میں جب یہ تبلیغ کا کام

شروع ہوا تو کوئی سننے کے لیے تیار نہیں تھا۔ کوئی بیٹھنے کے لیے تیار نہیں تھا۔ بڑے حضرت جی مولانا محمد الیاس صاحب نے مولوی ظہیر کے یہاں کہلوایا کہ کاندھلہ میں جو سب سے اچھا تمباکو بنتا ہو اور چار پانچ حقّے وہ یہاں بھجوادو۔ تو یہاں سے دو تین دھڑی تمباکو اور چار پانچ حقّے منگوائے۔ اور وہاں دو تین میواتیوں کو تھوڑا تھوڑا تمباکو دیا۔ اور حقّے دیے۔ اور کہا کہ مسجد کے چاروں طرف حقّے سلگا کر بیٹھ جاؤ۔ یہ آنے والے ویسے تو بات نہیں کرتے۔ لیکن جہاں دیکھیں گے کہ کوئی حقّہ پی رہا ہے وہاں ضرور جا بیٹھیں گے۔ تو وہاں جو بھی آتا۔ اور حقّے میں دو چار گھونٹ پی کر اس کے ہوش و حواس ٹھکانے ہو جاتے تو پھر اس سے پوچھتے کہاں سے آرہا ہے؟ تجھے کلمہ بھی آتا ہے یا نہیں؟ نماز بھی پڑھ لی تم نے؟ اس طریقے سے کام شروع ہوا تھا۔ یہ گول چکّر کی جو سڑک ہے یہاں حقّے بھرے ہوئے رکھے رہتے تھے۔ بہت سے میواتی میاں جی منگل، میاں جی محراب، (۱۸۶) یہ سارے حقّے اور مٹکوں میں پانی بھرے ہوئے بیٹھے رہتے تھے۔ بہت سے بے چارے پیاسے آتے تھے۔ اور پانی پیتے تھے۔ اور جب ٹھنڈا پانی پی کر ان کے اوسان صحیح ہو جاتے تھے۔ پھر یہ ان سے بات کرتے تھے۔ اور بھلی بات سکھاتے تھے۔

(۱۸۶) میاں جی محراب دو تھے ایک تو یہ جو عنقریب موجود تھے۔ اور ایک اور تھے جن کا پہلے انتقال ہو گیا تھا۔ اور اب ان دوسرے میاں جی صاحب کا بھی انتقال ہو گیا ہے رحمہما اللہ رحمۃ واسعۃ

تو ارشاد فرمایا: راستے کا دوسرا حق یہ ہے کہ آنے جانے والوں کو بھلی بات کا حکم دو۔

راستے کا تیسرا حق تیسرا حق یہ ہے کہ آنے جانے والے کو برائی سے روکو۔ اگر کوئی شخص وہاں سے گالیاں دیتا ہوا گزر رہا ہے یا گندے گندے شعر پڑھتا ہوا گزر رہا ہے۔ اس سے کہنا کہ بھائی ایسے شعر نہیں پڑھا کرتے۔ کوئی سنے گا تو کیا کہے گا۔ کوئی ستر کھولے ہوئے جا رہا ہے اسے کہو کہ اگر تم نے ستر کھول لیا ہے تو تمہارے اور گدھے کے درمیان کیا فرق رہا؟ تمہیں تو اللہ نے انسان بنایا ہے۔ تو اس طرح برائی سے روکے یہ تیسرا حق ہے۔

راستے کا چوتھا حق چوتھا حق ہے اپنی نگاہوں کو نیچی رکھنا۔ یہ نہیں کہ اب اسکول کی چھٹی کا وقت ہے۔ اب نہر پر تفریح کرنے کے لیے چلیں گے۔ اور تفریح کیسی؟ وہاں درشن ہوں گے۔ کالج کی لڑکیاں چھٹی کر کے نکلیں گی۔ یہ طریقہ صحیح نہیں ہے۔ اللہ کے نبی نے فرمایا: اگر راستے میں بیٹھنا ہی پڑے تو نظریں نیچی رکھو۔ یہ راستے کا چوتھا حق ہے۔

راستے کا پانچواں حق پانچواں حق یہ ہے کہ راستے میں کوئی اذیت دینے والی چیز پڑی ہے کسی کی بوگی کھڑی ہوئی ہے آنے جانے والوں کو دقت ہو رہی ہے ان کی گاڑی نہیں نکل سکتی۔ اس کو سہارا

لگا کر ایک طرف کو کرادو۔ اگر راستے میں کسی نے بیل باندھ رکھے ہیں۔ اسے ایسے طریقے سے کرادو کہ آنے جانے والوں کو کوئی دقت اور پریشانی نہ ہو۔

راستے کا چھٹا حق چھٹا حق یہ ہے کہ کوئی راستہ تم سے معلوم کرے اس کو صحیح راستہ بتلاؤ۔ ایک شخص بے چارہ باہر سے آیا ہے۔ دلی سے آیا اس نے کہا کہ جی مجھے گنگیرو (کاندھلہ کے قریب ایک بستی کا نام ہے) جانا ہے وہاں کے مدرسہ کی بہت تعریف سنی ہے مجھے وہاں جانا ہے۔ اس کو بڈھانے کا راستہ بتلا دیا۔ اور خوش ہو رہا ہے کہ میں نے اس کو بہکا دیا۔ یہ صحیح نہیں ہے۔ یہ راستے کے چھ حق ہو گئے ہیں اگر تم ان حقوق کو ادا کر سکتے ہو تو راستوں پر بیٹھو۔ ورنہ، نہ بیٹھو۔

بہر کیف! عرض میں کر رہا تھا کہ اللہ عزاسمہ نے سیدنا آدم علی نبینا و علیہ الصلاۃ والسلام کو پیدا فرمانے سے پہلے ہی فرشتوں کے سامنے ان کی پیدائش کا تذکرہ فرمایا۔ اور پھر پیدا فرما کر ان کا شرف اور ان کا کمال علم کے ذریعہ فرشتوں کے سامنے ظاہر فرمایا۔ جناب رسول اللہ ﷺ کو خداوند قدوس نے سب سے زیادہ علم سے نوازا تھا۔ لیکن علم کی کوئی انتہا نہیں ہے۔ اس لیے رسول پاک علیہ الصلاۃ والسلام کو باوجود کہ علوم کے اندر سب سے اکمل تھے مگر پھر بھی حکم دیا کہ آپ علم کی زیادتی کی ہم سے دعا کرتے رہا کیجیے۔ ارشاد ہے:

وَقُلْ رَّبِّ زِدْنِیْ عِلْماً۔(۱۸۷)

اے پیغمبر! یوں دعا کیا کیجیے کہ اے میرے رب کریم! میرے علم کو اور بڑھا دیجیے۔

ہر زبان کا سیکھنا جائز ہے اور علم کے بارے میں یاد رکھنا چاہیئے کہ دو چیزیں جدا جدا ہیں۔ ایک تو ہے کسی زبان کا سیکھنا۔ ہر زبان کا سیکھنا جائز ہے۔ اور جملہ زبانوں میں سب سے افضل زبان عربی زبان ہے۔

اہل عرب سے محبت کی تین وجہیں روایت کے اندر آتا ہے۔ اگرچہ اس کی سند پر محدثین نے کلام بھی کیا ہے کہ اہل عرب سے تین باتوں کی وجہ سے محبت کرو۔ اس لیے کہ تمہارے نبی عربی ہیں۔ اور دوسرے قرآن پاک عربی میں ہے۔ اور تیسرے اہل جنت کی زبان بھی عربی ہو گی۔

زبانوں کا اختلاف، قُدرت الٰہی کی نشانی دنیا میں تو مختلف زبانیں حق تعالیٰ نے اپنے فضل وکرم سے اور اپنی قدرت کاملہ سے رائج فرمائی ہیں۔ قرآن کریم میں ہے:

وَمِنْ اٰیٰتِهٖ خَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافُ اَلْسِنَتِكُمْ وَاَلْوَانِكُمْ(۱۸۸) اللہ کی قدرت کاملہ کی نشانیوں میں

(۱۸۷) سورۂ طٰہٰ آیت ۱۱۴
(۱۸۸) سورۂ روم آیت ۲۲

سے ہے آسمان وزمین کا بنانا اور تمہاری زبانوں اور رنگوں کا اختلاف، سارے کے سارے ایک سے رنگ وروپ کے نہیں ہیں سارے کے سارے ایک زبان کے بولنے اور سمجھنے والے نہیں ہیں۔

عہد آدم میں زبانوں کی تعداد بعض علمائے تفسیر نے بیان کیا ہے کہ سیدنا آدم علی نبینا وعلیہ الصلاۃ والسلام کو خداوند قدوس نے ڈھائی سو زبانوں کی تعلیم دی تھی۔ اور حضرت آدم کے سامنے ان کی اولاد ان کے جو بیٹے اور بیٹیاں تھیں ان کی تعداد تو چالیس تھی بیس مرتبہ حضرت حوّا کو اولاد پیدا ہوئی۔ اور ہر مرتبہ ایک لڑکا اور ایک لڑکی پیدا ہوتی تھی۔ اور ان میں سے ایک کا سامنے ہی انتقال بھی ہو گیا تھا۔ ہابیل اس کا نام تھا۔ عورت کے چکّر میں حسد کی بناپر بھائی نے بھائی کو قتل کر دیا تھا۔

عہد آدم میں نکاح کا طریقہ آدم علیہ السّلام کے زمانے میں کیوں کہ اور کوئی نسل انسانی میں سے نہیں تھا سوائے آدم علیہ السلام کی اولاد کے پھر نسل انسانی کیسے چلے؟ حق تعالی کی جانب سے اس دور کے لیے یہ حکم ہوا کہ اولاد ہی میں اولاد کا نکاح کیا جائے۔ لیکن اس کی رعایت کی جائے کہ جو ایک ساتھ پیدا ہوئے ہیں ان کا آپس میں نکاح نہ ہو۔

روز اوّل سے ابد تک کی دو عبادتیں

نکاح اس زمانے میں بھی رائج تھا۔ یہاں تک کہ حصکفی نے در مختار کی کتاب النکاح کے شروع میں نقل کیا ہے:

لَیْسَ لَنَا عِبَادَۃٌ شُرِعَتْ مِنْ عَھْدِ آدَمَ اِلَی الْآنَ ثُمَّ تَسْتَمِرُّ فِی الْجَنَّۃِ اِلاَّ النِّکَاحُ وَالْاِیْمَانُ۔(۱۸۹)

فرماتے ہیں کہ کوئی بھی عبادت ایسی نہیں ہے آدم علیہ الصلاۃ والسلام کے زمانے سے مسلسل جس کا حکم چلا آرہا ہو۔ اور اتنا ہی نہیں کہ اب تک اس کا حکم چلا آرہا ہو بلکہ مرنے کے بعد جنت میں بھی وہ حکم باقی رہے گا۔ وہ دو چیزیں ایک ایمان ہے۔ اور دوسرے نکاح ہے۔ اگرچہ وہاں مکلّف نہیں ہوں گے۔

طحطاوی نے در مختار کے حاشیے میں اس پر کلام فرمایا ہے کہ جنت تو دار التکلیف نہیں ہے۔ وہاں تو کسی بھی حکم کا کسی انسان کو مکلّف نہیں بنایا جائے گا۔ پھر حصکفی نے یہ کیسے فرمادیا کہ جنت میں بھی ان کا حکم باقی رہے گا؟ تو اس کا جواب یہ دیا کہ جنّت میں اس کا حکم تکلیف کے طور پر نہیں بلکہ لذت اور شرف انسانی کی وجہ سے باقی رہے گا۔(۱۹۰)

جملہ انبیا ایمان اور نکاح کے مامور تھے

جملہ انبیاء علیہم

(۱۸۹) شامی، کتاب النکاح ج ٤، ص ۵۷
(۱۹۰) شامی ج ۴ ص ۵۷

السلام کو نکاح کا حکم تھا۔ اور جملہ انبیا ایمان کی دعوت دینے کے لیے تشریف لائے۔ اور جملہ انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام کے نکاح ہوے۔ بجز سیدنا یحییٰ علی نبینا و علیہ الصلاۃ والسلام کے۔ ان کے بارے فرمایا گیا ہے: وَحَصُورًا وَنَبِيًّا مِّنَ الصّٰلِحِينَ(۱۹۱)
ان کو عورتوں کی طرف کوئی رغبت نہیں تھی۔

حضرت یحییٰؑ کی خشیّت الٰہی

ہر وقت خداوند قدوس کا خوف ان کے اوپر طاری رہتا تھا۔ ہر وقت ان کے آنسو بہتے رہتے تھے۔ یہاں تک کہ علمائے تفسیر نے بیان فرمایا ہے کہ ان کے رخسارے آنسو بہنے کی وجہ سے گل گئے تھے۔ اور اندر کے دانت نظر آنے لگے تھے۔

اور سیدنا عیسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام کو حق تعالی نے ۳۵ر سال کی عمر میں آسمان پر اٹھالیا تھا۔ ان کا بھی نکاح نہیں ہوا۔ مگر دوبارہ دنیا میں تشریف لانے کے بعد نکاح بھی فرمائیں گے۔ اور ان کو اولاد بھی ہو گی۔

نزولِ عیسیٰؑ کا مختصر واقعہ

حدیث پاک میں ہے:

كَيْفَ أَنْتُمْ إِذَا نَزَلَ بِكُمُ ابْنُ مَرْيَمَ وَإِمَامُكُمْ مِنْكُمْ

کیسا مبارک حال ہو گا جب کہ ابن مریم تم میں نزول

---

(۱۹۱) سورۂ ال عمران آیت ۳۹

فرمائیں گے۔ اور امام تمہارا تم ہی میں کا ہو گا۔ حضرت مہدی مصلّے پر تشریف فرما ہوں گے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا چوتھے آسمان سے دنیا میں نزول ہو گا۔ دو فرشتوں کے کندھوں پر ہاتھ رکھے ہوئے ہوں گے۔ اور دو چادریں استعمال فرما رہے ہوں گے۔ ایک چادر بطور تہ بند کے۔ اور ایک چادر اوپر اوڑھے ہوئے ہوں گے۔ جیسا کہ حالتِ احرام میں چادر اوڑھتے ہیں۔ اور سر اور داڑھی سے ایسے پانی بہہ رہا ہو گا اور قطرے ٹپک رہے ہوں گے جیسا کہ ابھی حمّام سے غسل فرما کر تشریف لا رہے ہوں۔ اور تولیے سے اپنے جسم عالی کو صاف نہ فرمایا ہو۔ اور یہ سب کچھ مسجد دمشق میں ہو گا۔

فتح دمشق کی پیشین گوئی

دمشق کا لفظ زبان پر آیا تو ایک عجیب واقعہ ذہن میں آ گیا۔ دمشق اور ملک شام کے فتح ہونے کی رسول پاک علیہ الصلاۃ والسلام نے بشارت فرمائی تھی۔ اور اس وقت بشارت دی تھی جب کہ چاروں طرف سے مشرکین اور یہود نے گھیر رکھا تھا۔ اس وقت جناب رسول اللہ ﷺ مدینہ سے تقریباً ڈیڑھ میل کے فاصلے پر خندق کے کھودنے میں مصروف تھے۔ یہود کے اکسانے سے مشرکین مکہ نے آپس میں پنچائت کی۔ اور عرب کے تمام قبائل کو اس پنچائت میں دعوت دی۔ اور مشورہ کیا کہ بھائی اسلام بڑھتا جا رہا ہے۔ سارے کے سارے مل کر اس کی

رکاوٹ کرو۔ ورنہ پھر اس کا مقابلہ کرنا مشکل ہو جائے گا۔ بیت اللہ کا پردہ پکڑ کر سب قبائل نے حلف اٹھایا کہ ہم معاذ اللہ اسلام کو مٹا کر آئیں گے ورنہ زندہ نہیں آئیں گے۔ ابو جہل تو پہلے ہی مر چکا تھا۔ ابو سفیان یزید کے دادے عرب کے سب سے بڑے سردار تھے۔ ابو سفیان کی قیادت میں دس ہزار کا لشکر مکہ مکرمہ سے مدینہ کی طرف روانہ ہوا۔ ان بد بختوں کا کیا ارادہ تھا؟ کہ اسلام کو مٹائیں۔ اس ارادے سے رسول اکرم اللہ ﷺ کو حق تعالیٰ نے بذریعہ وحی مطلع فرمادیا۔ رسول پاک علیہ الصلاۃ والسلام نے صحابہ کرام کو بلا کر مشورہ کیا۔ ایسی صورت ہے کیا کرنا چاہیے؟ اگر باہر جاتے ہیں تو پھر اندیشہ یہ ہے کہ یہودی یہاں کی مستورات کو پریشان کریں گے۔ اور اگر ہم شہر میں رہتے ہیں تو پھر وہ اندر گھس جائیں گے۔

سلمان فارسیؓ کا مدبّرانہ مشورہ اس وقت میں ایک بڑے مدبّر صحابی حضرت سلمان فارسیؓ نے عرض کیا کہ مدینہ ہی میں رہ کر لڑا جائے۔ اور مدینے کے تین طرف تو پہاڑ ہیں ادھر سے تو دشمنوں کے آنے کا احتمال نہیں ہے۔ البتہ ایک طرف جو راستہ ہے ادھر گہری خندق کھود دی جائے۔ رسول اکرم ﷺ نے دس دس گز خندق کا کھودنا تقسیم فرمادیا۔ خندق کھودی گئی۔ خندق کے کھودتے کھودتے پتھر کی ایک ایسی بڑی چٹان آئی کہ کسی طریقے سے وہ نہیں

ٹوٹتی تھی۔ صحابہ کرام نے آکر عرض کیا: ایک چٹان ایسی نکل آئی ہے کہ ہر چند ہم نے توڑنے کی تدبیریں کیں لیکن وہ نہیں ٹوٹتی رسول اکرم ﷺ کدال لے کر بنفس نفیس خندق میں اترے اور ایک کدال (سخت زمین کھودنے کا آلہ) اس پتھر کی چٹان پر ماری۔ ایک دم اس سے چمک پیدا ہوئی۔ جناب رسول اللہ ﷺ نے اللہ اکبر کی تکبیر کا نعرہ بلند کیا۔ اور ارشاد فرمایا کہ اس چمک کے اندر مجھے ملک شام کے محلّات دکھلائے گئے ہیں۔ میری امتّ وہاں تک پہنچے گی غرض یہ کہ ملک شام کے فتح ہونے کی اور ملک شام کے اوپر صحابہ کرام کے تسلط اور حکومت کی پیشین گوئی اور خوش خبری رسول پاک علیہ الصلاۃ والسلام نے مرحمت فرمائی تھی۔

حضرت ابو عبیدہ رضؓ، ایک مختصر تعارف

سیدنا ابو بکر صدیقؓ کے دور خلافت میں اس کی طرف صحابہ کی ایک جماعت گئی۔ حضرت ابو عبیدہؓ بن الجراح کی سرکردگی میں اور ان کی امارت میں ایک لشکر بھیجا گیا۔ یہ بڑے جلیل القدر صحابی ہیں۔ حدیث پاک میں فرمایا گیا ہے:

لِكُلِّ أُمَّةٍ أَمِيْنٌ، وَأَمِيْنُ هٰذِهِ الْأُمَّةِ أَبُوْعُبَيْدَةَ بْنُ الْجَرَّاحِ۔(۱۹۲) ہر امت کے اندر ایک امانت دار ہوا کرتا ہے۔ اور میری امت کے امانت دار ابو عبیدہؓ ہیں۔

---

(۱۹۲) ترمذی ج ۲ ص۲۱٦، مشکات ص ٤٦٦

حضرت ابو بکر صدیقؓ کے زمانے میں یہ امیر الامراء تھے۔ حضرت عمرؓ کے دور خلافت میں ساڑھے دس سالہ دور خلافت ہے یہ امیر الامراء رہے۔ حضرتِ خالد کو جب حضرت عمرؓ نے معزول کیا تو ان کی جگہ حضرتِ ابو عبیدہؓ کو امیر الامراء یعنی سب سے بڑا امیر اور جرنیل بنایا۔ اور روایتوں میں یہ بھی آتا ہے کہ جس وقت میں حضرت عمرؓ کی شہادت ہوئی تو حضرت عمرؓ سے لوگوں نے درخواست کی کہ آپ کسی کو اپنا جانشین بنا دیجیے۔ فرمایا: اگر ابو عبیدہؓ زندہ ہوتے تو میں ان کو اپنا جانشین بنا دیتا۔ اور اللہ عزاسمہ مجھ سے سوال فرماتے تو میں کہہ دیتا کہ میں امارت اور امت کا معاملہ اس شخص کے حوالے کر کے آیا ہوں جس کے بارے میں آپ کے پاک نبیؐ نے ارشاد فرمایا تھا کہ اس امت کے امین ابو عبیدہ بن الجراحؓ ہیں۔

غزوۂ دمشق کا مختصر واقعہ

غرض یہ کہ حضرت ابو بکرؓ کے دور خلافت میں حضرت ابو عبیدہؓ کے ماتحت ایک فوج تھی۔ جو ملک شام میں گئی۔ اور دمشق میں جا کر جو ملک شام کا مرکزی شہر تھا۔ اور عیسائیوں کا دار الخلافہ تھا اس کا محاصرہ کیا۔ لیکن وہ بڑا مضبوط شہر تھا۔ اس کی فصیل بڑی مستحکم تھی۔ دروازے سے باہر صحابہ کی فوج پڑی ہوئی تھی۔ اگر وہ دروازے میں گھسنا چاہتے ہیں یا دروازہ توڑنا چاہتے ہیں تو اوپر سے تیر چلائے جاتے ہیں۔ اور پتھر پھینکے جاتے

ہیں صحابہ کی فوج کو اس سے نقصان ہوتا ہے۔ یہاں تک کہ چھ مہینے گزر گئے۔ حضرتِ خالد بن الولیدؓ نے حضرت ابوعبیدہؓ سے عرض کیا کہ اب سردی کا زمانہ شروع ہونے والا ہے۔ ملک شام کی سردی ہمارے ساتھیوں سے برداشت نہیں ہوسکے گی۔ آپ جلد سے جلد لڑائی کا فیصلہ کریں۔ انہوں نے کہا میں تو بہت کوشش کر رہا ہوں۔ میرے قبضے اور اختیار کی بات تو ہے نہیں۔ انہوں نے کہا کہ میرا مشورہ یہ ہے کہ ان کی ساری طاقت اس دروازے کے اوپر لگی ہوئی ہے۔ ہم دروازے کو توڑ کر اندر گھسنا چاہتے ہیں تو وہ اوپر سے پتھراؤ کرتے ہیں۔ تیر چلاتے ہیں۔ گولے برساتے ہیں۔ میرا مشورہ یہ ہے کہ فوج کے دو حصے کر دیے جائیں۔ فوج کا ایک حصہ رات کے اندھیرے میں اس کے بالمقابل جو دوسرا دروازہ ہے "باب الجابیہ" اس کو توڑے۔ کیوں کہ اس جگہ ان کی اتنی دفاعی طاقت نہیں ہے۔ حضرت ابوعبیدہؓ نے اس کو منظور فرمالیا حضرت خالدؓ فوج کے آدھے حصے کو لے کر رات کی تاریکی میں ادھر پہنچے۔ اور دروازہ توڑنے میں کامیاب ہوے۔ یہاں تک کہ شہر میں داخل ہونے کے بعد شہر کو فتح کرنا شروع کیا۔ فتح کرتے کرتے شہر کے بیچ میں پہنچ گئے۔

دمشق کا کنیسۂ مریم بیچ میں ایک بہت بڑا گرجا تھا کنیسہ مریم، دنیا کا سب سے مشہور گرجا۔ عیسائیوں کا دورِ حکومت تھا۔ اور

عیسائیوں نے اس کو بہت عالی شان اور بیش قیمت زر وجواہر سے بنایا تھا۔ جب وہاں پہنچے اور کنیسہ مریم کے بھی آدھے حصے کو فتح کر لیا تو اس وقت عیسائیوں کو پسینے آگئے کہ اگر کنیسہ مریم ہمارے ہاتھوں سے نکل گیا تو سمجھو کہ ہماری حکومت کو زوال ہو گیا۔ تب انہوں نے امن مانگا اور صلح کی درخواست کی۔ صحابہ کرام ہمیشہ صلح کے لیے تیار رہتے تھے۔ ان سے صلح ہوئی۔ اور حضرت ابو عبیدہؓ نے پورا واقعہ امیر المومنین سیدنا عمرؓ کی خدمت میں لکھا کہ اس وقت آدھا کنیسہ مریم ہم نے فتح کر لیا ہے۔ اور پھر ان سے صلح ہوئی ہے تو ان سے کیسے صلح کی جائے؟

اور جب کنیسہ مریم تقسیم ہوا

حضرت عمرؓ نے جواباً تحریر فرمایا کہ صلح ہونے سے پہلے جو فتح ہو چکا ہے اس میں سے پانچواں حصہ بیت المال کے لیے نکال کر باقی مجاہدین پر تقسیم کر دیا جائے۔ اور آدھا ان ہی کو دے دیا جائے۔ انہوں نے اس کو حاصل کرنے کے بعد اس کی مرمت کرائی۔ میلوں میں یہ پھیلا ہوا تھا۔ یہ حضرت عمر کے دور خلافت میں ۱۳ھ یا ۱۴ھ کی بات ہے۔ اس کے کافی عرصہ کے بعد ۹۶ھ میں ولید بن عبد الملک نے کنیسہ مریم کا جو حصہ مسلمانوں کے قبضے میں تھا اس کو قید خانہ بنوا دیا تھا۔ امام زین العابدینؒ بھی اس قید خانے میں رہے۔ جو پانچ سو رکعتیں

دن میں اور پانچ سو رکعتیں رات میں نفل پڑھا کرتے تھے۔

خلفائے مسلمین کے اسمائے گرامی ولید بن عبد الملک نے جو نویں خلیفہ تھے ان سے پہلے آٹھ خلیفہ گزرے ہیں۔ امیر المومنین سیدنا ابو بکر صدیقؓ، سیدنا حضرت عمرؓ، سیدنا عثمان غنیؓ، سیدنا حضرت علیؓ، سیدنا حضرت حسنؓ، سیدنا حضرت معاویہؓ، یزید بن معاویہ، معاویہ بن یزید، اور اس کے بعد ولید بن عبد الملک۔

مسجد دمشق کے تعمیری حالات تو انہوں نے اس جگہ مسجد بنوانے کا ارادہ کیا۔ اور یہ سوچا کہ عیسائیوں کے دور حکومت میں یہاں دنیا کا سب سے بڑا کنیسہ تھا اس لیے مسلمانوں کے دور حکومت کی یہاں عظیم الشان مسجد بنائی جائے۔ ایسی مسجد بنائی کی چھ سال تک بیس ہزار آدمیوں نے متواتر کام کیا۔ اور کنیسہ مریم کا وہ حصہ جو عیسائیوں کے حصے میں گیا تھا اس کو بھی اس کی تعمیر میں شامل کر لیا۔

مسجد دمشق کا تعمیری صرفہ اور کتنا سرمایہ اس میں صرف ہوا؟ حضرت اقدس مولانا عاشق الٰہی میرٹھی نور اللہ مرقدہ نے زیارت القدس والشام میں تحریر فرمایا ہے کہ سو صندوق اس میں اشرفیوں کے خرچ ہوئے۔ اور ایک صندوق میں دو لاکھ اٹھائیس ہزار

اشرفیاں ہوتی تھیں۔ اور اس زمانے میں سونے کے حساب سے ایک اشرفی کی قیمت ایک ہزار روپے ہے۔ یہ تو وہ سرمایہ تھا جو نقد لگا۔ اور جو قیمتی پتھر اور زر و جواہر لگائے گئے ان کی قیمت کا کوئی اندازہ نہیں۔

جامع اُموی کی عجیب شان بہت عالی شان مسجد تیار ہوئی۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ معمار ابھی ابھی اتر کر گیا ہے۔ مکھی اس میں نہیں آسکتی، کبوتر اس میں گھونسلہ نہیں بنا سکتا۔ کوئی مچھر نہیں آسکتا۔

حضرت عمر بن عبد العزیزؒ کا فیصلہ سُلیمان کے بعد حضرت عمر بن عبد العزیز خلیفہ بنائے گئے۔ جن کے بارے میں علماء نے بیان فرمایا ہے کہ ان کا شمار خلفائے راشدین میں ہے۔ اور ان کی خلافت، خلافت راشدہ تھی۔ جب ان کی خلافت آئی تو انہوں نے بہت سے احکام جاری فرمائے۔ ان میں سے ایک حکم یہ بھی تھا کہ دمشق کی جامع مسجد کا وہ حصہ منہدم کر دیا جائے جو عیسائیوں کے کنیسۂ مریم کا حصہ تھا۔ مسلمانوں اور عیسائیوں دونوں قوموں میں کھلبلی مچ گئی کہ دیکھیں اب کیا ہوتا ہے؟ خلیفۂ وقت نے مسجد کے انہدام کا حکم کیا ہے۔ روم کے پاپا کو اس کی اطلاع ہوئی بعض لوگوں نے امیر المومنین کے سامنے یہ تجویز رکھی کہ مسجد کو منہدم نہ کیا

جائے بلکہ عیسائیوں کو ان کے گرجا کا معاوضہ دے دیا جائے۔
حضرت عمر نے فرمایا: اگر عیسائی اس کو بخوشی قبول کرلیں تو ایسا ہو سکتا ہے کرلیا جائے۔ تب پاپائے روم کو اس کی خبر کی گئی۔ اور پاپائے روم دمشق میں آیا اور اس کو منہ مانگی قیمت دی گئی۔

شاہ عادل کی جامع اُموی میں پہلی نماز

حضرت عمر بن عبدالعزیز نے اس روز پہلی مرتبہ اس جامع اموی میں نماز پڑھی اور فرمایا کہ اس سے پہلے میں نے اس لیے نماز نہیں پڑھی تھی کہ مجھے معلوم تھا کہ اس میں عیسائیوں کے گرجے کا حصہ جبراً شامل کر لیا گیا ہے۔ اور جبراً زمین پر بنائی گئی مسجد، مسجد نہیں ہوتی۔ اور اس میں نماز پڑھنا مکروہ ہوتا ہے۔

بہر کیف! اسی جامع میں حضرت عیسیٰ نزول فرمائیں گے۔
اور ان کا دنیا میں زمانۂ قیام، تو میں عرض کر رہا تھا کہ سوائے حضرت یحییٰ کے تمام ہی انبیا علیہم الصلاۃ والسلام نے نکاح فرمائے ہیں۔ حضرت آدمؑ کے زمانے میں چوں کہ نسل انسانی میں کوئی اور نہیں تھا اس لیے جوڑے کا دوسرے جوڑے کے ساتھ نکاح ہوتا تھا۔ یعنی ایک جوڑے کا لڑکا اور دوسرے جوڑے کی لڑکی۔ اس طرح نکاح ہوتا تھا۔ اور حضرت آدم ہی کے زمانے میں ان کی اولاد مختلف علاقوں اور مختلف ملکوں میں پھیل گئی تھی۔ اور ان کے

ساتھ وہ مختلف زبانیں بھی حضرت آدم کو حق سبحانہ و تعالی نے سکھائی تھیں۔ تو ایک تو ہے زبان کا سیکھنا۔ سیکھنا تو ہر زبان کا جائز ہے۔ جیسا کہ رسول پاک علیہ الصلاۃ والسلام نے بھی بعض صحابہ کو عبرانی اور سریانی زبان سیکھنے کا حکم فرمایا تھا۔ اور ایک ہے ان عصری علوم جدیدہ کو مقصود بنا لینا جیسا کہ بعض تجدد پسند اور مغرب سے مرعوب لوگوں کا نعرہ ہے یہ جائز نہیں۔ بلکہ تجربہ اور مشاہدے سے اس کا علم دین اور ایمان و یقین کے لیے مضر ہونا ہی ثابت ہوا ہے۔

بہر کیف! زبانوں اور رنگتوں کا اختلاف قدرت الٰہی کی بہت بڑی نشانی ہے۔ اور یہ وہ چیز ہے جس کے ذریعہ حق تعالی نے حضرت آدم کا کمال ظاہر فرمایا۔

تقریر ۸

حضرت آدم کو تعلیم اسماء اور اقوال علماء

یہ میں پہلے عرض کر چکا ہوں کہ اللہ عزاسمہ نے سیدنا آدم علی نبینا و علیہ الصلاۃ والسلام کو پیدا فرمانے کا فرشتوں کے سامنے تذکرہ فرمایا۔ مگر فرشتے ان کی پیدائش کی حکمت و مصلحت کو نہیں سمجھ سکے۔

فرشتوں کی عرض داشت کا منشا

اور فرشتوں نے چوں کہ آدم علیہ الصلاۃ والسلام کے وجود میں آنے سے پہلے جو مخلوق اس دنیا میں بسی ہوئی تھی "جنّات" ان کے خون خرابے اور ان کے فتنہ و فساد کو دیکھا تھا اس لیے انہوں نے یہ عرض کیا کہ اے اللہ! کیا آپ ایسی مخلوق کو پیدا کریں گے جو زمین میں خون خرابا کرے گی؟

تعلیم اسماء میں علماء کے اقوال

حق تعالی نے اس حکمت و مصلحت کو سمجھانے کے لیے آدم علیہ الصلاۃ والسلام کو اپنی قدرت کاملہ سے بغیر الفاظ کے اور بغیر ظاہری تعلیم کے ان کے قلب عالی کے اندر ہر چیز کے نام نامی القا فرمادیئے۔

بعض علما اس طرف گئے ہیں کہ عَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ میں حضرت آدم کی اولاد جو ہونے والی تھی ان کے نام بتلائے گئے

تھے۔ لیکن یہ قول زیادہ قوی نہیں۔

اس لیے کہ حدیث صحیح کے اندر ایک واقعہ ارشاد فرمایا گیا ہے کہ اللہ عزاسمہ نے جب حضرت آدم علیہ الصلاۃ والسلام کو پیدا فرمایا۔ اور حضرت آدم کی پشت پر اپنی قدرت کاملہ کا ہاتھ پھیرا تو آدم علیہ السلام کی اولاد جو قیامت تک پیدا ہونے والی تھی ساری کی ساری پشت سے نکلی۔ آدم علیہ السلام نے بہت غور سے دیکھا اور عرض کیا: اے رب کریم! یہ کیا ہے جو میری پشت سے نکلی ہے؟ حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: یہ تمہاری اولاد ہے جس کو دنیا کے اندر بسایا جائے گا۔

حضرت آدمؑ کے دو سوال یہ دیکھ کر آدم علیہ السلام نے دو سوال کیے۔ ایک سوال تو یہ کیا کہ اے رب کریم! آپ نے سب کو ایک سا کیوں نہیں کر دیا؟ اگر سارے کے سارے ایک سے ہوتے تو بہت ہی اچھا ہوتا۔ اس وقت کوئی خوش حال معلوم ہو رہا ہے۔ اور کسی کی حالت انتہائی بدتر ہے۔ اور کوئی بیمار ہے۔ اور کوئی تن درست ہے۔ یہ سارے کے سارے اگر ایک سے ہوتے تو بہت ہی اچھا ہوتا۔

حضرت موسیٰؑ کے تین سوال یہی سوال ایک مرتبہ سیدنا موسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلاۃ والسلام نے بھی خداوند قدوس سے کیا

تھا۔ عرض کیا: اے رب کریم! کیا اچھا ہوتا اگر تین چیزیں ہوتیں اور تین چیزیں نہ ہوتیں۔ مال داری ہوتی، فقر و فاقہ نہ ہوتا۔ (سارے کے سارے دھنی سیٹھ (مالدار) ہوتے۔ سب کے بینک میں کھاتے ہوتے۔ کسی کو کسی کی احتیاج اور ضرورت نہ ہوتی۔)

دوسری بات یہ عرض کی کہ اے رب کریم! کیا اچھا ہوتا اگر سارے کے سارے تندرست ہوتے کوئی بیمار نہ ہوتا۔

تیسری بات عرض کی کہ اے رب کریم! کیا ہی اچھا ہوتا اگر زندگی ہی زندگی ہوتی موت نہ ہوتی۔

اور بعض علماء نے بیان کیا کہ چوتھی چیز بھی عرض کی کہ اے رب کریم! کیا ہی اچھا ہوتا اگر جنت ہوتی دوزخ نہ ہوتی۔

حق تعالیٰ کا جواب باصواب

حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اے موسیٰ! اگر سارے کے سارے مال دار کر دیے جاتے اور کوئی بھی فقیر اور تنگدست نہ ہوتا تو ہماری نعمتوں کا شکریہ کون ادا کرتا؟ آج دولت کی قدر اس وقت ہوتی ہے جب ایسے شخص پر نگاہ پڑتی ہے جس کے پاس یہ نعمت نہیں ہوتی۔ اور آدمی شکریہ ادا کرتا ہے۔

شکریہ کی توفیق کب ہوتی ہے؟

اور اسی لیے تعلیم دی گئی ہے کہ اپنے سے چھوٹے پر نظر رکھو، (۱۹۳) ان لوگوں کو دیکھو جن

---

(۱۹۳) مشکات ص ۴۴۸، ۴۴۹

کا ایک وقت کی چٹنی روٹی اور دال کے پانی پر گزارا ہو رہا ہے۔ اور ایک وقت ان کو یہ بھی نصیب نہیں ہوتا۔ اور ان لوگوں کو نہ دیکھو جن کے یہاں مرغ بن رہے ہیں۔ اور بریانی کے پتیلے اتر رہے ہیں۔ بلکہ ان لوگوں کو دیکھو جن کو چٹنی روٹی اور دال بھی نصیب نہیں۔ جب تمہیں دال کے پانی کی قدر ہو گی۔ ورنہ یہ کہو گے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں کچھ بھی نہیں دیا۔ اور فلاں کے تو مزے آرہے ہیں۔

صحابہؓ کی تنگی معاش کا ایک واقعہ

رسول پاک علیہ الصلاۃ والسلام نے ایک مرتبہ ایک لشکر روانہ فرمایا جس میں تین سو ساٹھ یا تین سو تیرہ صحابہ ہیں حضرت ابو عبیدہ بن الجراحؓ کو ان کا امیر بنایا۔ مدینہ پاک سے چلنے کے بعد امیر صاحب نے فرمایا کہ بھائی بہت سے ساتھی ہمارے ایسے ہیں جن کے پاس کھانے پینے کا کوئی سامان نہیں۔ ان کے پاس جان تھی انہوں نے اپنی جان ہی اللہ کے لیے قربان کرنے کا ارادہ کر لیا۔ جیسے کسی نے کہا ہے:

جان دی، دی ہوئی اسی کی تھی
حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

اور بعض اشخاص ایسے ہیں کہ جن کے پاس تھوڑا بہت توشہ ہے۔ میرا مشورہ یہ ہے کہ سارا کا سارا توشہ ایک جگہ اکٹھا کر لیا

جائے۔ اور اس کا راشن مقرر کر دیا جائے۔ خواہ کسی کا ہو یا نہ ہو۔ سب کو حصہ رسد کے مطابق دیا جائے۔ سب نے کہا: بہت اچھا بالکل صحیح ہے۔ ایسا ہی کر لیا جائے۔ جو کچھ تھا سارا کا سارا ایک جگہ جمع کر دیا گیا۔ سیدنا ابو عبیدہؓ نے ابتداءً تین کھجور روزانہ کا راشن مقرر کر دیا۔ حالاں کہ پیدل سفر کر رہے تھے۔ سواریاں بہت کم تھیں۔ اور آگے چل کر چار دن کے بعد جب دیکھا کہ جو ہمارے پاس توشہ تھا وہ ختم ہونے کے قریب ہے۔ تو پھر ایک کھجور روزانہ متعین فرما دی۔ جب یہ قصہ ایک صحابی سنا رہے تھے تو بیچ میں ایک صاحب بول پڑے کہ جی ایک کھجور میں کیا گزارا ہوتا ہوگا؟ ایک کھجور تو دودھ پیتے بچے کو اگر دے دی جائے وہ بھی تھوڑی دیر کے بعد چوس کر ختم کر دے گا۔

کھجور کے بارے میں دو باتیں

کھجور کے بارے میں دو باتیں ذہن میں رکھی جائیں۔ ایک تو یہ کہ حق تعالیٰ نے پھلوں میں سب سے زیادہ طاقت کھجور میں رکھی ہے۔

علما بیان فرماتے ہیں کہ سیدنا صدیقہ مریمؑ کے لیے خداوند قدوس نے کھجور ہی تجویز فرمائیں جب کہ ان کے بطن سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام تولّد ہوئے۔ قرآن کریم میں اس کا بیان ہے:

وَهُزِّيْٓ اِلَيْكِ بِجِذْعِ النَّخْلَةِ تُسٰقِطْ عَلَيْكِ رُطَبًا

جَنِيًّا(۱۹۴) کھجور کا ایک سوکھا ہوا درخت تھا۔ جس سے کہ حضرت مریم نے ٹیک لگائی تھی۔ حق تعالی کی طرف سے ارشاد گرامی ہوا کہ اس کو حرکت دو یہ پکی پکی کھجوریں تمہارے اوپر گرائے گا۔

غرض یہ کہ حضرتِ مریم صدیقہ کے لیے خداوند قدوس نے رطب تجویز فرمائی۔

سب سے زیادہ قوی غذا علماء نے بیان فرمایا ہے کہ سب سے زیادہ تقویت والی غذا کھجور ہے۔

اور کھجور کے بارے میں دوسری بات یہ ہے کہ رسول پاک علیہ الصلاۃ والسلام کا معمول تھا جب کوئی بچّہ پیدا ہوتا تھا خواہ رسول پاک علیہ الصلاۃ والسلام کے خاندان میں یا کسی اور خاندان میں تو اس کو پکی کھجور دے کر رسول پاک علیہ الصلاۃ والسلام کی خدمت میں پیش کیا جاتا تھا۔ اور جناب رسول اللہ ﷺ اس کھجور کو اپنے منہ میں چبا کر وہ لعاب جو کھجور کی وجہ سے شیریں ہو جاتا تھا وہ اس بچّے کے ہونٹوں پر لگا دیا جاتا تھا۔ اسی کا نام "تَحۡنِيۡك" ہے یہ مستحب ہے۔ اور یہ اب بھی لگانا چاہیے۔(۱۹۵)

والدین کے ذمہ اولاد کے حقوق ہم نے اولاد کے حقوق

---

(۱۹۴) سورۂ مریم آیت ۲۵

(۱۹۵) کتاب الاذکار ص ۲۴۴

بالکل بھلا دیے کہ اولاد کے کیا کیا حق ہیں؟ اور پھر جب اولاد مقابلے پر آتی ہے تو پھر تعویذ مانگتے ہیں کہ جی اولاد مقابلہ کرنے لگی۔ میٹھا پڑھ دو، اولاد بات نہیں مانتی۔ بھلے مانس! لڑکا کیوں نہیں مانتا؟ تونے اس کا حق ادا نہیں کیا۔ تونے خداوند قدوس کی نافرمانی کی۔

اذان کے بعد صحبت کا اثر رسالہ شرعۃ الاسلام کی شرح کے اندر تحریر ہے۔ اور امام غزالیؒ نے احیا میں بھی یہ نقل کیا ہے کہ اذان ہو چکی ہے۔ اذان ہو جانے کے بعد میں اگر کوئی شخص اپنی بیوی سے صحبت کر رہا ہے تو ناجائز نہیں۔ گناہ نہیں۔ اور آج کل ہمارے یہاں تو فجر کی اذان اور نماز میں ایک گھنٹے کا فصل ہوتا ہے۔ اگر کسی نے بیوی سے صحبت کی ہے۔ اور نہادھو کر وہ فوراً چلا گیا ہے۔ یا اس نے سوچا کہ مسجد ہی میں گرم پانی مل جائے گا وہیں جا کر غسل کر لوں گا۔ جا تو رہا ہوں لاؤ گھر والی سے نمٹ کر چلوں تو وہ مجرم اور گنہ گار تو نہیں ہے لیکن اذان کے بعد میں اگر بیوی سے صحبت کی ہے تو اولاد نافرمان پیدا ہوگی۔ کیوں؟ اس لیے کہ اس نے اللہ عزاسمہ کے حکم عالی کی تعمیل نہیں کی۔ بے چارے مؤذن نے تو سردی میں کوٹھے پر چڑھ کر کہا تھا حَيَّ عَلَى الصَّلَاةِ نماز کی طرف آو۔ اور یہ گھر والی کو کہہ رہا ہے کہ ذرا میرے پاس کو آجا۔ خدا کے حکم عالی کو گویا اس نے پیچھے رکھا۔

بچے کے سامنے ننگے ہونے کا اثر احیاء العلوم میں یہ بھی لکھا ہے کہ چھوٹا بچّہ جو ایسا ہے کہ ابھی اس کو ہوش و حواس کچھ نہیں ہے ابھی اس کا دودھ نہیں چھوٹا۔ اس کی ماں نے یا اس کے باپ نے اپنا کپڑا اتارا اور یہ سمجھا کہ اس کو کیا خبر؟ تو بچّہ آگے چل کر بے حیا ہوگا۔ کیوں؟ اس لیے کہ جو کچھ بچّے کے سامنے کیا جارہا ہے اگرچہ وہ زبان سے اس کا اظہار نہ کرسکے لیکن اس کے دل پر جس کو اللہ نے اپنی قدرت کاملہ سے ایک پریس بنادی ہے اس میں وہ چھپ رہی ہے اور جب بھی ضرورت پیش آئے گی اس کو یہ بات یاد آجائے گی۔

اولاد کا سب سے پہلا حق شرح شرعۃ الاسلام میں اولاد کے حقوق بیان کیے ہیں۔ سب سے پہلا حق یہ ہے کہ بچّے کی پیدائش کے بعد غسل دے کر اس کو سفید کپڑا پہنایا جائے۔ اور رنگین کپڑا پہنانے کی گنجائش ہے۔ مثلاً سردی کا زمانہ ہے۔

زرد رنگ کا حکم ہاں زرد کپڑا نہ پہنایا جائے۔ مگر آج ہماری مَت (عقل) ایسی ماری گئی کہ ذرّہ برابر بھی کسی چیز کا احساس نہیں رہا۔ جب بیاہ شادی ہوتی ہے تو گھروں کو زرد پھول یعنی گیندے کے پھولوں سے سجاتے ہیں۔ اور گلے میں بھی گیندے کے پھولوں کا ہار ڈال دیتے ہیں۔ اور میری یہ چڑ ہے۔ میں جہاں گیندے کے پھول

دیکھ لیتا ہوں گھر میں یا کار میں، یا گلے میں میری لڑائی ہو جاتی ہے۔

گیندے کے پھول کا رواج کیوں؟

یہ احساس ہی نہیں ہے کہ گیندے کے پھول کا اتنا رواج کیوں ہوا؟ غیر مسلموں کا تھوکا ہوا چاٹنا آج ہمارے لیے فخر اور عزت کا سبب ہو گیا ہے۔ جو وہ کریں گے اس کی نقل ہم بھی کریں گے۔

مسلمانوں کے لیے اصل پھول

حالاں کہ ہمارے لیے اصل پھول تو رسول پاک علیہ الصلاۃ والسلام کا طریقہ ہے۔ لیکن اگر گلاب کے پھول کا ہار ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ لیکن اچھا یہ بھی نہیں ہے۔ ہار تو ہار ہی ہے۔ ان چیزوں سے بچنا چاہیے۔ اصل کامیابی والی چیز رسول پاک علیہ الصلاۃ والسلام کا طریقہ ہے۔

میں نے بعض غیر مسلموں سے پوچھا کہ تمہارے یہاں گیندے کا اتنا رواج کیوں ہے؟ تو بتایا کہ جی شری کرشن جی کو یہ رنگ پسند تھا۔

تو زرد رنگ سے بچّے کو بچایا جائے۔ عیسائیوں کے یہاں بھی یہ زرد رنگ مذہبی شعار ہے۔ ان کے یہاں جب بَچّہ پیدا ہوتا ہے تو اس کو زعفران میں یا زعفرانی رنگ کے پانی میں غسل دیا جاتا ہے۔ اور زرد کپڑا پہنایا جاتا ہے۔

اولاد کا دوسرا حق، تحنیک

دوسرا حق یہ ہے کہ اس کی

تحنیک کی جائے۔ تحنیک وہی ہے جو ابھی میں نے بتلایا۔ کسی نیک آدمی سے یہ کرایا جائے جس کو اپنے گمان میں نیک سمجھ رہا ہے۔

اولاد کا تیسرا حق، عقیقہ تیسرا حق یہ ہے کہ جب بچّہ سات دن کا ہو جائے تو بچّے کو غسل دیا جائے۔ اور بچّے کے پیدائشی بالوں کو صاف کرایا جائے۔ اور اگر اللہ تعالیٰ وسعت دیں تو عقیقہ کیا جائے۔

عقیقہ، اور اقوال فقہاء عقیقہ کے بارے میں فقہائے احناف کے تین قول ہیں۔ ایک قول وجوب کا ہے۔ صاحب بدائع نے نقل کیا ہے۔ ایک قول سنّت کا ہے عام طور سے سنّت کا قول ہی اکثر علماء نے بیان فرمایا ہے۔ اور تیسرا یہ کہ مستحب ہے۔ اور یہ قول زیادہ پسندیدہ ہے۔ اگر موقعہ ہے تو لڑکے کی طرف سے دو بکرے یا دو بکریاں اور لڑکی کی طرف سے ایک بکرا یا بکری ایسے جن کی قربانی ہو سکتی ہو۔ ساتویں دن ذبح کیا جائے۔

اولاد کا چوتھا حق، اچھا نام رکھنا اور اس کا اچھا نام تجویز کیا جائے۔ نام کا اثر مسمی پر پڑتا ہے۔ اگر کسی کا نام سعید رکھا گیا ہے تو وہ سعادت مند ہوگا۔ کسی کا نام رشید رکھا گیا ہے تو وہ نیکو کار ہوگا۔

اللہ کے نزدیک پسندیدہ نام اور زیادہ پسندیدہ نام اللہ عزاسمہ کے نزدیک وہ نام ہیں جن ناموں میں خداوند قدوس کے اسمائے

گرامی کی طرف اضافت ہو رہی ہو۔ مثلاً عبداللہ، عبدالرحمٰن، عبدالرحیم، حدیث پاک میں ہے:

اَحَبُّ الْاَسْمَاءِ اِلَی اللّٰہِ تَعَالیٰ عَبْدُ اللّٰہِ وَعَبْدُ الرَّحْمٰنِ (۱۹۶) سب سے زیادہ پیارے نام اللہ کے نزدیک عبداللہ اور عبدالرحمٰن ہیں، مگر شرط یہ ہے کہ اس کو بگاڑا نہ جائے۔ عبداللہ نام تو رکھا مگر بگاڑ کر اس کو بُلّا یا دُلّا کر دیا۔ یہ حرام ہے۔ یہ کس چیز میں تبدیلی کی گئی۔ یہ تبدیلی اللہ کے نام نامی میں کی گئی ہے۔

اسی طریقے سے حدیث پاک میں ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا بڑا نادان ہے وہ شخص جس کو اللہ نے تین بیٹے عطا فرمائے۔ اور اس نے ایک بچے کا نام بھی میرے نام پر نہیں رکھا۔

محمدؐ نام والے کا احترام ضروری ہے

مگر رسول پاک علیہ الصلاۃ والسلام کے اسمائے گرامی پر اگر کسی کا نام نامی رکھا گیا ہے تو پھر اس نام کا بھی ادب و احترام ضروری ہے۔ اگرچہ اس اسم کا مسمّی کوئی حقیر ہو۔ مگر نام تو شاہی نام ہے۔

حضرت عمرؓ کے زمانے میں بہت سے اشخاص نے اپنے بیٹوں کا نام محمدؐ رکھ رکھا تھا۔ اور اب بھی یہی رواج ہے یہاں تک کہ راہ چلتے ہوئے اگر کوئی کسی سے پوچھے کہ بھائی کون؟ تو جواب دے گا، محمد، اپنا نام محمدؐ ہی بتلائے گا۔ لیکن محمد کو مَمَدّ کہنا گناہ ہے۔

---

(۱۹۶) مشکات ص۴۰۹، الاذکار ص۲۴٦

محمدؐ کے مسمیٰ کو برا نہ کہو ایک شخص کو حضرت عمرؓ نے دیکھا کہ اپنے بیٹے کو جس کا نام محمد تھا برا بھلا کہہ رہا تھا اور اس کا نام لے کر دوسروں سے شکایت کر رہا تھا۔ حضرت عمرؓ نے لوگوں کو جمع فرمایا کہ دیکھو یا تو تم میرے آقا کے نام نامی پر نام رکھنا چھوڑ دو یا پھر اس نام کا ادب واحترام کرو۔

محمدؐ نام والے پر جہنم حرام ہے قصیدۂ بردہ میں تو ایک حدیث پاک کے مفہوم کو شعر میں بیان کیا گیا ہے: جس کا حاصل یہ ہے کہ حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں نے اس بات کی قسم کھائی ہے کہ جس شخص کا نام آپ کے نام پر ہوگا میں اس کو عذاب نہیں دوں گا۔ محمد نام ہے۔ احمد نام ہے۔ یا محمد یا احمد اس کے نام جزو ہے تو اس پر جہنم کی آگ حرام ہے۔

نام تجویز کرنے کے متعلق ایک قصہ کل پرسوں ہم نے کچھ لوگوں کے نام تجویز کیے تھے۔ مگر بھائی یہ کاندھلہ ہے۔ اور اس کے ساتھ بھی پہلے شریف لگتا تھا۔ اب عقل سے سارے ہی محروم ہوگئے ہیں۔ کچھ دنوں پہلے کی بات ہے عبدالرحیم ممبر جو ہمارے محلّہ میں تھے جب ان کے یہاں لڑکا پیدا ہوا۔ تو انہوں نے کہا کہ جی اس کا نام تجویز کر دو۔ میں نے اس کا نام رکھا محمد جابر انہوں نے ایک مولوی صاحب کے سامنے ذکر کیا کہ فلاں مولوی نے محمد جابر

نام تجویز کیا ہے۔ ان مولوی صاحب نے کہا کہ جابر کے معنی تو ظالم کے ہیں یہ کس نے نام رکھ دیا۔

جبّار اور جابر کے معنی وہ پھر میرے پاس آئے تو میں نے ان کو سمجھایا کہ اللہ تعالیٰ کے صفاتی ناموں میں سے ایک نام ہے جبّار، جس کے معنی ہیں ''خرابی کا درست کر دینے والا''۔ اور اسی سے ہے جبیرہ وہ لکڑی جس کو ٹوٹی ہوئی ہڈی درست کرنے کے لیے باندھا جاتا ہے۔ اور ایک مشہور صحابی کا نام بھی جابر بن عبد اللہؓ ہے۔

اولاد کا پانچواں حق اور اولاد کا پانچواں حق یہ ہے کہ بچہ جب بولنے پر قادر ہو تو سب سے پہلے اس کو کلمہ طیبہ سکھایا جائے۔

بچّے کو کلمہ طیبّہ سکھانے کا فائدہ بیہقی کی روایت ہے کہ جس شخص کی زبان سے سب سے پہلے کلمہ کے الفاظ نکلے۔ اور دنیا سے رخصت ہوتے وقت میں بھی وہ کلمہ پڑھتا چلا گیا۔ چاہے ہزار سال کی اس کی عمر ہوئی ہو کسی بھی عمل کے بارے میں اس سے سوال نہیں ہوگا۔

موت علی الایمان کا آسان طریقہ مگر سوال ہوگا کہ یہ تو بڑا مشکل ہے۔ اور اپنے اختیار میں بھی نہیں۔ لیکن اگر گھر کا ماحول ایسا بنالوگے کہ ہر ایک کی زبان پر کلمہ ہو تو یہ بات بھی بہت آسان ہے۔

مولانا محمد یحییٰ کے حفظ قرآن کا واقعہ حضرت اقدس حضرت شیخ کے والد ماجد مولانا محمد یحییٰ صاحب بہت جلدی بولنے لگے تھے۔ اور جب دودھ چھُٹا تھا تو پاؤ پارہ ان کو حفظ یاد ہو گیا تھا۔ اس لیے کہ پچاسوں لڑکیاں ان کے گھر میں ان کی والدہ کے پاس قرآن پاک پڑھا کرتی تھیں۔ انہوں نے بھی بچیّوں سے سن سن کر یاد کر لیا تھا۔ اور سات سال کی عمر میں پورا قرآن پاک حفظ کر لیا تھا۔

روزانہ ختم قرآن کا معمول ان کے والد کی طرف سے یہ حکم ہو گیا تھا کہ یحییٰ ابھی تمہاری عمر کم ہے کچھ اور پڑھنے کی ضرورت نہیں کھیلو کودو۔ لیکن ایک قرآن شریف روزانہ پڑھ لیا کرو۔ چھ مہینے فجر کی نماز اسی مسجد میں ادا کی ہے۔ اور نماز سے فارغ ہو کر اپنے مکان پر جا کر جس زنانے مکان میں میرا قیام ہے اس کی چھت پر جا کر قرآن پاک پورا کرتے تھے۔ چھ مہینے اسی طرح کیا۔ اور ان کی والدہ سے کہہ دیا تھا کہ اسے روٹی جب دینا جب یہ قرآن ختم کر لے۔ تو اگر کلمے کا ماحول ہو گا تو بچے کی زبان سے بھی کلمہ کے الفاظ نکلیں گے۔

بنو عبد المطّلب کا ایک معمول علماء نے بیان فرمایا:
رسول پاک علیہ الصلاۃ والسلام کے خاندان میں یہ معمول تھا کہ جب کوئی بچہ بولنے پر قادر ہو جاتا تھا تو سب سے پہلے اس کو

سورۂ بنی اسرائیل کی یہ آخری آیت سکھائی جاتی تھی۔

وَاِذَا اَفْصَحَ الْوَلَدُ مِنْ بَنِیْ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ عَلَّمَهٗ، وَقُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ لَمْ یَتَّخِذْ وَلَداً وَّلَمْ یَکُنْ لَّهٗ شَرِیْكٌ فِی الْمُلْكِ وَلَمْ یَکُنْ لَّهٗ وَلِیٌّ مِّنَ الذُّلِّ وَکَبِّرْهُ تَکْبِیْراً (۱۹۷)

ترجمہ: اور کہہ دیجیے کہ تمام تعریف اسی اللہ کے لیے ہیں جو نہ اولاد رکھتا ہے۔ اور نہ اس کا کوئی سلطنت میں شریک ہے۔ اور نہ کمزوری کی وجہ سے اس کا کوئی مددگار ہے۔ اور اس کی خوب بڑائیاں بیان کیا کیجیے۔

اولاد کا چھٹا حق غرض یہ کہ جب کہ بچّے کی عمر سات سال کی ہو جائے تو اس کو نماز کا حکم دو حدیث پاک میں ہے:

مُرُوْا اَوْلَادَکُمْ بِالصَّلَاةِ وَهُمْ اَبْنَاءُ سَبْعِ سِنِیْنَ وَاضْرِبُوْاهُمْ عَلَیْهَا وَهُمْ اَبْنَاءُ عَشْرَسِنِیْنَ وَفَرِّ قُوْا بَیْنَهُمْ فِی الْمَضَاجِعِ (۱۹۸)

ارشاد فرمایا: بچوں کو نماز کا حکم دو۔ جب وہ سات سال کے ہو جائیں۔ اور اگر نماز میں کوتاہی اور سستی کریں جب کہ عمر ان کی دس سال کی ہو جائے تو ان کو مار مار کر نماز پڑھاؤ۔

اور جب بارہ سال کے ہو جائیں تو ان کو علاحدہ لٹاؤ۔ یہ نہ ہو

---

(۱۹۷) ابن کثیر ج ۳ ص ۸۷

(۱۹۸) مسند احمد ج ۳ ص ۸۳، مشکات ص ۵۸ مراقی ص ۹۳

کہ اس عمر کے بعد بہن بھائی دونوں ایک جگہ لیٹیں۔ اور ایک بستر پر سوئیں۔

اولاد کا ساتواں حق اور جب بچّہ اس قابل ہو جائے کہ دین کا علم سیکھنے لگے تو اس کو سب سے پہلے دین کا علم سکھاؤ۔ اگر ماں باپ نے دین کا علم سکھانے میں کوتاہی کی ہے تو حشر کا میدان ہو گا۔ اللہ کا دربار عالی ہو گا۔ بچّے کا ہاتھ ہو گا۔ اور باپ کی گردن ہو گی۔ بچّہ اللہ کے دربار عالی میں باپ کی شکایت کرے گا۔ کہ یہ میرا باپ ہے جس نے مجھے دین نہیں سکھایا تھا۔ اگر یہ مجھے دین سکھاتا تو میں دین دار بنتا۔

اولاد کا آٹھواں حق اور جب بچہ جوان ہو جائے تو اس کا نکاح کیا جائے۔ لڑکی رخصت کی جائے۔ یہ آٹھ حق اولاد کے ماں باپ کے ذمہ ہیں۔ اگر ماں باپ اپنے اولاد کے حقوق میں کوتاہی کریں گے تو آگے چل کر اولاد نافرمان ہو گی۔

نکاح میں وکیل و گواہ کا طریقہ کار اور نکاح کے بارے میں یہ بات خیال رکھنے کی ہے کہ جہاں نکاح کی مجلس ہو وہاں گواہ اور وکیل کی ضرورت نہیں ہے۔ مگر ہمارے یہاں رواج یہ ہے کہ گواہ اور وکیل ضرور بنائے جاتے ہیں۔

یہاں تک کہ جو رجسٹر چھپے ہوئے ہیں ان میں بھی جو

خانے بنے ہوئے ہیں ان میں بھی ایک خانہ وکیل اور گواہ کا بنا ہوا ہے۔ حالاں کہ وہاں وکیل اور گواہ کی ضرورت نہیں۔ وہاں تو ولی کو جانا چاہیے۔ نہ کسی وکیل کی ضرورت ہے۔ اور نہ گواہ کی ضرورت ہے۔ اس کا جو ولی ہے وہ جا کر کہہ دے بیٹی! میں تیرا نکاح فلانے سے اتنے مہر میں کر رہا ہوں۔ اگر باپ مر چکا ہے تو تایا، چچا یا بھائی اور بھائی چچا، تایا سے بھی مقدم ہے۔ وہ جائے اور اگر وکیل ہی کسی کو بنانا ہے تو وکیل جا کر یہ الفاظ کہے گا۔ کہ اے لڑکی! تیرے باپ نے مجھے بھیجا ہے اور تمہارا باپ تمہارا نکاح فلاں سے اتنے مہر میں کر رہا ہے۔ یہ الفاظ کہے۔

مہر کی تعیین کا درجہ اور مہر کا کم درجہ تو متعین ہے۔ پونے تین تولہ چاندی۔ یا اس کی قیمت۔ اس سے کم نہیں ہونا چاہئے۔ اگر ایک تولہ چاندی پر نکاح کرے گا تو مہر مثل واجب ہو جائے گا۔

مہر مثل واجب ہونے کی ایک صورت کوئی عورت بڑی سیانی (چالاک) تھی۔ اس نے ایک ملاجی کی خوشامد کی کہ مجھ سے نکاح کر لے۔ اس نے کہا کہ میرے پاس خرچا نہیں ہے۔ عورت نے کہا: مہر کچھ نہیں۔ میں تو بغیر مہر کے ہی نکاح کر لوں گی۔ قاضی صاحب نے بھی نکاح پڑھاتے ہوئے یہی کہا کہ بغیر مہر کے تمہارا نکاح اس عورت سے کیا جا رہا ہے۔ ملاجی خوش ہو رہے ہیں کہ بغیر

پیسوں کے گھر والی مل گئی۔ مگر مہرِ مثل واجب ہو جائے گا۔ اس عورت یا قاضی کے کہنے کا اعتبار نہیں ہو گا۔

مہرِ مثل واجب ہونے کی دوسری صورت یا کوئی قاضی جی بے چارے اناڑی تھے۔ وہ مہر کا ذکر کرنا بھول گئے۔ تو اس صورت میں بھی مہرِ مثل واجب ہو جائے گا۔ جو اس عورت کی ماں کا یا بہن کا یا پھوپھیوں کا مہر تھا وہی مہر واجب ہو جائے گا۔ چاہے انکار بھی کر دے۔ البتہ نکاح کرنے کے بعد بہت خوشی کے ساتھ اگر عورت نے کہہ دیا کہ میں نے اپنا مہر معاف کر دیا۔ تو وہ معاف ہو جائے گا۔ لیکن نکاح میں بہر صورت مہر واجب ہوتا ہے۔

عورت کا مہر دین قوی ہے لیکن حضرت تھانوی نے اصلاح انقلاب میں تحریر فرمایا ہے کہ عورت کے حقوق ایسے قوی ہیں کہ اگر عورت نے مہر معاف کر دیا تو معاف ہو جائے گا۔

مہر میں عورت کو حق رجوع حاصل ہے لیکن عورت کو پھر رجوع کرنے کا بھی حق واختیار ہے۔ مہر معاف کرنے کے چار مہینے بعد لڑائی ہو گئی۔ عورت نے کہا: میرا مہر دے تو عورت کا یہ مطالبہ صحیح ہو گا۔

اور تحریر فرمایا کہ مردوں کی ذمہ داری ہے کہ اپنی عورتوں کو بتلادیں کہ تم نے جو ہمارا حق معاف کر دیا ہے اس میں تمہیں

رجوع کرنے کا بھی اختیار ہے۔

بہر کیف! نکاح کے مسائل کا سیکھنا یہ اگرچہ فرض عین نہیں ہے یعنی ہر آدمی کی ذمہ داری نہیں ہے کہ سارے مسائل کو سیکھے۔ لیکن یہ فرض کفایہ ہے۔ اور باب نکاح میں فرض کفایہ یہ ہے کہ کچھ آدمی ایسے ہوں جو ضرورت کے مطابق ان مسائل سے واقف ہوں۔

8755602256 دین کی باتیں گروپ محمد شہزاد کیرانوی

جامعہ اسلامیہ سلیمانیہ
عید گاہ۔ کاندھلہ (ضلع مظفر نگر) یوپی
مفتی الٰہی بخش اکیڈمی
مولویان۔ کاندھلہ (ضلع مظفر نگر) یوپی

تقریر نمبر ۱۰ تخلیق آدم کی حکمت و مصلحت

کل میں عرض کر رہا تھا کہ جب فرشتوں کے کلام
اَتَجۡعَلُ فِيۡهَا مَنۡ يُّفۡسِدُ فِيۡهَا وَيَسۡفِكُ الدِّمَآءَ وَنَحۡنُ نُسَبِّحُ بِحَمۡدِكَ وَنُقَدِّسُ لَكَ۔ کے جواب میں حق تعالی نے فرمایا:
اِنِّىۡۤ اَعۡلَمُ مَا لَا تَعۡلَمُوۡنَ۔
تو یہ نہیں کہ فرشتوں نے صرف اپنی تقصیر کا اعتراف کیا بلکہ کہ فرشتوں نے
سُبۡحٰنَكَ لَا عِلۡمَ لَنَاۤ اِلَّا مَا عَلَّمۡتَنَا اِنَّكَ اَنۡتَ الۡعَلِيۡمُ الۡحَكِيۡمُ، کہہ کر اپنی اطاعت کاملہ کا اظہار کیا۔

ابن عطیہ کی عمدہ تفسیر اور ملائکہ کے اس عرض کرنے کا منشا کیا تھا اس میں مفسرین کے مختلف اقوال ہیں۔ لیکن سب سے زیادہ احسن تفسیر وہ ہے جو ابن عطیہ نے تحریر فرمائی ہے۔ ابن عطیہ نے فرمایا ہے کہ فرشتوں نے یہ کہا ہی نہیں کہ انسان خون خرابہ کرے گا۔ اور دنیا کے اندر فساد برپا کرے گا۔ بلکہ بات یہ ہے کہ فرشتوں کے ساتھ وہاں ابلیس اور اس کی جماعت بھی موجود تھی جس وقت حق تعالی نے ارشاد فرمایا: اِنِّىۡ جَاعِلٌ فِى الۡاَرۡضِ

خَلِیْفَة۔ اُدھر سے (یعنی فرشتوں کی جانب سے) کوئی نہیں بولا۔ بلکہ اِدھر سے (یعنی ابلیس کی جانب سے) بولے کہ کیا آپ روئے زمین میں ایسے شخص کو خلیفہ بنائیں گے جو روئے زمین میں فساد برپا کرے۔ اور خون خرابے کرے۔ یہ کہنے والا ابلیس تھا۔ اُدھر سے فرشتے بول پڑے۔ کہ ہم آپ کے ہر حکم عالی کی تعمیل کرنے کے لیے تیار ہیں۔ ابن عطیہؒ ارشاد فرماتے ہیں: یہ ایسا ہے جیسا کہ قرآن پاک میں ایک جگہ ارشاد فرمایا گیا ہے:

وَقَالُوْا کُوْنُوْا هُوْدًا اَوْ نَصٰرٰی۔

کہ ان لوگوں نے کہا کہ تم یہودی یا عیسائی ہو جاؤ۔ یہودیوں نے کہا کہ یہودی ہو جاؤ۔ اور عیسائیوں نے کہا کہ عیسائی ہو جاؤ لیکن قَالُوْا کا دونوں کو فاعل قرار دیا: یہاں ایک قَالُوْا مذکور ہے۔ اور ایک قَالُوْا محذوف ہے۔ گویا عبارت یوں ہے:

وَقَالُوْا کُوْنُوْا هُوْدًا وَقَالُوْا کُوْنُوْا انصارٰی۔

یہ الفاظ تھے۔ تو اسی طریقے سے ابلیس نے یہ کہا: انسان خون خرابے اور فساد برپا کرے گا۔ فرشتوں نے کہا:

وَنَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ وَنُقَدِّسُ لَكَ۔

ہم آپ کی پاکی بیان کرتے ہیں۔ تو یہاں بھی ایک قَالُوْا مذکور ہے۔ اور ایک قَالُوْا مخدوف ہے۔ گویا عبارت اس طرح

ہے۔ قَالُوْٓا اَتَجْعَلُ فِیْھَا الخ وَقَالُوْا اَنَحْنُ نُسَبِّحُ الخ مگر ایک قَالُوْ حذف کر کے دوسرے قَالُوْ کا دونوں کو فاعل قرار دیا۔

معتزلہ کے اعتراض کا جواب اور ابن عطیہ کی اس تفسیر کی بنا پر معتزلہ کے اس عقیدے کا بھی رد ہو جاتا ہے جس کو امام رازی نے بیان کیا ہے۔ معتزلہ میں سے بعض اشخاص اس کے قائل ہیں کہ فرشتوں سے معصیت ہو سکتی ہے۔ جیسا کہ وَنَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ وَنُقَدِّسُ لَكَ کہہ کر فرشتوں نے اپنی نیکی کا اظہار کیا ہے حالاں کہ نیکی کر کے اس کا اظہار کرنا یہ عجب ہے اور معصیت ہے۔

لیکن ابن عطیہ کی اس تفسیر کی بنا پر چوں کہ فرشتوں نے یہ کہا ہی نہیں اس لیے یہ اعتراض بھی دور ہو جاتا ہے۔

بہر کیف! اُدھر سے ابلیس نے کہا کہ خون خرابے اور فساد برپا کرے گا۔ فرشتوں نے کہا کہ ہم آپ کی تعریف اور پاکی بیان کرتے ہیں۔ ہم ہر وقت آپ کی ذاتِ عالی کی خوبیاں بیان کرتے ہیں۔ اور آپ کا نام نامی لیتے ہیں۔ حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

اِنِّیْٓ اَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ

جن باتوں کو میں جانتا ہوں تم ان باتوں کو نہیں جانتے۔

انبیاء اور اولیا وجہ تخلیق کائنات یعنی جو مخلوق پیدا ہو گی میں اس کے بارے میں جانتا ہوں کہ وہ خون خرابے کرے گی۔ وہ فتنہ

اور فساد برپا کرے گی۔ لیکن اس کے اندر انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام بھی ہوں گے۔ وہ فرشتوں سے بھی زیادہ معصوم ہوں گے۔ اور فرشتوں سے بھی زیادہ اطاعت کرنے والے ہوں گے۔ اور اولیائے کاملین بھی ہوں گے۔ جن میں بعض ایسے ہوں گے کہ ان کے دلوں میں کبھی معاصی اور گناہ کا خیال تک نہیں آیا ہو گا۔

ایک غیر معروف ولی کامل

مدرسہ دارالعلوم دیوبند ابتدائی زمانے میں جامع مسجد میں قائم تھا۔ لیکن جب طلبہ کی زیادتی ہوئی اور زمین خریدی گئی۔ اور مدرسہ یعنی نودرے کی بنیاد رکھی گئی۔ اس وقت دیوبند میں ایک بزرگ تھے۔ حضرت منے شاہ صاحب، مولانا سید محمد اصغر علی صاحب نور اللہ مرقدہ کے حقیقی ماموں بالکل ان پڑھ لیکن پہلی اینٹ ان سے رکھوائی گئی۔ اس وقت حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نور اللہ مرقدہ نے ارشاد فرمایا تھا کہ ان کے دل پر کبھی گناہ کا خیال تک نہیں گزرا۔ یہ نہیں کہ گناہ کا ارتکاب نہیں ہوا بلکہ گناہ کا خیال تک بھی ان کے دل پر نہیں گزرا۔ اسی کو اللہ عزاسمہ نے ارشاد فرمایا: اِنِّیٓ اَعۡلَمُ مَالَا تَعۡلَمُوۡنَ میں جانتا ہوں کہ جو مخلوق پیدا کی جائے گی۔ اس میں اگرچہ اکثریت نافرمانی کرنے والوں کی ہو گی۔ لیکن کچھ اطاعت کرنے والے بھی ہوں گے۔ کچھ اس میں انبیا علیہم الصلاۃ والسلام ہوں گے کچھ ان میں اولیائے

کاملین ہوں گے۔ کچھ ان میں علماء صلحا ہوں گے۔

حق تعالیٰ کو نیکی بہت پسند ہے اور اللہ عزاسمہ کو نیکی کرنے والا بہت پسند ہے چاہے وہ ایک ہی ہو۔ یہاں تک کہ حدیث پاک میں ارشاد فرمایا گیا ہے:

لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰی یُقَالَ فِی الْاَرْضِ اللّٰه اللّٰه۔(۱۹۹)

قیامت قائم نہیں ہوگی۔ یہ عالم فنا نہیں کیا جائے گا جب تک کہ اس عالم میں ایک آدمی بھی اللہ کا ذکر عالی کرنے والا رہے گا۔ لیکن جب ایسی کیفیت پیدا ہو جائے گی کہ ایک شخص بھی خدا کا نام نامی لینے والا نہیں رہے گا تو اس عالم کو فنا کر دیا جائے گا۔ معلوم ہوا کہ نیکی چاہے کتنی ہی کم کیوں نہ ہو لیکن اللہ تعالیٰ کو انتہائی پسند ہے۔ اور حقیقت یہ ہے کہ انسان کی تخلیق میں اللہ تعالیٰ کی کیا کیا حکمتیں ہیں کوئی ان حکمتوں کا احاطہ نہیں کر سکتا۔ اپنے امور و معاملات کے اسرار و رموز اور مصلحتوں کو وہی مالک الملک جانتا ہے۔

حکمت الٰہی کا ایک واقعہ ایک بادشاہ کی انگلی کٹ گئی۔ وزیر نے کہا: بہت اچھا ہوا۔ بادشاہ کو بہت غصہ آیا کہ ہماری تو انگلی کٹ گئی یہ کہہ رہا ہے بہت اچھا ہوا۔ بادشاہ نے وزیر کو وزارت سے معزول کر کے قید خانے میں ڈال دیا۔ وزیر نے اس پر بھی کہا بہت

(۱۹۹) مشکات ص ۴۸۰

اچھا ہوا اس کے بعد بادشاہ کی انگلی میں خون نکلا۔ اور بہت کمزوری آگئی۔ حکیموں نے مشورہ دیا کہ سلطنت کے کاموں سے کچھ دن علاحدہ رہیں۔ اور یہ جو کمزوری اور ضعف پیدا ہو گیا ہے یہ دور ہو جائے تو پھر امور سلطنت کی طرف توجہ دیں۔ ایک روز بادشاہ شکار کے لیے تشریف لے گئے اور ایسے علاقے میں گئے جہاں شیر بہت تھے۔ اور شکار میں وہاں ایسی مشغولی ہوئی کہ بادشاہ کو وہیں رات ہو گئی تو بادشاہ نے کہا: رات گزارنی ہے آج یہیں گزار لیں گے۔ وہیں بادشاہ کے لیے بھی انتظام کر دیا گیا۔ اور دوسرے اشخاص بادشاہ کے چاروں طرف خیمے لگا کر لیٹ گئے۔ کہ رات میں کوئی شیر آئے تو بادشاہ کو کوئی اذیت اور تکلیف نہ ہو۔

جنگل کے بادشاہ شیر کی خاصیت

اور شیر کے بارے میں مشہور ہے کہ یہ جنگل کا بادشاہ ہے۔ اور یہ گری پڑی چیز نہیں کھاتا۔ مریل بکری کو بھی نہیں پکڑتا۔ کسی کو اگر زخم ہو اس کو بھی نہیں پکڑتا۔ غرض یہ کہ رات کو وہاں شیر آیا اور سب تو ڈر کر بھاگ گئے۔ بادشاہ سلامت اکیلے رہ گئے۔ شیر نے دیکھا کہ اس کو زخم ہو رہا ہے۔ پٹی بندھی ہوئی ہے۔ چھوڑ کر چلا گیا۔ وزیر کو علم ہوا۔ وزیر نے پھر یہی کہا کہ بہت اچھا ہوا۔

حکمت الٰہی کی وضاحت

حق تعالی کی حکمت اور مصلحت ہے۔

اگر بادشاہ کا ہاتھ نہ کٹتا۔ تو مجھے جیل خانے میں نہ ڈالا جاتا۔ میں بادشاہ کے ساتھ سفر میں ہوتا جہاں بادشاہ لیٹے ہوے تھے وہیں میں بھی لیٹا ہوا ہوتا۔ شیر آکر مجھے بھی لقمہ بناتا اور بادشاہ کو بھی لقمہ بناتا۔ مگر خدا کی حکمت ہے کہ اس مالک الملک نے تھوڑی تکلیف پہنچا کر اس بڑی مصیبت سے بچالیا۔ کہ بادشاہ کی انگلی میں زخم ہو گیا وہ تو اس وجہ سے شیر کے حملے سے بچ گئے اور میں جیل خانے میں تھا میں اس لیے بچ گیا۔ ایک قصہ تو یہ حضرت جی بڑی تفصیل سے سنایا کرتے تھے۔

بندوں کے معاملات میں تدبیر الٰہی

اور ایک حدیث سنایا کرتے تھے۔ حق تعالی فرماتے ہیں کہ میں اپنے بندوں کے معاملات کی تدبیر اپنے علم کے مطابق کر رہا ہوں۔ میں جاننے والا ہوں۔ جس کے لیے جو بھی حالت مناسب ہوتی ہے اور جو بھی کیفیت بہتر ہوتی ہے ویسا ہی اس کے ساتھ معاملہ کرتا ہوں۔ ایک لمبی اور بڑی عجیب وغریب حدیث امام بغوی نے اپنی تفسیر معالم التزیل سورۂ شوریٰ میں آیت وَلَوْ بَسَطَ اللّٰهُ الرِّزْقَ لِعِبَادِهٖ لَبَغَوْا فِي الْاَرْضِ کے ذیل میں نقل کی ہے۔

ایک آیت کا ترجمہ ومفہوم

آیت کا مفہوم یہ ہے حق تعالی فرماتے ہیں کہ اگر اللہ تعالی اپنے سب بندوں کے لیے رزق کی

وسعت فرمادیتے، اگر سب کے پاس پیسے ہوتے۔ توزمین کے اندر وہ فتنہ وفساد برپا کرتے کہ نہ سینما ہال کے اندر جگہ بچتی۔ اور نہ سب کو ٹکٹ ملتے اور وہیں چھرے چلا کرتے۔ لیکن وہ مالک الملک وہ قادر مطلق جتنی جس کے لیے چاہتے ہیں روزی نازل فرماتے ہیں۔

اور حدیث یہ ہے: حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ میں نے جناب رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے اور انہوں نے جبرئیل امین سے سنا ہے۔ اور جبرئیل نے ارشاد فرمایا کہ میں نے حق تعالی سے سنا ہے۔ حق تعالی فرماتے ہیں کہ

مَنْ اٰذٰی لِیْ وَلِیّاً فَقَدْ اٰذَنْتُهٗ بِالْحَرْبِ وَاِنِّیْ لَاَغْضَبُ لِاَوْلِیَائِیْ کَمَا یَغْضَبُ اللَّیْثُ الْجَرْدَ،

جو شخص میرے کسی دوست کو اذیت اور تکلیف پہنچاتا ہے میری طرف سے اس کے لیے اعلان جنگ ہے۔ میں اپنے دوست کا ضرور بدلہ لوں گا۔ اپنے دوست کی طرف سے اس ستانے والے سے ضرور انتقام لوں گا۔ اور میں اپنے دوست کی حمایت میں ایسا غصے میں بھر جاتا ہوں جیسا کہ بھوکا شیر ایک چھوٹے سے شکار کو دیکھ کر غُرّا کر جست لگا کر اس پر آتا ہے۔ اور فرمایا:

وَمَا تَقَرَّبَ اِلَیَّ عَبْدٌ بِأَدَاءِ مَاافْتَرَضْتُ عَلَیْهِ۔

قرب حق دلانے والی چیز اور کسی بندے نے میرا قرب اور

میری نزدیکی حاصل نہیں کی ہے جیسا کہ قرب اور نزدیکی حاصل کی ہے ان چیزوں کے ادا کرنے سے جو میں نے ان کے اوپر فرض کی ہے۔ ہزار تسبیحات ایک طرف، اور فرض نماز کا ادا کر لینا ایک طرف جتنا قرب حق تعالیٰ کا فرض نماز سے حاصل ہو گا اتنا ہزار تسبیحات اور ہزار مجاہدوں سے حاصل نہیں ہو گا۔ اور ارشاد فرمایا:

وَمَازَ ال الْعَبْدُ يَتَقَرَّبُ اِلَيَّ بِالنَّوَافِلِ حَتّٰى اُحِبُّهٗ فَاِذَا اَحْبَبْتُهٗ كُنْتُ لَهٗ سَمْعاً وَّبَصَراً وَّلِسَاناً وَّيَداً وَّمُؤَيِّداً اِنْ دَعَانِيْ اَجَبْتُهٗ وَاِنْ سَأَلَنِيْ اَعْطَيْتُهٗ۔

میرا ایمان والا بندہ نوافل کی کثرت سے میرا قرب حاصل کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ میں اس سے محبت کرنے لگتا ہوں۔

ایک خادم صحابی کا واقعہ ایک صحابی ہیں جو ساری رات حضور اکرم ﷺ کے دروازے کے سامنے حجرۂ اقدس کے دروازے پر ایک ٹاٹ کا یا کمبل کا پردہ پڑا رہتا تھا۔ بعض روایتوں میں ٹاٹ کا ذکر ہے اور بعض روایتوں میں کمبل کا ذکر ہے۔ دونوں میں کوئی تعارض نہیں۔ کیوں کہ کبھی کمبل کا رہا ہے اور کبھی ٹاٹ کا۔ وہ استنجے کے لیے ڈھیلے اور وضو کے لیے مسواک اور پانی لیے ہوئے بیٹھے رہتے تھے۔ ان کو معلوم تھا کہ میرے آقا کس وقت وضو فرمائیں گے اور کس وقت استنجے کی ضرورت ہو گی۔ رسول اکرم

ﷺ ان کی اس خدمت سے بے انتہا خوش ہوئے۔ ایک مرتبہ ان کے اوپر انتہائی شفقت فرمائی۔ اور ارشاد فرمایا: مانگو کیا مانگتے ہو؟ اصل خدمت ہے۔ اگر آدمی خدمت کرتا ہے تو دینے والا خود اس کو دیتا ہے۔

خواجہ باقی باللہؒ کا تعارف بیچ میں ایک قصہ عرض کردوں: حضرت اقدس مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندیؒ ان کے کئی پیر ہوئے۔ لیکن آخری پیر ہوئے ہیں خواجہ خواجگان رضی الدین خواجہ باقی باللہ، ان کا لقب تھا باقی باللہ اور اسی لقب سے ان کی شہرت ہوئی۔ بڑے بزرگوں میں سے ہیں۔ افغانستان سے تشریف لائے۔ ان کو الہام ہوا جاؤ ہندستان جاؤ۔ وہاں ہمارا ایک بندہ ہے اس کو یہ ہماری مایہ اور دولت سپرد کرکے آؤ مجدد صاحب کی تربیت کے لیے اور ان کو اپنا مجاز بنانے کے لیے تشریف لائے۔ دلی میں قیام فرمایا۔

اکبر کے دور حکومت کا مختصر حال اکبر کا دور حکومت تھا اور اکبر نے دین کو مسخ کردیا تھا۔ اور دین میں تبدیلی پیدا کردی تھی۔ جو اکبر کی ہاں میں ہاں ملاتا تھا اس کے لیے ہر سہولت ہوتی تھی۔ اور بہت کچھ انعام واکرام تھے۔ اور جو اس کے نظریے کی مخالفت کرتا تھا اس کے لیے قید خانہ تھا۔ حضرت خواجہ باقی باللہؒ اکبر کی مخالفت

کرتے تھے۔ کہ جو کچھ یہ کر رہا ہے غلط کر رہا ہے۔

خواجہ باقی باللہؒ کا فقر و فاقہ یہ انتہائی فقر و فاقے میں رہتے تھے۔ کوئی ان کا پرسان حال نہ تھا۔ قطب روڈ پر جو درگاہ ہے اس میں قبرستان تھا وہاں ان کا قیام رہتا تھا۔ خدا کی شان خدا کی قدرت مہمان بھی ان کے یہاں بہت ہوتے تھے۔ جہاں ان کا علاقہ تھا وہیں سے لوگوں کی آمد شروع ہو گئی۔

نان بائی کا واقعہ ایک دن کثرت سے مہمان آئے۔ حضرت جی ان کو دیکھ کر بہت رنجیدہ ہوے کہ یہاں تو فاقوں میں زندگی گزار ہی رہے ہیں۔ بے چارے مہمان کہاں سے آئے ہیں۔ کھانا بھی ان کو ملایا نہیں۔ حضرت کو بہت قلق ہوا۔ ایک نان بائی روزانہ پانچ سات روپے کا کھانا بناتا تھا اور دس پندرہ کا وہ بک جاتا تھا۔ اور اس کی نہاری کھانے کے لیے لوگوں کی لائن لگی رہتی تھی۔ اس کو یہ خبر تھی کہ حضرت کے یہاں تو تین دن سے چولھا گرم نہیں ہوا۔ چولہا گرم ہوتا تو دھویں سے پتہ چلتا۔ اور مہمان اتنے آگئے۔ اس نے سوچا کہ کمائی تو روز کرتا ہوں۔ آج تو یہ کھانا (نہاری) حضرت جی کے یہاں پہنچادوں۔ اپنے سر پر نہاری کا پتیلا رکھا۔ اور لڑکے کو روٹی کا ٹوکرا دیا۔ اور جا کر پیش کر دیا کہ جی مہمانوں کے لیے کھانا لے کر آیا ہوں۔ بہت خوش ہوے۔ مہمانوں کو کھانا کھلایا۔ اور پھر

نان بائی کو بلایا۔ اور اس سے فرمایا: مانگ کیا مانگتا ہے؟ تو نے آج کی خدمت سے میرا دل خوش کر دیا۔ اس نے کہا: جو مانگوں گا دو گے بھی؟ فرمایا: جو مانگے گا وہی ملے گا۔ نان بائی نے حضرت جی سے تین مرتبہ کہلوایا۔ یہ سمجھ رہے تھے کہ تعویذ لے گا کہ جی دکان اچھی چل جائے۔ اور ایک دکان اور کھول لوں۔ مگر اس نے کہا: حضرت جی! مجھے اپنے جیسا بنا دو۔ اور کوئی تمنا نہیں۔ حضرت جی نے فرمایا: جا بھائی تو نے بھی کیا مانگا۔ میرا حال تو دیکھ ہی رہا ہے۔ تین تین دن تک کھانے کو نہیں ملتا۔ بچے بھی ٹکڑے کو ترستے ہیں۔ اس نے کہا: ہو تو چاہے کچھ بھی مگر سکون اسی میں ہے۔

فقیری میں بادشاہی کا لطف اگر کسی کو کوئی پریشانی ہو اور وہ آپ کے دربار عالی میں قدم رکھ دے تو اس کو ایسا سکون حاصل ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ دل کے اوپر کسی نے برف چھڑک دیا ہو۔ اور کوئی پریشانی اس کو نہ ہو۔

مجدّد صاحب کی درگاہ کا سکون حضرت اقدس مجدد الف ثانی کی درگاہ عالی کا بھی یہی حال ہے۔ کوئی پریشانی اور غم و فکر ہو جیسے ہی وہاں قدم رکھا ایسا معلوم ہوتا ہے گویا کوئی پریشانی ہے ہی نہیں۔

غم دور کرنے والی دعا اور پریشانی اور غم و فکر دور کرنے کا ایک نسخہ ایک حدیث پاک میں ارشاد فرمایا گیا ہے۔ حدیث یہ ہے:

وَمَا قَالَ عَبْدٌ اَصَابَهٗ هَمٌّ اَوْحُزْنٌ
جس شخص کو کوئی فکر یا غم پہنچے اور وہ یہ دعا پڑھے:

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ عَبْدُكَ وَابْنُ عَبْدِكَ وَابْنُ اَمَتِكَ نَاصِيَتِيْ بِيَدِكَ، مَاضٍ فِیَّ حُكْمُكَ، عَدْلٌ فِیَّ قَضَائُكَ، اَسْاَلُكَ بِكُلِّ اسْمٍ هُوَ لَكَ سَمَّيْتَ بِهٖ نَفْسَكَ، اَوْ اَنْزَلْتَهٗ فِیْ كِتَابِكَ اَوْعَلَّمْتَهٗ اَحَداً مِّنْ خَلْقِكَ، اَوِسْتَأْثَرْتَ بِهٖ فِیْ عِلْمِ الْغَيْبِ عِنْدَكَ، اَنْ تَجْعَلَ الْقُرْاٰنَ الْعَظِيْمَ رَبِيْعَ قَلْبِیْ وَنُوْرَ بَصَرِیْ، وَجِلَاءَ حُزْنِیْ، وَذَهَابَ هَمِّیْ. (۲۰۰)

اے اللہ میں خود تیرا بندہ ہوں۔ اور تیرے بندے کا بیٹا ہوں۔اور تیری باندی کی اولاد ہوں۔ میری پیشانی کے بال تیرے ہاتھ میں ہیں۔ میرے حق میں جو بھی فیصلہ ہو وہ نافذ ہونے والا ہے۔اور تیرا جو حکم ہے وہ انصاف ہی انصاف ہے۔اور میں تیرے ہر اس نام کے وسیلے سے تجھ سے سوال کرتا ہوں جو تو نے خود اپنی ذات پاک کا مقرر فرمایا ہے۔یا اپنی کتاب میں اس کو اتارا ہے یا اپنی مخلوق میں (بذریعہ الہام) جس کو بھی تو نے بتایا ہے۔یا خاص اپنے ہی علم غیب میں اس کو پوشیدہ رکھا ہے کہ تو قرآن عظیم کو میرے دل کی بہار میری آنکھوں کا نور، میرے غم کا دور کرنے والا،اور میرے فکر کے دور کرنے کا سبب بنادے۔ آگے حدیث پاک میں ہے:

(۲۰۰) حصن حصین ص۱۴۶

اِلَّا اَذْهَبَ اللّٰهُ هَمَّهٗ وَاَبْدَلَ مَكَانَ حُزْنِهٖ فَرَحًا

تو حق تعالیٰ اس کا غم دور فرمادیں گے اور غم کی جگہ خوشی عطا فرمائیں گے۔

خواجہ باقی باللہؒ کی توجہ اتحادی

تو اس نان بائی نے کہا: حضرت جی ٹکڑا ملتا ہو یا نہ ملتا ہو لیکن تمنا یہی ہے۔ حضرت جی نے بھی اقرار کر لیا تھا۔ حجرے میں لے گئے۔ دروازہ بند کر لیا۔ آدھے گھنٹہ دروازہ بند رہا۔ آدھے گھنٹہ کے بعد میں دروازہ جو کھولا تو ایک حضرت کے دو حضرت ہو گئے تھے۔ وہ نان بائی جو ابھی کچھ دیر پہلے نان پکانے والا تھا۔ ہاتھوں کے اُوپر آٹا لگا ہوا تھا۔ کپڑے بھٹی کے دھوئیں میں میلے کچیلے ہو رہے تھے۔ لیکن خدا کی شان خدا کی قدرت کہ آدھے ہی گھنٹے میں وہ بالکل خواجہ باقی باللہ کے مثل ہو گیا۔ اپنی ہیئت میں بھی، اپنے مزاج میں بھی، اور اپنی شکل وصورت میں بھی، لوگ حیران ہیں کہ ایک حضرت کے دو حضرت کیسے بن گئے؟ البتہ اتنا فرق تھا کہ حضرت کے چہرے پر مسکراہٹ تھی اور نان بائی بالکل خاموش تھا۔ تین دن وہ اسی خاموشی کے حال میں زندہ رہا۔ اور چوتھے دن اسی حالت سُکر میں اس کا انتقال ہو گیا۔ حضرت کے مزار مبارک سے بائیں جانب احاطہ سے باہر اس نان بائی کی قبر ہے۔

توجّہ کی سب سے اعلا قسم صوفیائے کرام فرماتے ہیں کہ یہ توجہ کی سب سے اعلی قسم ہے۔ اس کو توجّہ اتحادی کہا جاتا ہے۔ جس کے اوپر توجّہ اتحادی پڑ گئی وہ بعینہ اس توجہ ڈالنے والے جیسا ہو جاتا ہے۔

اولیائے کرام کی توجّہ اتحادی جیسا کہ جن اشخاص نے حضرت اقدس شاہ عبد الرحیم صاحب رائے پوری نور اللہ مرقدہ کو دیکھا، انہوں نے آخر میں حضرت اقدس شاہ عبد القادرؒ صاحب رائے پوری کے بارے میں فیصلہ کیا کہ بعینہ شاہ عبد الرحیم صاحب جیسے ہو گئے تھے۔ سر مو کوئی فرق نہیں تھا۔ اور جن حضرات نے حضرت اقدس شاہ عبد القادر صاحب رائے پوری نور اللہ مرقدہ کو دیکھا وہ حضرت اقدس شاہ عبد العزیز صاحب رائے پوری کو دیکھتے تو کہتے کہ یہ تو بالکل حضرت کے مشابہ ہو گئے ہیں۔ یہ توجّہ اتحادی ہے۔ اور جن لوگوں نے حضرت مولانا محمد الیاسؒ صاحب کو دیکھا انہوں نے حضرت مولانا محمد یوسف صاحب کے بارے میں یہ فیصلہ کیا کہ وہ اپنے والد کے بالکل مشابہ ہو گئے تھے۔

توجّہ کی چار قسمیں ہیں توجہ کی صوفیائے کرام کے یہاں چار قسمیں ہیں۔ توجّہ انعکاسی۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ ایک شخص عطر لگا کر کسی مسجد میں آیا۔

جب تک کہ وہ مسجد میں بیٹھا ہوا ہے تو اس کے عطر کی خوشبو دوسرے اشخاص بھی سونگھتے رہتے ہیں۔ وہ اٹھ کر چلا گیا تو اس کے ساتھ ساتھ اس کی خوشبو بھی چلی گئی۔ اسی طرح ایک کے قلب کا دوسرے کے قلب پر عکس پڑتا ہے۔ جب تک کہ مرید شیخ کی مجلس میں بیٹھا ہوا ہے۔ تو دنیا سے بے رغبتی اور آخرت کی محبت دل میں پیدا ہوتی ہے۔ اور وہاں سے اٹھ کر آئے پھر وہی دنیا دل کے اندر سما گئی۔

توجّہ کی دوسری قسم ہے: توجّہ اصلاحی

تیسری قسم ہے اصطناعی

اور چوتھی قسم ہے اتّحادی یہ سب سے اعلیٰ ہے۔ لیکن اس وقت میں اس کا نہ کوئی تحمل کرنے والا ہے۔ اور نہ کوئی یہ توجہ ڈالنے والا ہے۔

حضرت اقدس شاہ عبدالعزیز صاحب دھلوی نور اللہ مرقدہ سورۂ اقرأ کی تفسیر میں فرماتے ہیں۔ جناب رسول اللہ ﷺ کی خدمت عالیہ میں سب سے پہلے جبرئیل امین جب تشریف لائے۔ تو بخاری شریف کی دوسری روایت ہے:

اَوَّلُ مَابُدِءَ بِی مِنَ الْوَحْیِ الرُّ ؤیَاءُ الصَّادِقَۃُ فِی النَّومِ وَکَانَ لَا یَریٰ رُؤیاً اِلاَّ جَاءَتْ مِثْلَ فَلَقِ الصُّبْحِ حَتّٰی حُبِّبَ اِلَیْہِ الْخَلَاءُ.

وحی کی ابتدائی کیفیت سب سے پہلے وحی کی جو ابتدا ہوئی وہ یہ تھی کہ سچے خواب نظر آنے شروع ہوے۔ رات کو خواب دیکھتے تھے صبح کو اس کی تعبیر ہو بہو پوری ہو جاتی تھی۔ پھر رسول پاک علیہ الصلاۃ والسلام کے قلب عالی کے اندر تنہائی کی محبت اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمادی۔ اور مجمعوں سے آپ کو وحشت ہونے لگی۔ اور تنہائی میں غار حرا میں جاکر عبادت فرمانے لگے۔

نبوّت سے پہلے کی عبادت سوال پیدا ہوتا ہے کہ نبوّت سے پہلے جناب رسول اللہ ﷺ عبادت کس طریقے سے کیا کرتے تھے؟ اس میں علما کے تین قول ہیں۔

ایک قول یہ ہے کہ اس وقت کی عبادت کرنا فکر تھا۔ اور اللہ اسمہ کی قدرت کی نشانیوں میں غور کرنا تھا۔

غور و فکر کرنے کی فضیلت اسی لیے صوفیائے کرام نے تحریر فرمایا: فِكْرُ سَاعَةٍ خَيْرٌ مِّنْ عِبَادَةِ سَبْعِيْنَ سَنَةً

اللہ کی قدرت کاملہ کی نشانیوں میں ایک گھڑی کا فکر اور سوچنا یہ ستّر سال کی نفلی عبادت سے بہتر ہے۔ اس سے خداوند قدوس کی وہ محبت پیدا ہوتی ہے جو ستّر سال کی نفلی عبادت سے نہیں ہوتی۔

---

(۲۰۱) حسن بصریؒ سے بھی منقول ہے تفکر ساعة خير من قيام ليلة اللہ کی نشانیوں میں تھوڑا سا غور فکر رات میں قیام کرنے سے بہتر ہے۔

رسول اکرم ﷺ جب تہجد کی نماز کے لیے اٹھتے تھے تو وضو فرمانے سے پہلے، اپنی ضروریات سے فارغ ہونے سے پہلے آسمان کی طرف نظر فرماتے۔ اور یہ دعا پڑھتے تھے:

اَللّٰهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ اَنْتَ قَيِّمُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَنْ فِيْهِنَّ، وَلَكَ الْحَمْدُ اَنْتَ مَلِكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَنْ فِيْهِنَّ وَلَكَ الْحَمْدُ اَنْت نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَنْ فِيْهِنَّ، وَلَكَ الْحَمْدُ اَنْتَ الْحَقُّ، وَوَعْدُكَ حَقٌّ، وَلِقَائُكَ حَقٌّ، وَقَوْلُكَ حَقٌّ، وَالْجَنَّةُ حَقٌّ وَالنَّارُ حَقٌّ، وَالنَّبِيُّوْنَ حَقٌّ، وَسَيِّدُنَا مُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَقٌّ، وَالسَّاعَةُ حَقٌّ، اللّٰهُمَّ لَكَ اَسْلَمْتُ وَبِكَ اٰمَنْتُ، وَعَلَيْكَ تَوَكَّلْتُ، وَبِكَ خَاصَمْتُ، وَاِلَيْكَ حَاكَمْتُ، فَاغْفِرْلِىْ مَاقَدَّمْتُ وَمَا اَخَّرْتُ، وَمَا اَسْرَرْتُ، وَمَا اَعْلَنْتُ، وَمَا اَنْتَ اَعْلَمُ بِهٖ مِنِّىْ، اَنْتَ الْمُقَدِّمُ، وَاَنْتَ الْمُؤَخِّرُ، وَاَنْتَ عَلٰى كُلِّ شَيْئٍ قَدِيْرٌ.

عربی احادیث سنانے کا مقصد آپ یہ سوچتے ہوں گے کہ ہمارے تو کچھ سمجھ میں آتا نہیں، یہ تو تراویح میں قرآن کی طرح عربی کی حدیث سناتا چلا جاتا ہے۔ کوئی مسئلہ بیان کرے تو کچھ سمجھ میں آئے، مگر میں جو احادیث کے الفاظ اور دعائیں سناتا ہوں اس کا بھی

ایک مقصد ہے۔

یمن کے معروف عالم قاضی شوکانی نے ایک کتاب لکھی، اور اس کے اندر جو احادیث غلط ہیں ان کے بارے میں لکھا کہ فلاں فلاں احادیث غلط ہیں۔ لوگوں کو بڑی حیرت ہوئی۔

شیخ عبدالعزیز دبّاغ کی احادیث کی پرکھ

ایک بڑے زبردست عالم اپنے پیر شیخ عبدالعزیز دباغ جو گیارہویں صدی کے غوث اور قطب الاقطاب تھے ان کی خدمت میں وہ کتاب لے کر حاضر ہوے۔ اور یہ کہا: حضرت! انہوں نے ساری ہی احادیث کو غلط بتلا دیا۔ شیخ عبدالعزیز اپنا کمبل اوڑھے ہوے بیٹھے تھے۔ اس میں اپنا منہ بھی ڈھک لیا۔ اور فرمایا: کون سی حدیث؟ وہ عالم حدیث پڑھتے جاتے اور شیخ فرماتے جاتے کہ یہ تو واقعی غلط ہے۔ اور یہ صحیح ہے۔ مگر اس کو انہوں نے کیوں موضوع بتلادیا؟ ان عالم صاحب کو بڑی حیرت ہوئی کہ یہ تو امّی مطلق ہیں۔ اور حدیث کی پرکھ (صحیح و ضعیف کو متعین کرنے کا فن) تو بہت بعد میں ہوتی ہے۔ بڑے بڑے محدث بھی حدیث کے بارے میں اتنی جلدی یہ فیصلہ نہیں کر سکتے۔ اس لیے کہ صحیح کو غلط کہنا یہ بھی جرم ہے، اور غلط کو صحیح کہنا یہ بھی جرم ہے اصولی اعتبار سے احادیث کی چونسٹھ قسمیں ہیں ان میں صحیح اور موضوع کے متعلق فیصلہ کرنا بہت ہی اہم اور ذمہ داری کی بات ہے۔

حدیث نبوی کا نور تو ان عالم صاحب نے پوچھا۔ آپ کیسے فیصلہ کر دیتے ہیں؟ تب فرمایا: یہ الفاظ رسول پاک علیہ الصلاۃ والسلام کی زبانِ مبارک سے نکلے ہیں جب تم وہ الفاظ پڑھتے ہو تو تمہارے منہ سے لے کر آسمان تک نور ہی نور ہو جاتا ہے۔ اس نور کی وجہ سے میں فیصلہ کر لیتا ہوں کہ یہ رسول پاک علیہ الصلاۃ والسلام کا ارشاد گرامی ہے۔ میں تو ان پڑھ ہوں۔ لیکن اس نورانیت کی وجہ سے تمیز ہو جاتی ہے۔ اور جو رسول پاک علیہ الصلاۃ والسلام کا ارشاد گرامی نہیں ہوتا اس میں وہ نور نہیں ہوتا۔

تو بھائی نبی اکرم ﷺ کے ارشاد گرامی کے سننے اور سنانے سے نور برستا ہے۔ اس بنا پر میں لمبی لمبی احادیث سنا دیتا ہوں۔ اگرچہ آپ عربی نہ سمجھتے ہوں۔

اور پھر آپ ﷺ سورۂ آل عمران کا آخری رکوع پڑھتے تھے۔ جس کے بارے میں حدیث پاک میں ہے کہ کم بختی ہے اس شخص کے لیے جس نے یہ آیتیں پڑھیں۔ اور ان کے معانی کے اندر غور نہیں کیا۔(۲۰۲)

آل عمران کے آخری رکوع کی فضیلت حدیث پاک میں ہے کہ جو شخص یہ آیتیں رات کو ایک دفعہ پڑھ لے گا ساری رات کی عبادت کا اجر و ثواب اس کے اعمال نامے میں درج ہو جائے گا۔

---

(۲۰۲) ابن کثیر ج ۱ ص ۵۴۳

اور جو صبح کو پڑھ لے گا سارے دن کی عبادت کا اجر و ثواب اس کے اعمال نامے میں لکھا جائے گا۔ (۲۰۳)

ایک روایت میں آتا ہے کہ ایک مرتبہ کچھ صحابہؓ حضرت عائشہ صدیقہؓ کی خدمت عالیہ میں حاضر ہوئے۔ اور آکر عرض کیا: اے ہماری ماں! آپ ہمیں رسول پاک علیہ الصلاۃ والسلام کا کوئی عجیب واقعہ سنائیے۔ حضرت عائشہؓ اپنے حجرے میں تشریف فرما ہیں۔ اور ٹاٹ کا پردہ پڑا ہوا ہے۔ آنے والے صحابہ باہر بیٹھے ہوئے ہیں۔ سیدہ عائشہؓ رو پڑیں۔ اور ایسی روئیں کہ ہچکی بندھ گئی۔ اور رونے کی آواز پس پردہ باہر آنے لگی۔ یہ صحابہ اپنے دل میں سوچنے لگے کہ نہ معلوم کیا بات پیش آئی؟ ہمارے سوال سے کوئی تکلیف پہنچی، یا ہمارے آنے سے کوئی رنج ہوا؟ حضرت عائشہؓ کو کچھ دیر میں افاقہ ہوا تو فرمایا کہ میرے محبوب کی تو ہر بات ہی عجیب تھی میں کون کون سی بات تمہیں سناؤں؟ تم نے عجیب بات کا سوال کر کے مجھے رلا دیا۔ مجھے تو اپنے حبیب ﷺ کی ساری باتیں یاد آگئیں۔ ان کی تو ساری زندگی ہی عجیب تر تھی۔

عبادت نبوی کا عجیب واقعہ اور پھر فرمایا: ایک مرتبہ رسول پاک علیہ الصلاۃ والسلام میری باری میں میرے یہاں تشریف لائے۔ اور بستر مبارک میں میرے اتنے قریب تھے، کہ میں جسم

(۲۰۳) ابن کثیر ج ا ص

مبارک کی گرمی محسوس کر رہی تھی تھوڑا وقت گزرا تو ارشاد فرمایا: اے عائشہ! کیا تو مجھے اجازت دیتی ہے کہ میں اپنے رب کریم کی عبادت کروں؟

حضرت عائشہؓ کی فراست

حضرت عائشہؓ نے عرض کیا: اے اللہ کے نبی! یہ بھی جی نہیں چاہتا کہ جناب والا میرے پاس سے اٹھیں۔ اور یہ بھی جی نہیں چاہتا کہ جناب والا اپنے رب کریم کی عبادت نہ کریں۔ میری طرف سے اجازت ہے جو بھی آپ کی رائے عالی ہو وہی میری رائے ہے۔ میں تو آپ کی مرضی میں فنا ہو چکی ہوں۔ آپ کی رائے میری رائے ہے۔ یہ سن کر رسول پاک علیہ الصلاۃ والسلام اٹھے۔ اور اپنی ضروریات سے فارغ ہو کر وضو فرمایا۔ اور نماز کی نیت باندھ لی۔

جناب رسول اللہ ﷺ کے آنسو

نماز شروع کی اور ساتھ ہی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔ یہاں تک کہ ریش مبارک تر ہو گئی۔ اور کُرتا بھی سارا بھیگ گیا۔ اس کے بعد سجدے میں اس قدر روئے کہ جس جگہ پر نماز پڑھ رہے تھے وہ جگہ بھی تر بتر ہو گئی۔ ساری رات اسی طریقے سے اللہ عزاسمہ کے آگے آنسو بہاتے رہے۔ یہاں تک کہ فجر کی اذان ہو گئی۔ فجر کی اذان کے بعد فجر کی مختصر سنتیں ادا فرمائیں۔

فجر کی سنّتوں کی مسنون قراءت عام طور سے پہلی رکعت میں قُلْ یَآ اَیُّھَا الْکَافِرُوْنَ اور دوسری رکعت میں قُلْ ھُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ پڑھنے کا معمول تھا۔(۲۰۴) اور پھر بستر مبارک پر آکر لیٹ گئے۔اس وقت تک پردے کا حکم نازل نہیں ہوا تھا۔

نماز فجر کا وقت مسنون جب خوب روشنی پھیل گئی حضرت بلالؓ نماز کے وقت کی اطلاع کرنے کے لیے حاضر ہوئے۔اور فجر کی نماز چاندنے میں پڑھنا مسنون ہے۔جیسا کہ حدیث پاک میں ارشاد فرمایا گیا ہے:

اَسْفِرُوْا بِالْفُجرِ فَاِنَّہٗ اَعْظَمُ لِلْاَجْرِ (۲۰۵)

چاندنے (روشنی) میں نماز فجر ادا کیا کرو کیوں کہ اس میں زیادہ آدمی شریک ہو سکیں گے اور جتنے زیادہ آدمی شریک ہوں گے ثواب بڑھ جائے گا۔مگر اتنا چاندنا نہ ہو کہ سورج نکل آئے۔

غرض یہ کہ حضرت بلالؓ کھنکار کر حجرے میں حاضر ہوئے۔دیکھا تو آنکھوں سے آنسو بہہ رہے ہیں۔اور زیادہ غور کیا تو دیکھا کہ داڑھی مبارک بھی تر ہے۔اور کُرتا بالکل بھیگ رہا ہے۔جب اس جگہ پر نظر پڑی جہاں نماز ادا فرمایا کرتے تھے تو دیکھا کہ وہ جگہ بھی بالکل تربتر ہے۔تب حضرت بلالؓ نے عرض کیا: اے اللہ

---

(۲۰۴) ترمذی ج ا ص ۹۵
(۲۰۵) ترمذی ج ا ص ۴۰

کے نبی! حق تعالیٰ نے تو آپ کے سارے کے سارے اگلے پچھلے گناہ معاف فرما دیے پھر جناب والا اتنی محنت کیوں اٹھاتے ہیں؟

تب ارشاد فرمایا: اَفَلَا اَكُوْنَ عَبْدًا شَكُوْرًا.

اے بلال! کیا میں اپنے رب کریم کا شکر گزار بندہ نہ بنوں۔

پھر فرمایا: اے بلال! میں کیوں نہ روؤں آج کی رات اللہ تعالیٰ نے میرے اوپر یہ دس آیتیں نازل فرمائیں۔ ہلاکت اور کم بختی ہے اس شخص کے لیے جس نے یہ دس آیتیں پڑھیں۔ اور ان کے معانی اور مفہوم میں غور نہیں کیا۔ (۲۰۶)

غرض یہ کہ رسول پاک علیہ الصلاۃ والسلام غور و فکر فرماتے تھے۔ اور غارِ حرا میں جا کر اسی میں مشغول رہتے تھے۔

دوسرا قول یہ ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جو احکام فرض ہونے والے تھے آپ کے قلب عالی پر اللہ نے وہ القا فرما دیے تھے۔ اور آپ نے اسی طریقے سے عبادت شروع فرما دی تھی۔

تیسرا قول یہ ہے کہ رسول پاک علیہ الصلاۃ والسلام کے مبارک زمانے میں حضرت ابراہیمؑ کی مشروع عبادتیں یعنی ملت ابراہیمی کے احکام جو کچھ آپ نے سنے تھے اسی طریقے سے آپ غارِ حرا میں عبادت میں مشغول ہوئے۔

---

(۲۰۶) ابن کثیر ج ا ص ۵۴۳

غرض یہ کہ بعض مرتبہ ایک ایک مہینہ اسی غار میں عبادت میں مشغول رہتے تھے۔ اور کھانے پینے کا ایسا سامان لے جاتے تھے جو جلدی خراب نہ ہو سکے۔ اور اسی پر قناعت فرماتے تھے۔

ابتداء وحی اور سبز رومال کی پیشی ایک مرتبہ جب کہ عمر مبارک چالیس سال کی ہو گئی تو جبرئیل امین تشریف لائے۔ اور محدث سہیلی نے روض الانف کے اندر حدیث نقل کی ہے کہ ریشم کا ایک سبز رومال سامنے پیش کیا۔ اور فرمایا: اِقْرَاْ۔ اور رومال کے اوپر کچھ لکھا ہوا تھا۔ آپؐ نے فرمایا: مَا اَنَا بِقَارِیٍٔ۔ میں پڑھا ہوا نہیں ہوں۔ میں حروف نہیں پہچانتا۔ حضرت جبرئیل نے رسول پاک علیہ الصلاۃ والسلام کو سینے سے چمٹا کر زور سے دبایا۔ اور تین مرتبہ دبایا۔ اور آپ ہر بار یہی فرماتے رہے میں پڑھا ہوا نہیں ہوں۔

حضرت جبرئیل کی توجہ اتحادی حضرت اقدس مسند ہند شاہ عبدالعزیز صاحب محدّث دہلوی نوّر اللہ مرقدہ تحریر فرماتے ہیں یہ توجہ اتحادی ہے۔ رسول پاک علیہ الصلاۃ والسلام کو جو بار بار دبایا اس کی حقیقت یہ تھی کہ آپ کے قلب عالی پر جو حضرت جبرئیل نے توجہ ڈالی وہ اس لیے تھی تاکہ ملکوتی صفات آپ کے قلب عالی کے اندر پیدا ہو جائیں۔ اور پھر حضرت جبرئیل امین نے عرض کیا:

اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ

عَلَقٍ،

اپنے ربّ کریم کے نام نامی سے پڑھیے جس ذات عالی نے آپ کو پیدا کیا۔ جو عدم سے وجود عطا فرما سکتے ہیں وہ ان پڑھ کو پڑھا بھی سکتے ہیں۔ اور اشرف مخلوق جس کے لیے ساری کائنات پیدا فرمائی یعنی انسان اس کو خون کے لوتھڑے سے بنایا۔ یہ پانچ آیتیں نازل ہوئیں۔ پھر رسول پاک علیہ الصلاۃ والسلام نے وہ پانچ آیتیں پڑھ لیں۔

مجھے کمبل اڑھادو اور حضرتِ خدیجہؓ کے یہاں اپنے مکان پر تشریف لائے۔ اور ارشاد فرمایا:

زَمِّلُوْنِیْ زَمِّلُوْنِیْ لَقَدْ خَشِیْتُ عَلٰی نَفْسِیْ

مجھے کمبل اڑھادو۔ مجھے تو اپنی جان کا اندیشہ ہے۔

حضرت خدیجہؓ کی زبانی اخلاق نبی کا بیان ام المومنین سیدہ خدیجہؓ کو بڑی سمجھ عطا ہوئی تھی۔ انہوں نے تسلی دی کہ آپ ہرگز فکر نہ کریں اللہ آپ کو ضائع نہیں کرے گا۔ آپ کے اندر تو حق تعالیٰ نے بڑے مکارم اخلاق رکھے ہیں۔ آپ غریبوں کے ساتھ ہمدردی فرمانے والے ہیں۔ بھوکوں کو کھانا کھلانے والے ہیں۔ مسافر کو اپنے یہاں ٹھہرانے والے ہیں۔ جب رسول پاک علیہ الصلاۃ والسلام کے جسم مبارک میں گرمائی آئی تو وہ جو خوف محسوس

ہوا تھا وہ کم ہوا۔

پہلی وحی کے وقت خوف کی وجہ اگر سوال ہوگا کہ یہ خوف کیوں ہوا؟ کیا جبرئیل امین کے دیکھنے سے ڈر گئے؟ یا حضرت جبرئیل امین کے دبانے سے خوف زدہ ہو گئے؟

خوف کے متعلق صوفیا کی توجیہ صوفیائے کرام فرماتے ہیں کہ جبرئیل امین نے جو یہ پیغام پہنچایا تھا کہ خدا تعالیٰ نے آپؐ کو نبی بنا دیا ہے اس وقت میں رسول پاک علیہ الصلاۃ والسلام کو یہ پریشانی لاحق ہوئی کہ میں اس کا تحمل کر سکوں گا یا نہیں؟ منصب نبوت کا جو فریضہ ہے اس منصب کی ذمہ داری پوری ہو سکے گی یا نہیں؟اس کی فکر تھی۔

مولانا الیاسؒ کا خواب اور فکر حضرت اقدس مولانا محمد الیاس صاحب نور اللہ مرقدہ مولانا خلیل احمد صاحب نور اللہ مرقدہ کے بعد جب حج کے لیے تشریف لے گئے۔ اور خیال یہ تھا کہ مدینہ طیبہ میں قیام فرمائیں گے۔ ایک مرتبہ مواجہہ شریف میں بیٹھے ہوئے مراقبہ کر رہے تھے۔ وہاں سے حکم ہوا مولوی الیاس! ہندستان چلے جاؤ تم سے کچھ کام لینا ہے۔ مولانا الیاس صاحب کا یہ سننا تھا کہ بے قرار ہو گئے کہ میں تو کسی بھی کام کا نہیں۔ مجھ سے تو اپنا بستر بھی نہیں اٹھایا جاتا۔ مدینہ پاک کے بڑے بڑے علما اور اولیا

سے دریافت کیا مگر کسی نے کچھ نہیں بتایا۔ حضرتِ شیخ الاسلام حضرت مدنی کے بڑے بھائی حضرت مولانا سید احمد صاحب جو حضرت گنگوہی کے خلفا میں سے ہیں ان سے بھی اس کا تذکرہ کیا۔ انہوں نے کہا کہ تمہارے لیے اس میں گھبرانے کی کیا بات ہے؟ کام لینے والے تو وہ ہیں۔ تمہیں یہ تو نہیں کہا کہ تمہیں کام کرنا ہے یہ کہا ہے کہ تم سے کام لینا ہے۔ تم اپنی کمزوری کو کیوں دیکھتے ہو؟ کام لینے والے قادر مطلق ہیں وہ جس سے چاہیں کام لے لیں۔ اس وقت حضرت مولانا محمد الیاسؒ صاحب کو تسلی ہوئی۔

تو صوفیائے کرام ارشاد فرماتے ہیں کہ رسول پاک علیہ الصلاۃ والسلام کو اس وقت جو پریشانی تھی وہ اس بنا پر تھی کہ پورے عرب کی جو حالت ہے وہ سامنے ہے۔ میں کس طریقے سے نبوت کے فریضے کو ان حالات میں نباہ سکوں گا۔ اور انجام دے سکوں گا۔

حضرت خدیجہؓ رسول پاک علیہ الصلاۃ السلام کو اپنے چچازاد بھائی ورقہ بن نوفل کے پاس لے کر گئیں۔ یہ بڑی عمر کے شخص تھے نابینا ہو چکے تھے۔ عبرانی زبان کے بڑے ماہر تھے۔ توریت جو عبرانی زبان میں تھی اس کا عربی میں ترجمہ کیا کرتے تھے۔ ان کے پاس جا کر حضرت خدیجہؓ نے کہا: اے میرے چچازاد بھائی! اپنے بھتیجے کی باتیں سنو۔ انہوں نے کیا دیکھا ہے؟ ورقہ نے توجہ کی، رسول اکرم ﷺ نے سارا قصہ سنایا۔

ورقہ بن نوفل کی پیشین گوئی انہوں نے واقعہ سن کر ٹھنڈا سانس لیا اور کہا: کاش میں اس وقت زندہ رہتا جب کہ تمہاری قوم تمہیں یہاں سے نکال دے گی۔ فرمایا: میری قوم مجھے نکال دیگی؟ انہوں نے کہا: ہاں! یہ نبوت ایسی ہی چیز ہے۔ اور جو بھی منصب نبوت لے کر آیا اس کے ساتھ اس کی قوم نے یہی معاملہ کیا ہے۔ اور اگر میں زندہ رہا تو میں آپ کی بھرپور مدد کروں گا۔ اور آپ کا پورا پورا ساتھ دوں گا۔ اور یہ بھی فرمایا کہ یہ وہی فرشتہ ہے جو موسیٰ علیہ السلام کے اوپر وحی لے کر نازل ہو چکا ہے۔

سلسلہ وحی کا انقطاع رسول پاک علیہ الصلاۃ والسلام پر اس کے بعد چھ ماہ تک وحی کا سلسلہ بند رہا۔ رسول اکرم ﷺ کو خیالات آنے شروع ہوئے کہ یا تو منصب نبوت مجھے مرحمت کیا گیا تھا مگر اس کے بعد کوئی خیر خبر نہیں لی گئی۔ اور ان جیسے خیالات سے آپ پریشان ہوتے تھے۔ اور پھر وہیں غار حرا میں چلے جاتے تھے۔

انقطاع وحی کے زمانے کا حال اور کبھی دیکھتے تھے کہ آسمان سے ایک تخت اترتا ہوا آرہا ہے۔ اور اس کے اوپر نہایت حسین وجمیل شکل میں ایک مرصع تاج سر پر رکھے ہوئے حضرت جبرئیل تشریف فرما ہیں۔ ایک مرتبہ وہ تخت بالکل قریب آگیا تو رسول اکرم ﷺ کو پھر خوف محسوس ہوا۔ اور مکان پر آکر کمبل اوڑھ کر

لیٹ گئے۔

انقطاع کے بعد سب سے پہلی وحی جبرئیل امین وہیں تشریف لائے۔اور یہ آیات سنائیں:

یَآ یُّھَا الْمُدَّثِّرُ قُمْ فَاَنْذِرْ وَرَبَّکَ فَکَبِّرْ وَثِیَابَکَ فَطَھِّرْ، وَالرُّجْزَ فَاھْجُرْ وَلَا تَمْنُنْ تَسْتَکْثِرُ وَلِرَبِّکَ فَاصْبِرْ.

یہ پانچ آیتیں سورۂ مدّثر کی دوسرے نمبر پر نازل ہوئیں۔ اے کمبل اوڑھنے والے! اٹھیے۔ آپ کا یہ کام نہیں کہ کمبل اوڑھ کر لیٹ جائیں۔ آپ اللہ کی مخلوق کو ڈرائیں۔اور اپنے رب کریم کی بڑائی بیان کریں۔ اور اپنے کپڑوں کو پاکیزہ رکھیں۔ اور بتوں کی گندگی سے علاحدہ رہیں۔اور کسی کے ساتھ اس ارادے اور نیت سے احسان نہ کریں کہ وہ تمہارے اوپر پلٹ کر زیادہ احسان کرے۔

نوتے کا طریقہ اور اس کا حکم جیسا کہ نوتے کا طریقہ ہے کہ اگر کسی نے پچاس دیے ہیں تو کم از کم پچھتر تو دے گا ہی۔اور اگر پچھتر نہ دیے تو اتنا تو دے گا ہی جو بہی میں لکھا ہے۔یہ ناجائز ہے۔ وَلَا تَمْنُنْ تَسْتَکْثِرُ میں اس کو منع فرمایا ہے۔اور آگے فرمایا: وَلِرَبِّکَ فَاصْبِرْ اور اپنے رب کریم کے لیے صبر کریں۔ اگر طبیعت کے خلاف کوئی بات پیش آئے۔ تو رنجیدہ نہ ہوں۔ بلکہ

اس کو قضائے الٰہی سمجھ کر صبر کریں۔

بہر کیف! وہ روایت جو میں بیان کر رہا تھا۔ وہ تو رہ گئی۔ میں تو سوچ رہا تھا کہ اس کو پورا کر دوں مگر بھائی بات تو ہماری کبھی پوری ہوتی ہی نہیں۔

اس سے پہلی آیت شریفہ کے اندر گزر چکا ہے کہ اللہ عزاسمہ نے اس خاکی مخلوق کو ایسا نوازا اور ایسا شرف مرحمت فرمایا کہ دو مخلوق اس وقت اور بھی موجود تھیں ایک ناری مخلوق تھی (یعنی جناتؒ) اور ایک نوری مخلوق تھی (یعنی فرشتے) لیکن اس مالک الملک اور قادر مطلق نے انسان کی پیدائش سے پہلے فرشتوں اور جنّات (جو فرشتوں میں ملے جلے رہتے تھے ان) کے سامنے تذکرہ فرمایا۔ اِنِّي جَاعِلٌ فِي الْاَرْضِ خَلِيْفَةً، میں روئے زمین میں اپنا ایک نائب بنانے والا ہوں، جو میرے احکام کو دنیا کے اندر نافذ کرے۔ اور میرے احکام کے مطابق زندگی گزارے۔ اور اتنا ہی نہیں کہ ان کی پیدائش کا تذکرہ فرمادیا گیا بلکہ اس خاکی مخلوق کے شرف اور بڑائی کو حق تعالی نے مختلف طریقے سے ظاہر فرمایا۔

سیدنا آدم علی نبینا و علیہ الصلاۃ والسلام کو حق تعالی نے علم مرحمت فرمایا: اور نبوت کے بعد سب سے بڑا درجہ علم کا ہے۔ اور انبیاء علیہم السلام کو حق تعالی نے جو علوم مرحمت فرمائے وہ آخرت کے متعلق ہیں۔ یعنی وہ آنکھوں سے نظر آنے والی چیزیں نہیں۔

بلکہ حق تبارک و تعالیٰ نے فرشتے کے ذریعہ ان چیزوں کا علم مرحمت فرمایا۔ اور جناب رسول اللہ ﷺ کو جملہ انبیاء سے جملہ علوم میں بڑھادیا۔ جیسا کہ شاعر نے کہا ہے:

فَاقَ النَّبِيِّيْنَ فِیْ خَلْقٍ وَفِیْ خُلُقٍ
وَلَمْ يُدَانُوْهُ فِیْ عِلْمٍ وَّلَا كَرَمٍ

جناب محمد ﷺ تمام انبیاء سے اپنے حسن و جمال اور اپنے اخلاق حمیدہ میں فوقیت لے گئے۔ اور کوئی بھی علم اور جود و سخا میں ان کے برابر اور ہم پلہ نہیں ہو سکا۔

حضرت حسّان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشاد فرمایا:

وَاَحْسَنَ مِنْكَ لَمْ تَرَ قَطُّ عَيْنِیْ
وَاَجْمَلَ مِنْكَ لَمْ تَلِدِ النِّسَاءُ
خُلِقْتَ مُبَرَّءً مِنْ كُلِّ عَيْبٍ
كَاَنَّكَ قَدْ خُلِقْتَ كَمَا تَشَاءُ

آپ سے زیادہ حسین میری آنکھ نے کبھی کسی کو نہیں دیکھا۔ اور میری آنکھ کیا دیکھتی آپ سے زیادہ حسن و جمال والی تو کسی عورت سے کوئی اولاد پیدا ہی نہیں ہوئی۔ آپ ہر عیب سے پاک اور بری پیدا کیے گئے ہیں۔ گویا آپ ویسے ہی پیدا کیے گئے ہیں جیسا کہ آپ چاہتے تھے۔

پیغمبرؐ کے مرض الوفات کا واقعہ

حدیث پاک میں آتا ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ کو بدھ

کے دن سے بیماری کے اندر اضافہ ہوا۔ اور بیماری نے بے انتہا شدت اختیار کرلی۔ لیکن اتوار کے روز کچھ تخفیف ہوئی۔ سیدنا ابو بکر صدیقؓ کا ایک مکان بالکل مسجد نبوی کے قریب تھا۔ جس کا دروازہ اور کھڑکی مسجد شریف کی طرف کھلی ہوئی تھی۔ اور ایک مکان عوالی مدینہ میں تھا۔ اور سیدنا ابو بکر صدیقؓ کی دو بیویاں تھی۔ ایک بیوی مسجد نبوی کے قریب والے مکان میں رہتی تھیں۔ اور دوسری بیوی صاحبہ عوالی مدینہ میں رہتی تھیں۔ پیر کے روز جناب رسول اللہ ﷺ کے جسم عالی میں قدرے قوت تھی۔ اور بہ نسبت پہلے تین دن کے افاقے کی حالت تھی سیدنا ابو بکر صدیق ان بیوی صاحبہ کے یہاں تشریف لے گئے جو عوالی مدینہ میں رہتی تھیں۔ حدیث پاک میں اس کی تفصیل ارشاد فرمائی گئی ہے۔

آپ ﷺ کا مسواک کو پسند فرمانا حضرت ابو بکرؓ کے بڑے صاحب زادے حضرت عبد الرحمانؓ فجر کی نماز سے فراغت کے بعد مسواک لیے ہوئے ام المومنین حضرت عائشہؓ کے حجرہ مبارکہ میں حاضر ہوئے۔ کیوں کہ حضرت عائشہؓ ان کی ہمشیرہ تھیں اس لیے کوئی پردہ نہ تھا۔ حضرت عائشہ کی ران پر رسول پاک علیہ الصلاۃ والسلام کا سر مبارک رکھا ہوا ہے، رسول پاک علیہ الصلاۃ والسلام نے بہت غور سے ان کو مسواک کرتے ہوئے دیکھا۔ اور کئی دفعہ

دیکھا۔ جسم عالی میں اس قدر ضُعف تھا کہ زبان مبارک سے کچھ ارشاد نہیں فرما سکتے تھے۔ حضرت عائشہؓ نے عرض کیا: کیا جناب والا بھی مسواک فرمانا چاہتے ہیں؟ آپؐ نے اشارہ فرمایا: اور کہا ہاں! حضرت عائشہؓ نے رسول پاک علیہ الصلاۃ والسلام کی وہ مسواک جو حجرہ مبارکہ ہی میں رکھی ہوئی تھی آپ کے دندان مبارک پر پھیرنا چاہی۔ مگر کئی وقت سے چوں کہ اس کا استعمال نہیں کیا گیا تھا اس لیے وہ قدرے سخت ہو گئی تھی۔ حضرت عائشہؓ نے پہلے اس کو اپنے دانتوں پر پھیرا جس سے وہ نرم ہو گئی۔ اور پھر وہ مسواک جناب رسول اللہ ﷺ کے دہن مبارک میں کی۔ رسول پاک علیہ الصلاۃ والسلام کے قریب لکڑی کے پیالے میں پانی رکھا ہوا تھا۔ آپؐ کبھی کبھی اس پانی میں اپنے ہاتھوں کو تر فرما کر اپنے چہرۂ مبارکہ کے اوپر پھیر لیتے تھے۔ اور زبان مبارک سے ارشاد فرماتے جاتے تھے:

لَا اِلٰهَ اِلاَّ اللّٰهُ اِنَّ لِلْمَوْتِ سَكَرَاتٌ

اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ موت کی بڑی سختیاں ہیں۔

حضرت تھانویؒ کا آخری حال حضرت تھانویؒ کی نزع کے وقت عجیب کیفیت تھی۔ چوراسی سال کی عمر تھی اور طویل عرصے سے بیمار تھے۔ مغرب کی نماز حضرت سے نہیں پڑھائی گئی۔ نماز

کے بعد حضرت نے اپنی چھوٹی زوجہ محترمہ سے (حضرت کی دو بیویاں تھیں جو حضرت سے قریب تھی ان سے) پوچھا کہ اس مہینے کا خرچہ میں نے تمہیں دے دیا؟ انہوں نے کہا: جی دے دیا: اچھا، پھر فرمایا: جو میرے پاس امانتوں کا صندوقچہ ہے وہ اٹھا کر لاؤ وہ صندوقچہ لایا گیا: اور اس میں سے ایک لفافہ نکالا گیا۔ جس میں کچھ روپے تھے۔ اور کچھ نوٹ تھے۔ اور کچھ ریزگاری تھی۔ غالباً مولانا مفتی جمیل احمد صاحب نے نکال کر وہ لفافہ پیش کیا اور کہا کہ جی اتنے روپے اور چودہ آنے ہیں۔ حضرت نے فرمایا: نہیں بھائی ایک آنہ اور ہونا چاہیے پندرہ آنے ہیں۔ اس لفافے کو پھر اور اچھی طرح دیکھا گیا تو ایک نوٹ کے اندر ایک آنہ رہ گیا تھا۔ وہ بھی مل گیا۔

غرض یہ کہ حضرت کے پاس جو امانتیں تھیں ان کے بارے میں تاکید فرمائی اور فرمایا کہ آج ایسی سخت تکلیف محسوس ہوئی کہ ایسی سخت تکلیف اس سے پہلے کبھی محسوس نہیں ہوئی۔ ایسا معلوم ہو رہا ہے جیسے میرے اوپر پہاڑ رکھا ہوا ہو۔ جو وہاں موجود تھے سب نے سمجھ لیا کہ حضرت کا اب آخری وقت ہے۔ چادر اڑھادی گئی۔

حضرت تھانویؒ کی وفات کا واقعہ مغرب اور عشا کا درمیانی وقت تھا۔ اور برسات کا شروع زمانہ تھا۔ ابھی برسات شروع نہیں ہوئی تھی مگر وقت آگیا تھا ہلکی سی ایک ململ کی چادر تھی وہ حضرت

کے اوپر ڈال دی گئی۔ کبھی کبھی اس دوپٹے کے اندر، باہر سے کچھ روشنی سی محسوس ہوتی تھی۔ حاضرین یہ سمجھے کہ کوئی جگنو چادر کے اندر آگیا ہے۔ یہ اسی کی چمک ہے۔ چادر کو اٹھا کر جھاڑا مگر اس میں کچھ نہ تھا۔ پھر غور سے جو دیکھا تو معلوم ہوا کہ شہادت کی انگلی جس سے حضرت قلم پکڑتے تھے۔ اور جس سے پچاسوں ہزار مسئلے اور نہ معلوم دین کی کتنی باتیں تحریر فرمائی تھیں جب حضرت سانس لیتے ہیں تو اس میں بلب کی طرح ایک روشنی پیدا ہوتی ہے۔ پھر چادر ڈھانک دی گئی

نزع کی تکلیف سب کو ہوتی ہے تو عرض میں کر رہا تھا کہ نزع کی تکلیف روح کے نکلنے کی تکلیف اولیاء اللہ کو بھی ہوتی ہے۔ یہاں تک کہ انبیا علیہم السلام کو بھی ہوتی ہے۔

حضرت موسیٰ کی نزاعی تکلیف شرح الصدور میں جلال الدین سیوطیؒ نے روایت نقل کی ہے کہ سیدنا موسیٰ علی نبینا و علیہ الصلاۃ والسلام کی روح مبارک جب حق تعالیٰ کے دربار عالی میں حاضر ہوئی۔ تو حق تعالیٰ نے سوال فرمایا: موت کو کیسا پایا؟ جواب دیا: ایسی تکلیف تھی جیسا کہ زندہ چڑیا کو پکڑ کر گرم توے پر بھونا جائے۔ ایک چڑیا کو ہاتھ میں پکڑ رکھا ہے اور توا چولہے کے اوپر رکھا ہوا ہے۔ اس میں روٹی پکانے والے نے چڑیا کو بھی بھونا تو زندہ چڑیا کو

توے کے اوپر بھنتے ہوئے جو تکلیف ہوگی وہ تکلیف مجھے محسوس ہوئی۔ ارشاد فرمایا: ہم نے تو تمہارے اوپر موت کو بہت آسان کر دیا تھا۔

انبیاءؑ پر شدائد کیوں آتے ہیں

سوال پیدا ہوگا کہ انبیا تو اللہ کے بہت پیارے اور انتہائی معصوم بندے ہوتے ہیں۔ پھر ان کو تکالیف کے اندر کیوں مبتلا کیا جاتا ہے؟

جلال الدین سیوطی نے اس کا جواب مرحمت فرمایا؟ حدیث پاک میں ارشاد فرمایا گیا ہے:

أَشَدُّ النَّاسِ بَلَاءَ الْأَنْبِيَاءُ ثُمَّ الْأَوْلِيَاءُ ثُمَّ الْأَمْثَلُ فَالْأَمْثَلُ أَوْكَمَا قَالَ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ.

سب سے بھاری امتحان انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام کا ہوتا ہے۔ پھر جو ان جیسے ہوتے ہیں ان کا امتحان ہوتا ہے۔ دوسری حدیث میں ہے:

يُبْتَلَى الرَّجُلُ عَلَىٰ قَدْرِ دِيْنِهٖ. (۲۰۷)

آدمی کا امتحان اس کے دین و ایمان کے بقدر ہوتا ہے۔

جیسا جس کے اندر ایمان و یقین ہوتا ہے ویسا ہی اس کا امتحان ہوتا ہے۔ اگر ایمان و یقین معاذاللہ بالکل ہے ہی نہیں تو پھر اس کو کھلے مہار چھوڑ دیا جاتا ہے۔ ورنہ ایمان والے کی آزمائش کے اوپر

(۲۰۷) ترمذی ج ۲ ص ۶۵

آزمائش ہوتی رہتی ہے۔ انبیاء کا امتحان زیادہ سخت ہے۔

مومن کی قبض روح کی کیفیت

ویسے تو حدیث شریف میں ارشاد فرمایا گیا ہے۔ نسائی شریف کی روایت ہے۔ اور بھی سب ہی سنن کے اندر یہ روایت ہے کہ ایمان والے کی روح ایسے نکلتی ہے جیسا کہ مشکیزے کے اندر پانی بھرا ہوا ہو۔ اور اس کے اوپر کے بندھ کو کھول دیا جائے تو اس کے اندر کا پانی سہولت سے نکل جاتا ہے۔ کوئی دقت اور دشواری نہیں ہوتی۔ یہ بھی حدیث ہی کے اندر ہے۔

موت کی شدّت و سہولت کی کیفیت

اور ابھی میں نے عرض کیا کہ رسول پاک علیہ الصلاۃ والسلام اپنے آخری وقت میں یہ ارشاد فرما رہے تھے کہ نزع اور سکرات کی بڑی تکلیف ہے۔ دونوں میں تطبیق کیا ہے؟

علماء نے فرمایا: تکلیف کے دو درجے ہیں۔ ایک ہے جسم کی تکلیف، اور ایک ہے روح کی تکلیف۔ مسلمان کی روح انتہائی خوش و خرم ہوتی ہے۔

جیسا کہ کسی عورت کو بہت تمناؤں کے بعد لڑکا پیدا ہوا۔ اتنی تکلیف ہوئی کہ ڈاکٹروں نے بھی جواب دے دیا۔ مگر مبارک بادی جا رہی ہے۔ اور وہ بھی اپنے جی میں خوش ہو رہی

ہے کہ اللہ نے میری نسل کو جاری کر دیا۔ چاہے خون جاری ہو رہا ہو اور جسم میں انتہا درجے کا درد ہو۔ لیکن روح اس کی ٹھنڈی ہے۔

مولانا محمدؒ ادریس صاحب کا واقعہ ہمارے ایک تایازاد بھائی تھے۔ مولانا محمد ادریس صاحب پاکستان کے ایک بہت بڑے حکیم نے براہ راست حافظ کرامت علی کی کوٹھی پر یہ قصہ مجھے سنایا۔ حضرت جی کی طبیعت ناساز تھی۔ مولانا محمد ادریس صاحب نے کبھی ساری عمر ڈاکٹری دوا استعمال نہیں کی۔

ڈاکٹری دواؤں کا حکم اس لیے کہ یہ شربت وغیرہ جو سیال یعنی بہنے والی دوائیں ہیں ان میں الکحل ملائی جاتی ہے۔ جو شراب کی رُوح یا جوہر ہے۔ اگرچہ علما نے ضرورت عامہ کی بنا پر اس میں گنجائش دی ہے کہ جس سے سُکر (نشہ) نہ ہو اتنی دوا، وہ استعمال کی جا سکتی ہے۔

دوا میں الکُحل ملانے کی وجہ یہ الکحل اس لیے ڈالا جاتا ہے تاکہ دوا زیادہ عرصے تک باقی رہ سکے۔ ورنہ دوا جلد خراب ہو جاتی ہے۔ لیکن محتاط لوگ یہ ڈاکٹری دوائیں پھر بھی استعمال نہیں کرتے۔ مولانا محمد ادریس صاحب نے بھی کبھی یہ دوا استعمال نہیں کی۔ آخری وقت میں جب بہت بیمار ہو گئے۔ لڑکوں نے اور ملنے جلنے والوں نے بہت اصرار کیا۔ تو فرمایا: اچھا بھائی کسی حکیم کو بلوالو۔ اگر میرا علاج ہی کرانا ہے تو بجائے ڈاکٹر کے کسی حکیم کو بلوالو۔

جب حکیم کو بلوایا گیا لاہور کے جو سب سے بڑے حکیم تھے ان کو بلوایا گیا انہوں نے نبض دیکھی۔ حکیم صاحب تو اس توقع پر آئے تھے کہ اتنے بڑے مولانا صاحب کا میں علاج کروں گا میری اور شہرت ہو جائے گی مگر حکیم صاحب نے نبض پر ہاتھ رکھا تو چہرہ مرجھا گیا۔ مولانا صاحب نے جو لوگ موجود تھے ان سب کو کمرے سے باہر نکال دیا کہ مجھے کوئی خاص بات کرنی ہے۔ سب باہر چلے گئے تو مولانا نے حکیم صاحب سے پوچھا کہ حکیم صاحب ایک بات صحیح بتلاؤ گے؟ حکیم صاحب نے کہا: جی بالکل صحیح بتلاؤں گا۔ کہ اس میں کوئی فرق نہ ہو۔ کہ جی بالکل کوئی فرق نہیں ہوگا۔ تین دفعہ اقرار کرایا۔ اور پوچھا: کیا مجھے صحت ہو جائے گی؟ یہ سوال سنتے ہی حکیم صاحب کہتے تھے کہ مجھے پسینے آ گئے۔

اطباّ کا ایک اصول اگر مریض کے سامنے یہ کہہ دیا جائے کہ تجھے صحت نہیں ہوگی تو شام کا مرنے والا بے چارہ صبح ہی کو رخصت ہو جائے گا۔ اور اگر کہوں کہ صحت ہو جائے گی تو اقرار کر لیا ہے کہ صحیح بات بتلاؤں گا۔ حکیم صاحب نے سوچ کر جواب دیا کہ مولانا صاحب آپ تو بڑے عالم ہیں جانتے ہیں کہ شفا اللہ کے قبضے میں ہے۔ مگر عام طور سے اس مرض میں شفا نہیں ہوتی۔ مرض کیا تھا؟ سینے میں کینسر ہو گیا تھا۔

موت کی خبر اور حضرت مولانا کی خوشی یہ سننا تھا کہ مولانا کا چہرہ چمک گیا۔ بہت خوش ہوئے اور تین دفعہ کہا: اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ یہ سن کر کہ اب تمہیں شفا نہیں ہوگی تین مرتبہ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ کہا۔ حکیم صاحب کو بڑا تعجب ہوا۔ حکیم صاحب نے کہا: حضرت ایک بات پوچھوں اگر صحیح بتلاؤ؟ مولانا نے کہا: میں تو صحیح ہی بتلاؤں گا۔ حکیم صاحب نے پوچھا: کیا آپ کو اہل خانہ بیوی بچوں سے اولاد سے کوئی شکایت ہے؟ فرمایا: نہیں میری اولاد تو بڑی اطاعت شعار ہے۔ پوچھا کسی اور سے؟ فرمایا: نہیں، پھر آپ اپنی موت کی خبر سن کر اتنے خوش کیوں ہوئے؟

موت کی خبر سے خوشی کی وجہ تب فرمایا: میں نے بخاری شریف کی یہ حدیث نہ معلوم کتنی مرتبہ پڑھائی ہے:

مَنْ اَحَبَّ لِقَاءَ اللّٰہِ اَحَبَّ اللّٰہُ لِقَاءَہٗ، وَمَنْ کَرِہَ لِقَاءَ اللّٰہِ کَرِہَ اللّٰہُ لِقَاءَہٗ، (۲۰۸)

جو اللہ کی ملاقات کو پسند کرتا ہے اللہ تعالی اس کی ملاقات کو پسند فرماتے ہیں۔ اور جو اللہ کی ملاقات کو ناپسند کرتا ہے اللہ تعالی بھی اس کی ملاقات کو ناپسند فرماتے ہیں۔ اب میری ملاقات میرے رب کریم سے ہونے والی ہے۔ اس بات کی مجھے خوشی ہے۔

تو عرض میں کر رہا تھا کہ تکلیف دو قسم کی ہے ایک تو جسم کی

(۲۰۸) ترمذی ج ا ص ۵۷

تکلیف ہے۔ اور ایک روح کی تکلیف ہے۔ ایمان والے کی روح انتہائی خوش و خرم رہتی ہے۔

بوقت موت مومن کی عجیب خوشی یہاں تک کہ جلال الدین سیوطی نے نقل کیا ہے کہ روح جسم کا شکریہ ادا کرتی ہے۔ اور جسم کو کہتی ہے:

تُفَارِقُنِیْ وَاُفَارِقُكَ اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَةِ عَلَیْكِ السَّلَامُ۔

اے جسم! تو مجھے چھوڑ رہا ہے اور میں تجھے چھوڑ رہی ہوں۔ اور یہ جدائی تھوڑے وقت کے لیے ہے۔ جیسا کہ کوئی دوست سفر میں چلا جاتا ہے۔ پھر اللہ عزاسمہ ہمیں آپس میں جوڑ دیں گے۔ تیرے اوپر سلامتی نازل ہوتی رہے۔ اسی طرح جسم روح کو سلام کرتا ہے۔ اور روح جسم کو سلام کر کے رخصت ہو جاتی ہے۔

موت کی نرمی اور سختی کی مثال حدیث پاک میں جو یہ فرمایا گیا ہے کہ روح ایسی سہولت کے ساتھ نکلتی ہے۔ اور ایسی تکلیف کے ساتھ تو اس کی ایسی مثال ہے۔ جیسے صبح کو سیر کرنے کے لیے جاتے ہیں۔ اسکول میں یا کسی کے باغ میں دیکھا کہ گلاب لگے ہوئے ہیں۔ جلدی سے گلاب کا پھول توڑنا چاہتا ہے۔ توڑ بھی لیتا ہے اور اس میں دو چار کانٹے بھی لگ جاتے ہیں۔ جس سے تکلیف ہوتی ہے مگر خوش ہو رہے ہیں کہ پھول مل گیا۔ تو ایسے ہی روح خوش و خرم

ہے کہ رب کریم سے ملاقات ہو گی۔ اور جناب رسول اللہ ﷺ سے میری ملاقات ہو گی۔

صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نزع کے وقت میں ایسے مزے مزے کے اشعار پڑھتے تھے کہ اب ہماری ملاقات جناب رسول اللہ ﷺ سے ہو گی۔ اور سیدنا ابو بکر صدیق اور سیدنا عمر فاروقؓ سے ملاقات ہو گی۔ لیکن یہ وہی ہیں جنہوں نے مرنے کی تیاری کی ہے۔

بہر کیف! اتوار کے روز رسول پاک علیہ الصلاۃ والسلام کی بیماری کچھ خفیف ہوئی صحابہ کرام فجر کی نماز صدیق اکبرؓ کے پیچھے پڑھ رہے تھے کہ آپ نے حضرت عائشہؓ کے حجرے کا پردہ اٹھا کر لوگوں کی طرف دیکھا اور تبسم فرمایا۔ اور رسول پاک علیہ الصلاۃ والسلام جب مسکراتے تھے تو ایسا معلوم ہوتا تھا کہ گویا سورج آپ کے چہرے میں چل رہا ہے۔ یعنی آپ کا چہرہ سورج کی طرح چمکنے لگتا تھا۔ جس سے آپ کا حسن اور دوبالا ہو جاتا تھا۔ یہی وہ بات ہے جس کو کسی عربی شاعر نے کہا ہے:

وَاَحْسَنَ مِنْكَ لَمْ تَرَقَطُّ عَيْنِىْ
وَاَجْمَلَ مِنْكَ لَمْ تَلِدِ النِّسَاءُ

اور آپ سے زیادہ خوب صورت میری آنکھوں نے کسی کو نہیں دیکھا اور آپ سے زیادہ حسن و جمال والا کسی عورت نے (کوئی بچہ) نہیں جنا۔

تقریر نمبر ۱۱ اللہ جل شانہٗ کے اسمائے صفاتی

کل میں عرض کر رہا تھا کہ اللہ عزاسمہ کے اسمائے گرامی بے انتہا اور بے شمار ہیں حق تعالی کے اسمائے گرامی کو نہ کوئی شمار کر سکا اور نہ کوئی قیامت تک بتلا سکے گا۔

حق تعالی کے اسمائے گرامی کل میں نے عرض کیا تھا کہ شیخ عبد العزیز دبّاغ رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا گیا کہ حق تعالی کے اسمائے گرامی کتنے ہیں؟ فرمایا: آنکھ جھپکنے کے بقدر وقت میں لاکھوں نام میں لوح محفوظ میں پڑھ لیتا ہوں۔ یہ نہیں فرمایا کہ پچاس کروڑ ہیں یا پچیس ارب ہیں۔ یا پینتیس ارب ہیں۔ بلکہ یہ فرمایا کہ اتنے وقت میں اتنے نام میں پڑھ لیتا ہوں۔

اولیا کی ایک کرامت طی الآن اور اس کا جواب کہ اتنے سے وقت میں اتنے نام کیسے پڑھ لیتے ہیں؟ یہاں تو اگر اسم ذات کو ایک لاکھ مرتبہ کہنا چاہیں تو چوبیس گھنٹے میں مشکل سے معمول پورا ہو گا۔ پھر آنکھ جھپکنے کے بقدر وقت میں لاکھوں نام کیسے پڑھ لیتے ہیں؟

تو کل میں نے عرض کیا تھا کہ جیسے اولیاء اللہ کو حق تعالی اپنے فضل و کرم سے طی الارض کی طاقت عطا فرماتے ہیں کہ ذرا سے وقت میں وہ کہیں سے کہیں پہنچ جاتے ہیں۔ ایسے ہی ان کے

لیے طی الآن بھی مرحمت فرمادیتے ہیں۔ تھوڑے سے وقت میں وہ اتنا پڑھ لیتے ہیں اور اتنی مرتبہ خدا کا نام نامی لے لیتے ہیں کہ عقل اس کو باور نہیں کرتی۔

سب سے زیادہ مذکور صفاتی نام اور حق تعالی کے ان تمام ناموں میں سب سے زیادہ جس کا تذکرہ قرآن کریم میں فرمایا گیا ہے۔ وہ رَب کا لفظ ہے۔ اور یہی وہ مبارک نام ہے کہ حق تعالی نے جب انسان کو پیدا فرمایا تھا۔ ابھی اس کے جسم سے روح کا تعلق بھی نہیں ہوا کہ حق تعالی نے ارشاد فرمایا: اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟ سب نے اقرار کیا کہ آپ ہی ہمارے رب ہیں۔

قرآن میں اسم رَب کتنی جگہ ہے؟ ایک مرتبہ میں نے اپنے امام تراویح سے شمار کرایا کہ قرآن پاک میں لفظ رب کتنی مرتبہ آیا ہے؟ یہ وہ زمانہ تھا جب کہ نس بندی کا دور تھا۔ اور ہر ایک یہ کہتا تھا کہ بچے کم کرو ورنہ حکومت بھی راشن تقسیم کرنے سے عاجز آجائے گی۔ اس وقت میں نے یہ شمار کرایا تھا۔ تو امام تراویح حافظ محمد یعقوب صاحب کیرانوی نے شمار کر کے بتلایا کہ نو سو اٹھارہ جگہ مجھے ملا ہے۔ میں نے کہا ابھی اور بھی ملے گا۔ اگر کوئی غور سے شمار کرے گا تو پورے ایک ہزار کی تعداد قرآن پاک میں مل جائے گی۔

تو حق تعالی کے نام بے شمار ہیں لیکن یہاں ان میں سے کوئی اور نام نہیں لیا گیا۔ یعنی یہ نہیں کہا گیا وَاِذْ قَالَ خَالِقُكَ بلکہ فرمایا: وَاِذْقَالَ رَبُّكَ۔

قرآن میں سب سے پہلا صفتی نام اور اسی طریقے سے عالم دنیا کے اندر حق تعالی نے انسان کو بھیجا۔ اور انسان کی ہدایت اور رہبری کے لیے یہ دستور العمل قرآن پاک جو کامیابی والا دستور ہے اس میں سب سے پہلے جو وحی نازل کی گئی تھی اس میں اسی نام نامی کا تذکرہ ہے۔ ارشاد ہے:

اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ اور ایسے ہی اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ میں بھی اسی کا ذکر ہے۔

پالنے والی ذات اللہ کی ہے بہر کیف! انسان کو بار بار یہ بات سمجھائی گئی ہے کہ پالنے والی ذات اللہ کی ہے۔ یہاں تک کہ یہ روٹی اور یہ پانی بھی ہمیں پالنے والا نہیں ہے۔ اگر کسی نے یہ سمجھا کہ ہم اسی سے پل رہے ہیں تو اس کا یہ سمجھنا غلط ہے۔

کھانا پانی بھی حکم الٰہی کا پابند ہے حدیث پاک میں آتا ہے کہ جب کوئی آدمی لقمہ منہ میں رکھتا ہے۔ اور اپنے بتیس دانتوں سے اس کو چباتا ہے تو وہ لقمہ اللہ سے سوال کرتا ہے اگرچہ ہمیں اس کا احساس بھی نہیں ہوتا کہ اے رب کریم! میں حلق سے نیچے اتروں

یا یہیں سے واپس ہو جاؤں۔ حق تعالیٰ کا جو حکم ہوتا ہے ویسا ہی ہو جاتا ہے۔ اگر حق تعالیٰ حکم فرماتے ہیں کہ یہیں سے خارج ہو جا تو وہ اٹک جاتا ہے۔ اور اس کو اگلنا پڑتا ہے۔ مرغی یا مرغا اس کو کھالیتا ہے۔ یا کتا بلّی جس کے مقدر میں تھا وہ کھالیتا ہے۔ یہ تو صرف اس کا چبانے والا اور اس کو کھانے والا تھا۔ اور اگر حق تعالیٰ حکم فرماتے ہیں کہ نیچے اتر جا تو وہ نیچے اتر جاتا ہے۔ اور پھر جب وہ معدے میں پہنچ گیا تو وہ پھر بھی ہمارا نہیں ہوا۔ معدے میں پہنچے کے بعد وہ دوبارہ سوال کرتا ہے کہ اے رب کریم! میں اس کو فائدہ پہنچاؤں یا نقصان پہنچاؤں؟ حق تعالیٰ اگر فرماتے ہیں کہ فائدہ پہنچا تو فائدہ پہنچاتا ہے۔ اس سے خون بنتا ہے۔ اور اگر حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ نقصان پہنچا تو اس لقمے سے اس کو ہیضہ ہو جاتا ہے۔ اور وہ قبرستان تک پہنچ جاتا ہے۔ تو معلوم ہوا کہ یہ روٹی اور پانی بھی ہمیں پالنے والے نہیں ہیں۔ پالنے والی ذات اللہ کی ہے۔

قبر کے سوال میں بھی رب کا لفظ ہے اور اس عالم سے گزرنے کے بعد جو پہلی منزل ہے عالم برزخ جہاں انسان پہنچے گا۔ اور جہاں جانے والا کبھی واپس نہیں آیا۔ اور اس کا پہلا نشان قبر ہے۔ تو قبر میں مردے کو زندہ کیا جاتا ہے۔ اور اس کو بٹھایا جاتا ہے۔ اور اس کے جسم میں روح ڈالی جاتی ہے۔ اور تین سوال کیے

جاتے ہیں۔

پہلا سوال یہ ہے۔ مَنْ رَّبُّكَ تیرا رب کون؟

اور دوسرا سوال یہ ہے مَا دِيْنُكَ؟ تیرا دین کیا ہے؟

اور تیسرا سوال یہ ہے: مَاتَقُوْلُ فِيْ هٰذَا الرَّجُلِ؟

اس شخص یعنی محمدؐ کے بارے میں تیرا کیا خیال ہے؟ تو قبر میں سب سے پہلا سوال یہ ہے۔ بتلا تیرا پالنے والا کون ہے؟ اگر ایمان والا ہے۔ اور اس نے اللہ کی ذاتِ عالی پر یقین رکھا ہے تو وہ کہہ دیتا ہے کہ میرے پالنے والی ذاتِ عالی اللہ کی ہے۔

سوالِ قبر کے وقت کافر کا حال

اور اگر اس نے اپنے کھیت اور اپنی دکان کو اور اپنے مال و متاع کو پالنے والا سمجھا تھا تو وہ حیران و پریشان ہو گا۔ اور کہے گا هَاهَا لَا اَدْرِيْ افسوس، افسوس، میں نہیں بتلا سکتا کہ میرا پالنے والا کون ہے؟ ایک نہیں میں نے تو سینکڑوں بتوں کو اپنا مربّی (پالنے والا) سمجھ رکھا تھا۔ لیکن آج تو کوئی بھی میرے سامنے نہیں ہے۔ وہ حیران و پریشان ہو گا۔

فرشتوں کے گرز کی کیفیت

سوال کرنے والے فرشتے ایک گرز جو لوہے کا ہے اور آگ میں تپنے کی وجہ سے آگ کے جیسا ہی ہو گا یہ اس وجہ سے کہ بعض روایتوں میں اس کو آگ کا فرمایا گیا ہے اور بعض میں اس کو لوہے کا فرمایا گیا ہے۔ دونوں میں تطبیق یہ ہے کہ

وہ لوہے کا ہوگا اور آگ میں تپنے کی وجہ سے مثل آگ کے ہوگا وہ اس کو مارا جائے گا۔ جس سے وہ ریزہ ریزہ ہو جائے گا۔ اور وہ گرز زمین میں ستّر ہاتھ دھنس جاتا ہے۔ فرشتے اس کو نکالتے ہیں۔ ادھر وہ شخص صحیح اور سالم ہو جاتا ہے اور اس کے اعضا جڑ جاتے ہیں۔ اور پھر اس کے ساتھ وہی معاملہ ہوتا ہے۔

ایمان کی لذت کب حاصل ہو گی؟ ایک اور حدیث میں ارشاد نبوی ہے:

ذَاقَ طَعْمَ الْاِيْمَانِ مَنْ رَّضِيَ بِاللّٰهِ رَبًّا وَّبِالْاِسْلَامِ دِيْنًا، وَبِسَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَسُوْلاً وَّنَبِيًّا.

اس شخص نے ایمان کا مزہ چکھ لیا۔ ایمان کی لذت حاصل کرلی جو اللہ کے رب ہونے سے راضی ہو گیا۔ اور اسلام کے دین ہونے سے راضی ہو گیا۔ اور جناب محمد ﷺ کے نبی اور رسول ہونے سے وہ راضی ہو گیا۔

رب کے معنی اور مفہوم بہر کیف! یہاں پر دو باتیں اور عرض کرنی ہیں ایک تو یہ کہ رب ہونے کا مفہوم کیا ہے؟ رب کے معنی کیا ہیں؟ علماء نے بیان فرمایا: یہ لفظ تربیت سے لیا گیا ہے۔ اور تربیت کے معنی ہیں کسی چیز کو تدریجی طریقے پر حد کمال تک پہنچا دینا۔

وہ مالک الملک وہ قادر مطلق یہ بھی قدرت رکھتے تھے کہ انسان کو بغیر استقرار حمل کے، اور بغیر نو مہینے پیٹ میں حمل رہنے کے ایک لمحے میں پیدا فرمادیں۔ جیسا کہ جنت کے بارے میں فرمایا گیا ہے۔

خواہش پوری ہونے کی جگہ جنّت جو خواہشات پوری ہونے کی جگہ ہے۔ وہاں ہر چاہت پوری کی جائے گی۔ مگر چاہت اسی کی پوری ہوگی جس نے اپنی ہر چاہت کو مٹادیا ہوگا۔ اور جس کی خواہشات رسول پاک علیہ الصلاۃ والسلام کے لائے ہوے دین کے تابع ہو چکی ہوں گی۔ اور ایک روایت میں ہے کہ تم میں کوئی بھی مومن کامل نہیں ہو سکتا جب تک کہ اپنی خواہشات کو میرے لائے ہوے طریقے کے تابع نہ کرلے۔

امام ابو داؤد کا چار حدیثوں کا انتخاب امام ابو داؤد رحمہ اللہ ان کو اپنی شایانِ بھرپور بدلہ عطا فرمائے ان کو چار لاکھ احادیث مع سند کے ازبریاد تھیں۔ یعنی صرف حدیث کا متن ہی نہیں بلکہ روایت کے اندر جتنے راوی آئے ہیں سب کے بارے میں تفصیلی حالات کا پورا پورا علم تھا۔ یہ فرماتے ہیں کہ میں نے چار لاکھ احادیث کے ذخیرے میں غور وخوض کیا اور انتخاب کیا تو صحیح درجے کی چار ہزار آٹھ سو احادیث میں نے اپنی کتاب سنن ابو داؤد میں جمع کی ہیں۔

اور فرمایا کہ ان میں چار حدیثیں ایسی ہیں کہ اگر کوئی ان چار حدیثوں پر عمل کرلے اس کی دنیا اور آخرت سنور جائے۔

اعمال کا مدار نیت پر ہے ان میں سب سے پہلی حدیث ہے:

اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ وَاِنَّمَا لِاِمْرِءٍ مَّانَوٰی فَمَنْ کَانَتْ هِجْرَتُهٗ اِلَی اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ فَهِجْرَتُهٗ اِلَی اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ، وَمَنْ کَانَتْ هِجْرَتُهٗ اِلٰی دُنْیَا یُصِیْبُهَا اَوِامْرَأَةٍ یَتَزَوَّجُهَا فَهِجْرَتُهٗ اِلٰی مَاهَاجَرَ اِلَیْهِ اَوْکَمَا قَالَ عَلَیْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ.

جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اعمال کا مدار نیتوں پر ہے جس نے جو نیت کی ہے وہی اس کو ملے گا۔ جس نے اللہ کے لیے اور اس کے رسول لیے ہجرت کی ہے۔ اس کی ہجرت اللہ اور اللہ کے رسول کے لیے ہے۔

غیر اللہ کے لیے عمل کرنے کا انجام ایک صحابی ہیں ان کا نام خاطب ام قیس نقل کیا ہے۔ مکہ مکرمہ میں ان کا قیام تھا۔ ایک بُڑھیا عورت سے جو بیوہ تھیں ان سے نکاح کی بات چیت چل رہی تھی۔ اور بات پکی ہو گئی تھی۔ لیکن وہ بڑی بی ہجرت کر کے مدینہ طیبہ چلی گئی۔ انہوں نے وہیں پیغام بھیجا کہ تمہارا تو مجھ سے نکاح کا وعدہ تھا۔ اور تم مدینہ چلی گئی۔ انہوں نے کہا تم بھی آجاؤ یہیں نکاح

کر لیں گے انہوں نے مدینہ طیبہ ہجرت کی۔ لیکن نیت نکاح کی تھی۔ رسول پاک علیہ الصلاۃ والسلام کو وحی کے ذریعہ اللہ عزاسمہ نے اس واقعہ سے مطلع فرمادیا۔ چناں چہ نبی کریم ﷺ نے ممبر شریف پر تقریر فرماتے ہوے یہ الفاظ ارشاد فرمائے۔

اللہ کے لیے گھر چھوڑنے کا ثواب حدیث پاک میں ارشاد فرمایا گیا ہے کہ جس نے اللہ کے لیے ایک بالشت اپنا گھر چھوڑا تو وہ جنت میں میرا اور میرے باپ ابراہیم کا ساتھی ہوگا۔ رسول پاک علیہ الصلاۃ والسلام اور حضرت ابراہیم خلیل اللہ کے قرب خاص میں اس کو جگہ مرحمت فرمائی جائے گی۔

نیت پر ثواب کے مدار کا ایک واقعہ ایک صحابی مکہ مکرمہ میں سخت بیمار جب ہجرت کا حکم ہوا انہوں نے سوچا کہ میں کیسے چلوں؟ مجھ سے تو کروٹ بھی نہیں لی جاتی۔ ان کے چار بیٹے تھے۔ اس نے ان کو بلایا اور کہا: تم میری اولاد ہو، اب تک میں نے تمہاری خدمت کی ہے۔ اب میں ایک خدمت تم سب سے کرانا چاہتا ہوں وہ یہ کہ تم مجھے چارپائی پر ڈال کر مدینہ پہنچا دو۔ انہوں نے کہا: بہت اچھا، والد ضعیف اور کمزور ہیں۔ اور انتہائی بیمار ہیں۔ مگر بیٹوں نے چارپائی پر ڈالا اور مدینہ کے لیے لے کر چل دیے۔ ابھی تنعیم تک پہنچے تھے۔ جو مکہ مکرمہ کے سب سے زیادہ

قریب چار پانچ میل کے فاصلے پر پہاڑ ہے کہ ملک الموت تشریف لے آئے۔ ان کو نہایت افسوس ہوا کہ کاش میں مدینہ طیبہ پہنچ جاتا تو میری بھی ہجرت پوری ہو جاتی۔ اور میرا بھی نام مہاجرین کی فہرست میں لکھا جاتا۔ مگر مجھے یہیں موت آگئی۔ اللہ نے قرآن کریم میں آیت نازل فرمائی جس کا مفہوم یہ ہے کہ جو شخص ہجرت کے ارادے سے گھر سے نکلا اس کا اجر اللہ کے ذمہ ثابت ہو چکا ہے۔ وہ مہاجر بن چکا ہے۔ خواہ اس کو گھر سے نکلتے ہوئے چوکھٹ سے ٹھوکر لگ کر گرتے ہی موت آگئی ہو۔ لیکن وہ ہجرت کے ارادے سے جا رہا تھا تو اس کا ثواب لکھا جا چکا ہے۔(۲۰۹)

غرض یہ کہ صحابہ کرامؓ نے ہجرت کی اپنے گھروں کو چھوڑا، تو رسول پاک علیہ الصلاۃ والسلام نے ارشاد فرمایا کہ اگر ایک بالشت بھی اس نے گھر کو چھوڑا تو وہ میرا اور میرے باپ ابراہیمؑ کا ساتھی ہوگا۔ اور اگر کسی نے گھر تو چھوڑا۔ اور مکہ مکرمہ گیا۔ مگر مال کمانے کے لیے گیا تو وہ مہاجر نہیں۔ اور اس کے لیے ثواب نہیں۔

سیدنا حضرت عمرؓ کا معمول حضرتِ عمرؓ حج کے پانچویں دن مکہ کے گلی کوچوں میں کوڑا لیے ہوئے پھرتے تھے اگر کوئی اجنبی آدمی وہاں نظر پڑ گیا تو اس کو کہتے کہ یہاں سے چل دو، ورنہ چمڑی

---

(۲۰۹) ابن کثیر ج۱ ص ۶۷۲

اُدھیڑ دی جائے گی۔ مکہ میں ٹھہرنے نہیں دیتے تھے۔ اور یہ فرمایا کرتے تھے کہ تم یہاں رہ کر یہاں کا ادب واحترام برقرار نہیں رکھ سکتے۔ چناں چہ وہاں کے رہنے والے اللہ معاف کرے کہنا نہیں چاہیے۔ ٹی وی بھی چل رہی ہے۔ اس میں گانے بھی ہو رہے ہیں۔ یہ جو دنیا کمانے کے لیے مکہ جایا جارہا ہے یہ پسندیدہ چیز نہیں۔

دین کے لیے مکّہ جانے کا ثواب

بہر کیف! اگر آخرت کے لیے مکّہ جائے گا تو ایک ایک قدم پر اس کو بے شمار اجر و ثواب مرحمت فرمائیں گے۔ خدا کی رضا کے لیے جو سفر کیا جائے گا اور جو قدم اٹھائے جائیں گے اس پر حق تعالی اس کو کیا مرحمت فرمائیں گے اس کا کوئی اندازہ نہیں ہے۔

حج مبرور کا بدلہ

یہاں تک کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اَلْحَجُّ الْمَبْرُوْرُ لَیْسَ لَهٗ جَزَاءٌ اِلَّا الْجَنَّةُ (۲۱۰)

حج مبرور کا سوائے جنت کے کوئی بدلہ نہیں ہے۔ اور ایک روایت میں ہے:

رَجَعَ کَیَوْمٍ وَلَدَتْهُ اُمُّهٗ (۲۱۱)

---

(۲۱۰) ترمذی ج ۱ ص ۱۶۷ مشکات ص۲۲۱

(۲۱۱) مشکات ص ۱۲۱

جو اللہ کے لیے مکہ مکرمہ جاتا ہے وہ وہاں سے ایسا پاک و صاف لوٹتا ہے جیسا کہ آج ہی اس کی ماں نے اسے جنا تھا۔ماں کے پیٹ سے جب پیدا ہوا تھا کوئی بھی گناہ اس کے اعمال نامے میں درج نہیں تھا۔اس طرح حاجی بھی گناہوں سے پاک و صاف ہو جاتا ہے۔

اور امام ابوداؤد کی دوسری حدیث یہ ہے:

لَا یُوْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی یُحِبَّ لِاَخِیْهِ مَایُحِبُّ لِنَفْسِهٖ

ترجمہ: تم میں سے کوئی آدمی کامل مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ اپنے بھائی کے لیے وہی چیز پسند نہ کرے جو اپنے لیے پسند کرتا ہے۔

اور تیسری حدیث یہ ہے:

اَلْحَلَالُ بَیِّنٌ وَالْحَرَامُ بَیِّنٌ وَبَیْنَهُمَا مُشْتَبِهَاتٌ

دین اور آبرو بچانے کی بات حلال و حرام چیزیں کھول کھول کر بیان کر دی گئی ہیں۔اور ان کے درمیان میں کچھ چیزیں ہیں جن کا صراحتاً کچھ حکم بیان نہیں کیا گیا وہ مشتبہ چیزیں ہیں جس کو اپنا دین اور اپنی آبرو بچانی ہو وہ ان مشتبہ چیزوں سے بھی اپنے آپ کو بچائے۔

انسان کے اسلام کی خوبی چوتھی حدیث پاک یہ ہے:

مِنْ حُسْنِ اِسْلَامِ الْمَرْءِ تَرْکُهٗ مَالَا یَعْنِیْهِ

انسان کے اسلام کی خوبی میں سے یہ بات ہے کہ لایعنی چیز کے پیچھے نہ پڑے۔ جس کا نہ دین میں کوئی فائدہ اور نہ دنیا میں کوئی نفع۔ نہ ایسی باتیں کرے اور نہ ایسے قصے کہانی سنے سنائے اور نہ ایسی بات کے پیچھے پڑے۔

یہ چار حدیثیں ہیں چار لاکھ احادیث میں سے امام ابو داؤد نے جن کا انتخاب کیا ہے۔

تو اللہ کے رب ہونے کا مفہوم یہ ہے کہ انسان یہ عقیدہ رکھے کہ پالنے والی ذات اللہ کی ہے۔ اور پھر اللہ کا حکم سمجھ کر اسباب اور تدبیر اختیار کرے۔ نہ اپنی محنت پر بھروسہ ہو۔ نہ اسباب پر نظر ہو۔ بلکہ اللہ کی ذات عالی کو قادر مطلق سمجھے کہ اسباب بھی اسی ذاتِ عالی کے پیدا کیے ہوئے ہیں وہ مالک الملک جب چاہتے ہیں اسباب پر مسبّبات کا ترتب فرماتے ہیں اور جب چاہتے ہیں نہیں فرماتے۔ اسی لیے اس مبارک نام کو قرآنِ کریم میں اور احادیث شریفہ میں بار بار اور کثرت سے دہرایا گیا ہے۔

وحی کے لغوی معنی وحی کے معنی آہستہ سے بات کرنا۔ جس کو ہمارے عرف میں سرگوشی یا کانا پھونسی کہا جاتا ہے۔ جو راز کی بات ہوتی ہے وہ کسی کے کان میں کہی جاتی ہے تو وحی کے معنی ہوے راز کی بات اور پوشیدہ بات۔

اساتذہ کی دعا اور برکت پہلے بھی میں نے ایک قصہ سنایا تھا۔ ہم نے پڑھا پڑھایا تو کچھ ہے نہیں۔ یہ ہمارے اساتذہ کی دعا ہے کہ ہم الٹی سیدھی باتیں لوگوں کے سامنے بیان کر دیتے ہیں۔ ہمارا آخری سال تھا جس کو دورے کا سال کہتے ہیں۔ اور مولوی بننے کے بالکل قریب ہو گئے تھے۔

حقیقی مولوی کون ہے؟ اگرچہ حقیقت میں مولوی تو ہم اب بھی نہیں بنے۔ اس لیے کہ مولوی وہ ہے جس کو شعر میں اس طرح بیان کیا ہے:

علم مولا ہو جسے ہے مولوی ☆ جیسے حضرت مولوی معنوی
مولوی جلال الدین رومی تھے۔ اور اب میں بھی مولوی آپ بھی مولوی سارے ہی مولوی ہیں۔

مولوی کتنے دنوں میں بنتا ہے؟ حضرت گنگوہی فرمایا کرتے تھے کہ مولوی تو چھتیس سال میں بن سکتا ہے۔

جیسا کہ حضرت گنگوہیؒ فرمایا کرتے تھے کہ مولوی تو چھتیس (۳۶) سال میں بنتا ہے۔ بارہ سال پڑھے پھر بارہ سال پڑھائے، اور بارہ سال شیخ کی خدمت میں ایسا جا پڑے جیسا کہ مُردہ، غسال (نہلانے والا) کے ہاتھوں میں، کہ وہ جس طرح اور جس کروٹ چاہے لٹائے مگر مُردہ اس پر کوئی اعتراض نہیں کرتا۔ بالکل ایسے ہی شیخ کی خدمت میں رہے، کہ شیخ جس طرح چاہے اُس سے کام لے اور جس طرح چاہے مجاہدات کرا کر اُسکو پاک وصاف کرے۔ تو معلوم ہوا کہ انسان چھتیس (۳۶) سال میں مکمل مولوی بنتا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کی اصلاح فرمائے اور اپنی مرضیات کے مُطابق چلنا ہمارے لئے آسان فرمائے، اور اس کہنے، سننے کو اپنی بارگاہ میں مقبولیت سے نوازے۔ (آمین) وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِین

8755602256 دین کی باتیں گروپ محمد شہزاد کیرانوی

آخری گذارش

تمام قارئین حضرات سے درخواست ہے کہ ہمیں جو تفسیر کی کیسٹس دستیاب ہوئی ہیں۔ اُن میں اِسی جگہ پر اِختتام ہو جاتا ہے، معلوم نہیں کتنے علوم و معارِف اور ہونگے جن سے ہم محروم رہ گئے۔ یہ نو (۹) کیسیٹوں کا بیان ہے اور وہ بھی مسلسل نہیں ہے اسی لئے آپ اس میں مُختلف آیتوں کی تفسیر دیکھیں گے۔ اللہ رب العزت ہماری اس کوشش کو قبول فرمائے اور نفع عام اور قبولیت دوام عطا فرمائے۔ (آمین) والسلام ابوالحسن ارشد